

V.R.
cat. 19/11/75

GOVERNMENT OF INDIA
DEPARTMENT OF ARCHAEOLOGY
CENTRAL ARCHAEOLOGICAL
LIBRARY

Acc. No.
CLASS 24337

CALL NO. 915.441/Ahm

D.G.A. 79.

بن صنّاع مکین و مکان فضیل خالق زمین

کتاب خلافت انتساب بیان حالات بادشاہان مازان تیموریہ قدر ۸۵۰ و تعمیرات
 شاہجہان بادشاہ مسجد لال قلمہ عمارت کشتہ فرات من کیفیت بارہ ملی مستعدہ
 سنہ ۹۰۳ و ذکر حضرت دیاباوند علما و فقہا و حکماء و رؤساء و مشیرا و مروجہ شہر فی سنہ

یادگار

915.441
 . Ahm

24337

مولانا جناب الداعی حضرت مولوی سید احمد صاحب الی اللہ علیہ الامد الاذی بقرۃ العارفین
 نبدۃ السالکین فخر المستکملین جناب النسا مولوی شافع الدین صاحب شاکر پور رحمہ اللہ
 جسکو پہلی مرتبہ کتب خانہ سید رؤف احمد علی اللہی خلف مؤلف موصوف نے اپنے

مطبعہ می دہلی ۱۳۲۲ھ مطابق سنہ ۱۹۰۵ء طبع کرکے ابلاغ
 میں دی دینی رشتہ عزیز میں

D

۱۰۶۹

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۹۱	نقشبندی مجددی	۸۳	مدرسہ حسینیہ	۵۴	نواب چھوٹے مرزا صاحب	۲۰۱	پید کتاب یاد بیاب
"	شاہنشاہ کی دکن کی	"	مدرسہ حسین بخش	"	یحیٰی محمد احمد صاحب	"	کلمات شامانی از ابن
"	شیر العارفین شاہ نیکان	"	مولوی عبدالعزیز صاحب	"	مدرسہ میونسپل بورڈ	"	شہاب الدین غوری سے تا
۹۲	صاحب بیابانی علیہ الرحمۃ	"	غیاث علی	"	گراؤنڈ ہونٹ	۲۳	شاہ ہمدان شاہ و دیگر حالات
"	مولانا سید محمد علی صاحب	"	خانہ حبشیہ محکمہ	"	نواب سید سلطان مرزا صاحب	۲۴	بیت قدر شہداء
"	علی الرحمن کا قبرستان حالات	"	صاحب عیسیٰ بی	"	بورڈنگ مین شین کلج	۲۵	لی شاہجہاں آباد
"	نقشبند گاہ شہر العارفین شاہ	"	نواب مولوی احسان الرحمن	"	شین کلج	"	شاہجہاں گیارہ اور
۹۳	نیکان بیابانی علیہ الرحمۃ	"	خانہ صاحب عرفی بھائی	"	گر جاکھر	"	ہارنہ اور کھنکھان
۹۴	خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ کا مزار	"	مولوی عبدالرحیم صاحب	"	ڈولینڈ ہونٹ	"	حاجہ سید و کیفیت ضبط
"	خواجہ محمد اثر علیہ الرحمۃ کا مزار	"	منشی سید وحید الدین صاحب	"	فخر اساجد	"	گداشت جامع مسجد انام
"	خواجہ ناصر علیہ الرحمۃ کا مزار	"	خانہ صاحب غلام محمد صاحب	"	نقشبند گراؤنڈ	"	گداشت جامع مسجد انام
۹۵	خواجہ ناصر صاحب مسئلہ	"	بی اے میونسپل کونسلر	"	کشیوری دروازہ	"	گداشت جامع مسجد انام
"	معدنیان	"	حاجی نبیاری والا	"	جامع مسجد کا جنوبی دروازہ	"	گداشت جامع مسجد انام
"	مولانا شیخ عبدالغفری شکر آباد	"	املی کی پہاڑی	"	امام کی گلی	"	گداشت جامع مسجد انام
"	علیہ الرحمۃ کا مزار و حالات	"	حضرت شاہ محمد علی صاحب	"	حاجی مولوی سید احمد صاحب	"	گداشت جامع مسجد انام
"	نقشبند خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ	"	و عطا قادری اور ان کے	"	امام جامع مسجد کے حالات	"	گداشت جامع مسجد انام
۹۶	کی باغیچہ کا	"	صاحبزادہ کے مزار	"	حافظ سید شمس الدین	"	گداشت جامع مسجد انام
"	مولانا قطب عالم خلف ملانا	"	سید محمد امیر صاحب عرف	"	صاحب فیض رقم	"	گداشت جامع مسجد انام
"	شیخ سید عبدالغفری صاحب	"	میر بخش خوشنویس کا مزار	"	شیخ منگلو کا چشتہ	"	گداشت جامع مسجد انام
۹۸	شکر بارہ رحمہ اللہ	"	سید رفیع صاحب کی سب	"	نواب فیض احمد صاحب	"	گداشت جامع مسجد انام
"	مولانا ملک املی صاحب	"	حویلی عظیم خان	"	رئیس بی	"	گداشت جامع مسجد انام
"	نانو قوی علیہ الرحمۃ	"	چٹلی قبر	"	چوڑی والوں	"	گداشت جامع مسجد انام
"	آستانہ حضرت مولانا	"	خانقاہ میر محمدی صاحب	"	مولوی سید حمزہ صاحب	"	گداشت جامع مسجد انام
"	شاہ ولی الد صاحب محمد	"	بھوجلا پہاڑی	"	یحیٰی محمد علی صاحب	"	گداشت جامع مسجد انام
"	مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب	"	مولوی حاجی عبدالرحیم صاحب	"	حافظ سید محمد صاحب نام	"	گداشت جامع مسجد انام
۹۹	علیہ الرحمۃ	"	خانقاہ غلام شاہ صاحب	"	عید گاہ	"	گداشت جامع مسجد انام
"	نقشبند گاہ حضرت مولانا	"	شاہ ابوسعید صاحب	"	حاجی میل دس	"	گداشت جامع مسجد انام
۱۰۰	شاہ ولی الد صاحب	"	شاہ احمد سید صاحب	"	مطبوعہ مجتہبی و حالات	"	گداشت جامع مسجد انام
"	حالات حضرت مولانا شاہ	"	مولانا شاہ عبدالغنی صاحب	"	حافظ سید محمد عبدالاحد صاحب	"	گداشت جامع مسجد انام
۱۰۱	ولی الد صاحب علیہ الرحمۃ	"	مولانا شاہ محمد محمود صاحب	"	رضوی رئیس بی	"	گداشت جامع مسجد انام
"	حالات حضرت مولانا شاہ	"	نقشبندی مجددی	"	منشی کبیر علی صاحب	"	گداشت جامع مسجد انام
۱۰۲	عبدالغفری صاحب	"	مولانا شاہ ابو الخیر صاحب	"	بازار ضیاء محل	"	گداشت جامع مسجد انام

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۴۰	واویری جی جیٹ	۱۳۳	شاہ برلا کا پڑھ	۱۴۸	حافظ توپچی نذیر صاحب	۱۳۲	لوی غایت احمد صاحب
۱۴۱	بگرت نالی جی جیٹ	۱۴۴	راے سالگام صاحب	۱۴۹	ایل - ایل - ڈی	۱۳۳	میں بی
۱۴۲	کے و خط کا مقام	۱۴۸	شیکار افون	۱۴۹	پھاٹک جیش خاں	۱۳۳	حالات حکیم محمود خاں صاحب
۱۴۳	جی جی جی جی جی جی	۱۴۸	محمد خیرے والاں	۱۴۹	جناب مولانا سید ندیم	۱۳۳	میں بی
۱۴۴	صاحب مرحوم	۱۴۸	سنکرت سکول	۱۴۹	صاحب مرحوم مولوی بی	۱۳۳	حالات حاذق الملک حکیم
۱۴۵	مولوی سید عبداللہ	۱۴۸	حکیم قیام الدین خاں صاحب	۱۴۹	عبدالسلام صاحب	۱۳۳	عبدالحمید خاں صاحب مرحوم
۱۴۶	شکستہ والے	۱۴۸	حکیم لطیف حسین خاں صاحب	۱۴۹	مولوی میر شاہ جہاں صاحب	۱۳۳	حالات حکیم دہل خاں صاحب
۱۴۷	مولوی محمد سعید صاحب	۱۴۵	قاضی کا عوض	۱۴۹	مولوی حفیظ اللہ خاں صاحب	۱۳۳	حالات حکیم مولوی حافظ
۱۴۸	کوچہ پنڈت	۱۴۵	مولانا مولوی محمد یعقوب	۱۴۹	حاجی عبدالرزاق صاحب	۱۳۳	اجل خاں صاحب
۱۴۹	حضرت شاہ سید حسن صاحب	۱۴۵	صاحب	۱۴۹	حاجی عمر حیات صاحب	۱۳۳	کلی قاسم جان صاحب
۱۵۰	نودودی جی جی	۱۴۵	کوچہ باقی رام	۱۴۹	تیلیواڑہ	۱۳۳	غلام نبی خاں صاحب
۱۵۱	کرین گزٹ	۱۴۵	لالہ جواہر لال صاحب	۱۴۹	مولانا حافظ عبدالکریم صاحب	۱۳۳	قواب احمد سعید خاں صاحب
۱۵۲	امروا و صاحب حیرت	۱۴۵	کشنر	۱۴۹	صدر بازار دہلی	۱۳۳	طالب رئیس بی
۱۵۳	صاحبزادہ شاہ عبداللہ	۱۴۵	حکیم غلام علی خان صاحب	۱۴۹	ہندو روٹ کا بازہ	۱۳۳	قواب فیض الدین خاں صاحب
۱۵۴	صاحب سید احمد	۱۴۵	حکیم قاسم علی خان صاحب	۱۴۹	مولانا مولوی محمد رحمت اللہ	۱۳۳	نامان رئیس دہلی
۱۵۵	خواجہ شہاب الدین صاحب	۱۴۵	بورہ والے	۱۴۹	خان صاحب دہلی	۱۳۳	قواب سراج الدین خاں
۱۵۶	خاں صاحب حکیم غلام الدین	۱۴۵	حکیم ہاشم علی خان صاحب	۱۴۹	صاحبی امدادی	۱۳۳	صاحب سائل
۱۵۷	خان صاحب میونسپل کشنر	۱۴۵	فرار حبیب اللہ صاحب	۱۴۹	شیخ نور الدین صاحب میونسپل	۱۳۳	مدرسہ طبیہ
۱۵۸	حکیم فی الدین صاحب	۱۴۵	علی الرحمن	۱۴۹	کشنر	۱۳۳	قواب بدین صاحب
۱۵۹	محمد روڈ گزٹ	۱۴۵	راے بہادر پنڈت جانی	۱۴۹	حاجی محمد اسحاق صاحب	۱۳۳	مولانا ابو محمد علی صاحب
۱۶۰	مدرسہ اروت اللہ خاں صاحب	۱۴۵	ناٹھ صاحب	۱۴۹	سوداگر صدر بازار	۱۳۳	نویف تعبیر خانی
۱۶۱	مولوی اموجان صاحب	۱۴۵	بلبل خانہ	۱۴۹	حاجی اموجان صاحب	۱۳۳	ملیح فاروقی و دیگر حکیم صاحب
۱۶۲	قادی -	۱۴۵	سلطانہ ضیہ بیگم و گزٹ	۱۴۹	چھترہ والے	۱۳۳	قاضی ابو نعیم صاحب
۱۶۳	ملیح نصرتو للمطالع	۱۴۵	مولوی عبدالقادر صاحب	۱۴۹	عقبت جمع مسجد	۱۳۳	مسجد فتح پوری سہ سائے
۱۶۴	ڈاکٹر سنگھ صاحب	۱۴۵	سید اللہ تعالیٰ	۱۴۹	چاؤمی بازار	۱۳۳	عمران واد و فرخ و دیگر
۱۶۵	شفا خانہ	۱۴۵	کالی مسجد	۱۴۹	مدرسہ و ملیح مولوی محمد	۱۳۳	حالات -
۱۶۶	لال کنواں	۱۴۵	نقشہ کالی مسجد	۱۴۹	صاحب	۱۳۳	نقشہ مسجد فتح پوری
۱۶۷	کرہ نمیت محل	۱۴۵	مولوی سید احمد صاحب	۱۴۹	شیخ سجان بخش صاحب	۱۳۳	حضرت میران شاہ مانڈا
۱۶۸	مولوی عبدالرشید صاحب	۱۴۵	مصنف فرنگی ضعیفہ	۱۴۹	اونیری جی جیٹ	۱۳۳	رحمۃ اللہ علیہ کا فرار
۱۶۹	امام تھوری مولوی محمد	۱۴۵	بازار لال کنواں	۱۴۹	سکان شیخ محمد اسماعیل صاحب	۱۳۳	ڈاکٹر شاہ جلال علی الرحمن
۱۷۰	صاحب	۱۴۵	لال مسجد	۱۴۹	قاضی زکریا مرحوم و حافظ	۱۳۳	بازار کھاری بابلی
۱۷۱	ملیح خادم الاسلام	۱۴۵	خان بہادر شیخ الہی بخش	۱۴۹	نور الدین صاحب و شیخ	۱۳۳	کلی تاشہ
۱۷۲	کھڑکی فرات خانہ	۱۴۵	سیدہ وینس پنڈت جانی	۱۴۹	امان الحق صاحب	۱۳۳	خان بہادر شمس العلماء دہلی

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
حالات مولانا شاہ فرخ الدین	۱۰۹	کوچہ نواب خان	۱۰۹	حافظ خورشید صاحب لکھی	۱۱۰	بازار کڑیاں	۱۱۰	دفعہ ہر یک گندہ ریلوے	۱۱۰
صاحب علی الرحمتہ	۱۰۳	کوچہ چیلان	۱۰۳	مصطفائی	۱۱۰	مورے	۱۱۰	گندہ گھر	۱۱۰
حالات مولانا شاہ عبدالقادر	۱۰۳	خان بہادر شمس العلامی	۱۰۳	گلاب گندی کی دوکان	۱۱۰	ریلوے اسٹیشن	۱۱۰	چاندنی چوک	۱۱۰
صاحب علی الرحمتہ	۱۰۳	ذکار احمد صاحب فیو الہ آباد	۱۰۳	اکندری بازار	۱۱۰	اسٹیشن کی قواعد	۱۱۰	ہلکے کا بیغ	۱۱۰
حالات مولانا شاہ عبدالغنی	۱۰۳	یونیورسٹی	۱۰۳	کوچہ عالم چند دکانی انارو	۱۱۰	گلی باغ دیوار	۱۱۰	کیشی	۱۱۰
صاحب خلیفہ الدین بہادر	۱۰۳	نواب جنتی اسم علی اصحاب	۱۰۳	چھتہ پرب سنگ	۱۱۰	سرے دواکان دکان	۱۱۰	اسامہ مہربان افسر لکھی	۱۱۰
مولانا محمد اسماعیل صاحب	۱۰۳	نواب شرف الدین صاحب	۱۰۳	بایں صاحب پانچ گلوں	۱۱۰	سنگ نام کوئل اور پتھر	۱۱۰	حالات سحر دینو دیو گھس	۱۱۰
رحمہ اور دیگر حالات	۱۰۳	گلی ارجان	۱۰۳	کلیج میں پیش کش	۱۱۰	صاحب شریک چاک کاسکان	۱۱۰	بہادر دیشی کشن پریست	۱۱۰
تراہر پتلی قبر	۱۰۵	چھتہ آغا جان دکان محل	۱۰۵	لالہ سلطان سنگ صاحب	۱۱۰	کیمبرج مشن ہٹی	۱۱۰	ذکر مشرف علی صاحب	۱۱۰
نواب علیہ الدین خان	۱۰۵	مدرسہ حضرت مولانا شاہ علی گڑھ	۱۰۵	میوئل کشن	۱۱۰	مولوی حفیظ الدین صاحب	۱۱۰	بہادر سکرتری میوئل لکھی	۱۱۰
صاحب عرف بدین صاحب	۱۰۵	صاحب علیہ الرحمتہ	۱۰۵	نواب لکھنوی بخش اور لکھی لوالہ	۱۱۰	پھول شاہ کاسکان	۱۱۰	تفصیل سات جیمیلین پتہ	۱۱۰
خلیفہ نواب حمزہ علی صاحب	۱۰۵	ذکر مولانا شاہ علی گڑھ صاحب	۱۰۵	نواب امین الرحمن صاحب	۱۱۰	سبزی منڈی	۱۱۰	مچی ناہا دکان کشن پریست	۱۱۰
مدرسہ مولانا شاہ محمد علی	۱۰۵	مہاجریت اللہ خضر حالات	۱۰۵	بابو راج نرین صاحب	۱۱۰	بلخ محلہ انجن - روشن آرا	۱۱۰	ایڈورڈ ہفتم	۱۱۰
محمد سنی والوں	۱۰۵	کاتب الحرم	۱۰۵	پیر شریٹ لالہ	۱۱۰	مزار حضرت بابو اندرہو	۱۱۰	ٹائون ہال	۱۱۰
نگ محل	۱۰۵	جان سہی کاشانی دروازہ	۱۱۰	راہ بہادر لالہ کشن لالہ	۱۱۰	چھٹی نویسی کا بیغ	۱۱۰	پبلک لائبریری	۱۱۰
جانب شہزادہ شہزادہ مزار	۱۰۵	پایہ والوں کا بازار	۱۱۰	صاحب سکر اور دینو پتلی	۱۱۰	شاہ فرہاد صاحب علی الرحمتہ	۱۱۰	عجاب خانہ	۱۱۰
کیوان شاہ بہادر گکافی	۱۰۵	درج خضر لکھی	۱۱۰	کشن اور نیری جیو پریست	۱۱۰	کا مزار حالات	۱۱۰	سنگین باقی	۱۱۰
حکیم صادق علی صاحب	۱۰۵	شفا خانہ مہکاری	۱۱۰	سب شرف الدولہ	۱۱۰	حضرت شاہ آفاق صاحب	۱۱۰	سنگ مہر کا مزار شاہزادہ پتلی	۱۱۰
گھر بگش	۱۰۵	دھرم پورہ	۱۱۰	تونی دروازہ	۱۱۰	علی الرحمتہ کا مزار حالات	۱۱۰	ملکہ مظفر قیسوہ سنگ کا پتہ	۱۱۰
محلہ چاندنی محل	۱۰۵	جینین کا ٹامندر	۱۱۰	ہندو کلچ	۱۱۰	شاہ عبدالرزاق علی الرحمتہ	۱۱۰	نئی شکر	۱۱۰
شہزادہ امیر الملک بلقی	۱۰۵	ریٹ کا کنواں	۱۱۰	لندن ٹیکٹ ہٹی	۱۱۰	کا مزار حالات	۱۱۰	نقشہ گندہ گھر و ٹائون ہال	۱۱۰
صاحب گکافی	۱۰۵	حالات خانقاہ بہادر شمس العلامی	۱۱۰	پتھر والا کنواں	۱۱۰	حافظ عبدالرحمن صاحب	۱۱۰	خجروہ	۱۱۰
چاندنی محل	۱۰۵	مولوی شمس الدین صاحب	۱۱۰	آپا لنگا دھرم کا شوالہ	۱۱۰	قادی علیہ الرحمتہ کا مزار	۱۱۰	حوض والی مسجد	۱۱۰
شہزادہ اسکول	۱۰۵	ایل ایل ڈی	۱۱۰	سرو گویں کا مندر	۱۱۰	شیخ سبحان بخش صاحب کا	۱۱۰	گلی حاجی علی جان صاحب	۱۱۰
حویلی مزار حجہ بنت بہار	۱۱۰	دریہ بنگال	۱۱۰	سکھو کل مندر	۱۱۰	ناتھ بروک پتلی	۱۱۰	گکاشی پنا لال صاحب	۱۱۰
تراہر بہارم خان	۱۱۰	لال مسجد	۱۱۰	کوٹوالی	۱۱۰	ننگر گدہ کا مندر	۱۱۰	گڑھ خضر بخش	۱۱۰
محلہ خشتی اکرام الدین بنان	۱۱۰	کوچہ باقی بیگم	۱۱۰	سنہری مسجد کوٹوالی	۱۱۰	راہہ اشوک کا مندر	۱۱۰	گوٹھی ڈاکٹر خضر لال	۱۱۰
مرحوم صدر الدین	۱۱۰	مسجد بدال الدین	۱۱۰	مر سہنیہ	۱۱۰	ہندو اشوک کا مندر	۱۱۰	وروشن پورہ	۱۱۰
جناب خان بہادر ڈی	۱۱۰	خان بہادر اکرام الدین	۱۱۰	فوارہ ناتھ بروک	۱۱۰	ہندو اشوک کی کوشی پیر غیب	۱۱۰	حکیم نواب ہان صاحب	۱۱۰
محمد انور خاں صاحب خلیفہ	۱۱۰	سب شرف الدین	۱۱۰	رانا خدیو	۱۱۰	کی دکانہ - پانی کا حوض	۱۱۰	راہے صاحب مال گروہاری	۱۱۰
مردی احسان علی صاحب	۱۱۰	فیوڈیو پتلی	۱۱۰	نقشہ سنہری مسجد مہ بازار	۱۱۰	شک لال حلوانی گندہ والا	۱۱۰	صاحب رکیل	۱۱۰
دانی قی مسجد	۱۱۰	دوکان الف خان سیاحی	۱۱۰	وفوارہ	۱۱۰	شن سکول	۱۱۰	حضرت شاہ صدر جہاں	۱۱۰
مولوی محمد سید علی صاحب	۱۱۰	کوچہ بیٹھ	۱۱۰	اند پست بنگالی سکول	۱۱۰	زانہ ہسپتال مشن	۱۱۰	علی الرحمتہ کا مزار	۱۱۰
بہادر سہی علی	۱۱۰	جینین کا چھوٹا مندر	۱۱۰		۱۱۰	کوشی حاجی علی جان	۱۱۰	محمد فرہاد شاہ عالم صاحب	۱۱۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و انصلی علی رسولہ الکریم

المفتقر الی اللہ احمد حقیر سید احمد ولی اللہی خلف مولوی سید مغز الدین مرحوم نیرہ مولانا سید ناصر الدین صاحب علیہ الرحمۃ و نواسۃ قطب العارفین سید المفسرین سید المحدثین حافظ آیات رب العالمین حضرت مولانا شاہ رفیع الدین محدث دہلوی خلف فانی فی اللہ باقی باللہ حضرت مولانا مرشدنا شاہ ولی اللہ صاحب قدس ہمارا ہم در رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین عرض کرتا ہوں کہ مجازی بادشاہوں کے تاریخی حالات بیان کرنے اور کسی ملک یا شہر کی سوانح عمری لکھنے سے پہلے خدا کی حمد و ثناء جو سب سے بڑا اور حقیقی بادشاہ ہے جس نے اول تمام عالم کو پیدا کیا اور سیدھی راہ چلائے۔ طرز معاشرت سکھائے۔ باہمی معاملات بتائے کھلئے بڑے بڑے منتظم مدبر حاکم بھیجے جنہوں نے خدائی قانون کو مدلل اور محکم طور پر لوگوں کو سمجھا دیا اور وہ حکم عدویاں جو ناواقفی اور جهالت کی وجہ سے وقتاً فوقتاً لوگوں سے ہوتی رہیں عمدہ طریقہ سے دفع کرتے رہے خصوصاً ہمارے بچے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کا ظہور سب سے آخر میں ہوا تمام نبیوں اور رسولوں سے سبقت لیکئے اور رحمۃ اللطیفین۔ رسول اللہ۔ خاتم النبیین کا خطاب حاصل کیا جو وقت و بارگاہی سے طلبی کا حکم صادر ہوا و منسلک شدہ قوانین اور سابق مشلوں اور گزشتہ نظیروں کا مجموعہ خلفاء کو سوچ کر ہر خصوصی میں پہنچ گئے جب تک خلفاء کا زمانہ رہا تیس برس تک وہی دستور العمل جاری رہا اسکے بعد ذاتی سلطنتیں شروع ہوئیں قدیم قانون کی پابندی ہنگ کا باعث سمجھی جانے لگی پاس شدہ امور میں تغیر پیدا ہوا انسان کی بجمین طبیعت کے درجہ و طرح ایک حالت پر رہنا پسند نہ کرتی تھی جامہ میں نہ سمانی اور نہ چٹھہ پر کار روایاں کرنی شروع کیں۔ یہاں تک کہ ہر ملک۔ ہر شہر۔ ہر قصبہ۔ ہر گاؤں پر اسکی کاپی کا بودا اثر ظاہر ہوا اور ہر جزیرہ کے انقلا کا پورا غور نہ بنگئی۔ ایک دلی ہی دیکھو کتنا اثر وقت کا شہر ہے گزرا بیخ کے دیکھنے سے معلوم ہو گا کہ دلی کا تغیر بالکل زمانہ کا صحیح نمونہ ہے۔ گو وقت میرا اصلی مقصود یہ نہیں کہ دلی کی مبطوات سن لکھوں اور اسکے تمام حالات ایک ایک کر کے قلمبند کروں کیونکہ مجھے پہلے سے

گوریاں بادہ ہا خورند و رفتند بتی خمانہ ہا کر وند و رفتند

البتہ ۱۸۵۷ء سے ۱۸۵۸ء تک کے وہ واقعات جو شاہجہاں آباد اور اسکی موجودہ حالت سے تعلق رکھتے ہیں مجموعی حیثیت سے بیان کے قابل نظر آتے ہیں اور خصوصاً ایسے موقع پر کہ شہنشاہ بننا پڑا

[illegible]

ہشتادو ہستاجلا آیا مگر پھر اسکی آن بان نالی ہے سہ گرنے میں بھی زلف اسکی بنائی ہے
 اس شہر میں راجہ جہنم سے لیکر اسے پتھور اتک مختلف قوموں کے ایک سو بیالیس راجہ
 مدی نشین ہوئے اور ہر راجہ اپنے زمانہ میں قلعے اور عمارت بناتا رہا مگر کہ عمارت نہ ساخت
 بُرا قلعہ جو شاہجہاں آباد سے دو ڈھائی کوس جنوب کی طرف واقع ہے راجہ سوکھا
 نا تعمیر بنائے میں۔ بعضہ کہتے ہیں کہ سمندر میں راجہ اند پال نے اس جگہ قلعہ بنایا
 ۱۔ بعض کہتے ہیں کہ راجہ انگ پال کی تعمیر ہے مگر ممکن ہے کہ اسی جگہ کے بعد مگر
 ایک نے قلعہ بنایا ہو یا سب نے اسی کی دستی کی ہو اس وقت قدیمی عمارت کا کوئی نشان
 معلوم نہیں ہوتا مگر ممکن ہے کہ ہایوں نے سترہ ہجری میں جب اس کی تعمیر کرانی تو کچھ
 عجیب نشانات موجود ہوں +

مہرولی۔ غیاث پور۔ قلعہ آباد وغیرہ سب پرانی دلی کے آبادی کے نشانات ہیں
 آخر کار راجہ جسے اس میں قلعہ بنایا اسے پتھور یا پتھی راجہ مانی ہے۔ اس قلعہ کے نشانات
 قصبہ مہرولی میں قطب کی لاٹ کے قریب اب تک نمایاں ہیں اس ۹۹ھ میں ہندو حکومت
 اجمیر اسکا دار السلطنت رہا اور اس کا بھائی کھانڈے راؤ دلی کا حاکم تھا اس کے
 زمانہ میں شہاب الدین غوری کے حملے ہندوستان پر ہونے لگے۔ ۱۱۹۱ء
 میں اُس نے بھٹنڈ فتح کیا اور تمام شہر میں اپنا بندوبست کر کے واپس ہونے کو تھا کہ سرحد
 کے سردار کا عریضہ پہنچا جس کا مضمون یہ تھا کہ اسے پتھور والی اجمیر اپنے بھائی
 انڈے راؤ حاکم دلی کو ہمراہ لے۔ دو لاکھ فوج جرار اور قین ہزار فیصل جگی سے بھٹنڈ
 پہنچا اور ان کو اندھی بھونچال کی طرح چلا آتا ہے۔ بادشاہ نے فوراً مادی کرادی
 جب تک اس ہم کا فیصلہ نہ ہو جائے غزنی کے طرف قدم اٹھانا حرام ہے اور فوراً
 جرار ہمراہ لے کر روانہ ہوا ملاوڑی کے میدان میں دونوں لشکروں کا آمنہ
 منا ہو گیا۔

ت بھر مورچہ بندی اور فوج کی درستی ہوتی رہی صبح ہوتے ہی تمام لشکر کیل ٹانٹے
 سے درست ہو کر میدان میں جم گیا آگے پیچھے دائیں بائیں ہر سردار اپنی فوج
 کو سنبھالے تھا بہادر سلطان زہر بکتر چار آئینہ بستے سر پر خود فولا دی کمر میں شمشیر
 چھانی پشت پر سپر کندھے پر کمان زمین پر گزر گاؤ سردھر کندہ ابریشمی شکار بند

کی تاجپوشی کے دربار کا زمانہ قریب ہر صوف ایک مہینہ باقی تھا اور جس میں تمام دایاں و بائیں مدعو ہیں اس شہر کی موجودہ کیفیت دکھانا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

میر انشا صرف یہ کہ دلی کی موجودہ حالت۔ اسکے اہل کماں کا ذکر۔ اسکی باقی ماندہ عمارات کا تذکرہ ہر مقام کے نقش و ذکر مختصر عبارت میں تحریر کروں جس سے خصوصاً دربار کے ہماؤں اور عواما باہر سے آنیوالوں کو مشہور مقاموں کی میر نہایت آسان ہو جائے اور یہ چھوٹی سی کتاب ان کے لئے ہر موقع کا ایک ہوتا ہوا فوٹو بن جائے۔

مگر قدیم عمارت کے نقش و نگار اور انکے ٹوٹے آتار اپنے اولوالعزم بانیوں کی یاد دلاتے ہیں اور رہ رہ کر گوشہ سوانح کھنچے پر مجبور کرتے ہیں۔ اسلئے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ناظرین کی واقفیت اور دلچسپی کے خیال سے معمولی طور پر اس قدیم دار الخلافہ کے بعض مشہور تاریخی واقعات اور عجائب حالات ابتدائے زمانہ سے موجودہ وقت تک اس طریق پر دکھاوئے جائیں کہ جس سے ہماری کتاب کے پڑھنے والوں کی آنکھوں کے سامنے ایک دفعہ دلی کا تمام نقشہ گزر جائے جو حقیقت نہایت ہی عبرتناک سین ہے اور جسکی نظیر در ملک کے صفحات تواریخ پر مشکل سے مل سکے گی۔

دلی

حقیقت میں ایک لڑکا معشوقہ ہے جو ہر زمانہ میں اپنی دلفریبی کے جوہر دکھاتی رہی ہے۔ اول اہل ہندو اسکی اچھیلیوں کے ولادادہ اور کافر فریبیوں کے شیدائی ہونے اسکے بعد یہ شجہ بان مسلمانوں کی طرف مائل ہوئی اور اپنے تیز نظر سے ایک ایک کا شکار کرنا شروع کیا یہاں تک کہ رفتہ رفتہ جان شاردں کا صرف نام باقی رہ گیا مگر اہل اسلام کی سچی محبت اور دلی توجہ خالی نگئی چند ہی روز میں اسکی حالت خواب اور ناگفتہ بہ ہو گئی اور یہ ہر وقت اپنے گزشتہ جاں مانوں کے فراق میں آٹھ آٹھ آنسو رونے لگی اسکے پڑنے خیر خواہ قدیم پھر دو جوہر سے اسکی دلفریبیوں کا متوالہ بنا ہوا تھا رحم آیا اور اسنے عنایت بخشی اور دلا سے دیگر نہایت محبت اور تپاک سے اسکو اپنے آغوش میں لیا جس سے اسکی حالت از سر نو درست ہوئی اور دلی پھر دلی ہو گئی۔

اسکا پہلا نام اندر پرست ہے۔ اس میں راجہ اندر کے جشن ہوا کرتے تھے وہ ہمیشہ دان پن کیا کرتا تھا۔ اسی وجہ سے ہندوؤں کے بوجاری لوگ اس میں پوجا پاٹ کرنے کو اپنا فخر سمجھنے لگے اور اندر پرست مہنسا یعنی دلی کے نام سے مشہور ہوا یہ شہر ہمیشہ سے راجاؤں اور بادشاہوں کا دار السلطنت رہا اور اسی وجہ سے برابر تاخت و تاراج ہوتا اور ایک جگہ سے دوسری جگہ

بڑھا اور نہد سرسوتی کونج میں ڈال دونوں لشکر پڑے۔ پر تھی راج نے ایک خط
کہ سپہ سالار اسلام گوہاری جبرار فوج کا حال معلوم ہوا ہوگا۔ بہتر ہے کہ جوانوں کی جوا
ران کے ماں باپ کے بڑھاپے پر رحم کر کے یہیں سے پھر جائے ہم بچا کر لے
ورنہ یاد رہے کہ ایک جاندار اس میدان سے جیتا نہ جائے گا۔

شہاب الدین نے نہایت دھیما ہو کر جواب لکھا کہ راجہ نے جو صلاح دی عین شفقت
ہے مگر اس لشکر کشی میں مجھ کو کیا اختیار۔ بھائی کو دکھتا ہوں اُن کے حکم کا منتظر ہوں۔
راجہ کے پاس یہ جواب پہنچا تو تمام اہل دربار ہنس پڑے اور لشکر میں کج کے شادیاں
بجھنے لگے اور سب نچنت ہو کر راگ رنگ میں مشغول ہو گئے۔

ادھر شہاب الدین نے سرشام فوج کو کمر بندی کا حکم دیا اور خیمہ اُسی طرح قائم رکھے
اور راتوں رات کئی کوس کا چکر دیکر دیا پار اُتر گیا صبح کو راجہ کے لشکر میں کوئی متوجہ بھی نہ
اُٹھا تھا کہ دفعہ پہلو میں آدما نہ جنگی برج ٹٹ لگا اس دن اس سے کرتالی جھونکی کی سونے
جاگتے سب اُچھل پڑے تمام فوج میں کھلبلی مڑ گئی مگر راجہ نے ہوش حواس درست کر کچھ فوج
نیا کر کے سامنے لی اور باقی انبوه کو سمیٹ ساٹ بھر میدان میں لا جایا۔ ادھر
شہاب الدین نے فوج کے چار حصہ کر چار سپہ سالاروں کے ماتحت کر دیئے کہ باری باری
سے جائیں اور جان لڑائیں۔ راجوت نہایت جی توڑ کر لڑے عین گھمان میں شہاب الدین
علت کی صورت بنا کر پیچھے ہٹا حریف نے بیچا کیا۔ جب اُس کی جمعیت پریشان اور
بے انتظام ہو گئی تو اُس نے دوسرے غول سے تانہ دم حملہ کیا مگر راجہ کی فوج بے شمار تھی
سلئے کچھ مطلب نہ نکلا۔

جب ٹھیک دوپھر ہوئی تو برقی راج ایک سو پچاس راجہ ساتھ لیکر درخت کے سایہ میں آیا
اور سب نے تلواروں پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائی اور ایک ایک پیالہ شربت کا پی تلمسی کی پتی زبانا
پر رکھ کبیر کے پکے پیشانیوں پر دیکھے۔

ادھر شہاب الدین بھی باہر ہزار سپاہی جن کے سروں پر فولادی خود جاہرات
سے مرقع دھرے تھے ہمراہ لیکر جدا ہوا۔ اول خود تاج شاہی اُتار کھن سر سے باندھا پھر
شمیر اصفہانی کھینچ اُس کا میان توڑ کر پھینک دیا۔ بادشاہ کا یہ حال دیکھ کر سب نے کھن
سر لپیٹ لئے اور پانی تلواریں کھینچ ڈالیں منہ میں لے اس طرح جوش میں آکر حملہ کیا کہ اپنی جگہ

۲۰
 ۱۰ دیزاں علم کے سایہ کے نیچے نیزہ تانے کھڑا تھا اور عربی گھوڑا سپر پوسٹ پلنگ کی پاکھر پیڑی
 مٹی رانوں میں سے نکلا جاتا تھا اور حریف بھی نوک نیچے سے درست ہاتھی پر بیٹھا دونوں
 لشکروں کو غور سے دیکھ رہا تھا آخر وہ نہ سکا اور تڑپ کر ہاتھی سے کود گھوڑے پر سوار ہو
 سپاہگری کا بانگ بن دکھاتا بھالے کے ہاتھ نکالتا سرداروں کے سامنے آیا اور لشکر کو
 کا دل بڑھانے لگا۔ اور صر شکر شاہی کے بائیں ہاتھ پر جو افتخار پر اجماع کھڑے تھے
 آگے بڑھے اور غلیجیوں نے بھی باگیں لیں گر راجپوتوں نے متفقہ قوت سے وہ زبردست
 حملہ کیا کہ شاہی فوج کے بہادر پتیرا بھول گئے اور پیچھے ہٹنے لگے۔ غلیجیوں کے برے
 نے گھونگٹ کھایا اگر سپہ دار نے سپہ قلب میں اسی طرح جما ہوا تیر پر تیر چلانا اور شہاب شاقب
 پر سنا رہا اچانک ایک مصاحب نے خبر دی کہ لشکر فرار ہو گیا اب حضور کس کی راہ دیکھتے ہیں
 گھوڑے کی باگ پھیر بیٹے یہ سنتے ہی بادشاہ شعلہ کی طرح بھڑک اٹھا اور غصہ میں آگ بگولا
 ہو گیا اور یہی ہی ٹوٹی چھوٹی فوج کو لٹکا را اور گھوڑے کو ڈٹا کر بجلی کی طرح دشمن پر چاڑھا
 نیزہ دھوار سے گذر کر خیر اور کٹار پر نوبت آئی کھانڈے راؤ کی نظر اچانک بادشاہ پر پڑی
 گٹاری تو لگ گئی فوراً اپنے فیلبان کو آواز دی کہ خبردار جانے نہ پائے اُس نے ہاتھی کو زبلا
 شہاب الدین بھی چمک کر اس طرح جھپٹا کہ گھوڑے کے دونوں ہاتھ ہاتھی کے متک پر بیٹھے
 اور ہاتھی کے منہ میں ایسا نیزہ مارا کہ کئی دانت ٹوٹ گئے مگر خود بھی زخم کاری کھایا ڈنگا کر
 گھوڑے سے گرا چاہتا تھا کہ ایک غلام باو فاجست کر کے پیچھے جا بیٹھا اور گھوڑا اڑا کر برق
 کی طرح نظروں سے غائب ہو گیا اور تمام بھاگا بھٹکا لشکر لاہور میں جمع ہوا۔ بادشاہ
 لاہور کا انتظام کر کے غزنی کو روانہ ہوا اور دھما گئے والوں کے منہ میں نہ تو برے
 چڑھا کر تشہیر کرایا اور راجہ سے بدلہ لینے کی تدبیریں کرنے لگا دوسرے ہی بار میں
 ہزار سوار نیکر دو باراد کی کی طرف چلا۔ لاہور میں پہنچ کر راجہ کو نامہ لکھا کہ میں اپنے
 بڑے بھائی کے حکم سے جو خراسان سے پنجاب تک کا بادشاہ ہے فوج لیکر اس طرف
 آیا ہوں۔ برہمچی راج کو جو ہندوستان کے راجاؤں میں مہاراجہ ہے لکھا جاتا ہے
 کہ وہ بادشاہ کی اطاعت قبول کرے +

جب یہ مراسلہ راجہ کی نظر سے گذرا تو بہت کچھ بیچ و تاب کھایا اور جواب میں کھڑے
 لفظ لکھے اور تین لاکھ راجپوتوں کا لشکر لے مقابلہ کو روانہ ہوا اور شہاب الدین بھی

کے موجود ہے ؟

ناصر الدین محمود ۱۲۳۹ء میں ہیرام شاہ اسکے بعد علاء الدین محمود پھر کچھ دنوں بعد سلطان ناصر الدین محمود

تخت نشین ہوا۔ اسے تھورا کے قلعہ میں قصر ہزار ستون بنایا۔ میں برس سلطنت کی غیاث الدین بلبن
سکا وزیر نہایت بیدار مغز اور رعایا پر درگھا اسنے شہر کو رونق دی۔ رعایا کو خوش کیا اور ناصر الدین کے بعد

غیاث الدین بلبن ۱۲۴۰ء میں غیاث الدین بلبن خود بادشاہ بن بیٹھا اور ۱۲۴۸ء تک سلطنت کرتا رہا اسنے ایک

قلعہ بنایا اور مرغن نام رکھا اس وقت اسکے کچھ نشانات تو نظر نہیں آتے مگر کہتے ہیں کہ حضرت
سلطان الشانچ کی درگاہ کے قریب تھا اسنے اس آبادی کو غیاث پور کہتے ہیں ؟

سلطان تیمور اسکے زمانہ میں امیر تیمور کے حملے شروع ہوئے اور اپنی حملوں میں اسکا پابا ریشا

محمد شاہ قتل ہوا اور یہ غم اسکی جان لے کر ملا قطب صاحب کی اگلی آبادی کی حویلیوں کے کھنڈر
میں اس کا مقبرہ موجود ہے ؟

لیکھنؤ بلبن کے بعد محمد شاہ کا بیٹا کینھو تخت نشین ہوا مگر لوگوں کی سازش سے معزول ہوا اور ایف خاں

بادشاہ ہوا لیکن چند ہی روز میں کینھو کو سلطنت سونپ کر آپ علیحدہ ہو گیا ؟

کینھو ۱۲۴۸ء میں کینھو بادشاہ ہوا ۱۲۹۰ء تک سلطنت کی بعد دیا قلعہ بنایا کیلو کھڑی

نام رکھا اب اس موقع پر ہایوں کے مقبرہ کے پیچھے چھوٹا سا گاؤں بستہ ہے جس کو موضع

کیلو کھڑی کہتے ہیں ؟

سلطان جلال الدین خلجی ۱۲۹۰ء سے خلجیوں کی سلطنت شروع ہوئی سلطان جلال الدین خلجی بادشاہ

ہوا۔ تقریباً ۱۰ سال بادشاہت کی کو شک محل بنایا۔ جس کے کچھ نشان حضرت سلطان الشانچ

کی درگاہ کے پاس بتاتے ہیں ؟

سلطان علاء الدین خلجی ۱۲۹۶ء میں علاء الدین خلجی بادشاہ ہوا۔ اسنے ایک قلعہ بنایا سرے نام کیا

قطب صاحب کو جاتے ہوئے بائیں جانب اس کے نشانات نظر آتے ہیں قطب کی لاٹھ کے مقابل

ایک لاٹھ اور ہوائی شروع کی اور اُس سے بھی اونچی کرانی چاہی مگر پوری نہ ہونے پائی۔ ٹوٹی چھوٹی

اب بھی موجود ہے۔ اس جلیل القدر بادشاہ کی قبر مسجد قوۃ الاسلام کے پہلے درجہ کے پیچھے جو اور

در مسجد کے سے نظر آتے ہیں اسکے جنوبی گوشہ میں ایک ٹوٹے سے کھنڈر میں واقع ہے ؟

مبارک شاہ شہو سلطان خٹمر ۱۳۰۰ء میں مبارک شاہ تخت نشین ہوا خسرو خان کو دہلیز بنایا اسنے بادشاہ

کو مراد والا اور ۱۳۰۳ء میں خود بادشاہ بن بیٹھا اور سلطان خسرو کے نام سے مشہور ہوا

جسے کھڑے تھے بالیک اراتے خاص لہجہ کے قلب لشکر میں جا کر دھواں دھار ہو گئے اور جو
جو سر لشکر اور دھڑ دھڑ رہے تھے وہ بھی دائیں بائیں زور دیکر گرے اس گھمان کا رن
پڑا کہ دم کے دم میں ہزاروں کا بھیت پڑ گیا راجہ کی فوج کو شکست ہوئی کھانڈے راو
مارا گیا اسے پتھور اور یاسے سر سوتی کے کنارہ گرفتار ہو کر مارا گیا راجہ جتوڑ قتل ہوا
تمام فوج تباہ ہو گئی۔

بادشاہ نے راتوں رات لاہور غزنوی کو فتح سے روانہ کر کے دوسرے دن لشکر کا
کیا اور آگے روانہ ہوا اچیمیر کو فتح کرتا ہوا دلی میں آیا۔ برہمچاری راج کے تھانہ جگہ مسعود اللہ
کی پناہ دلی اور اپنے عزیز غلام قطب الدین ایک کو دلی کا فرزند مقرر کر اور دھڑ دھڑ جاد
ساج بخشیاں کرنا اور کچھ اپنے حاکم بٹھاتا ہوا دلی سے لاہور کو روانہ ہوا۔
اور پھر غزنوی کو چلا گیا۔

سلطان قطب الدین ایک قطب الدین ایک دلی کا بادشاہ ہوا اور قلعہ پر شاہی بھر دوارے
اس نے اسے پتھور اور قلعہ میں قصر سفید بنایا جس کا اب نشان نہیں۔ سنہ ۶۰۲ کے قریب ایک
مینار کی تعمیر شروع کی جو اب قطب صاحب کی لاٹ مشہور ہے۔

آرام شاہ اس کے بعد آرام شاہ بن قطب الدین تخت پر بیٹھا مگر آرام طلب تھا ایک سال کے بعد

سلطان شمس الدین التمش شمس الدین التمش نے جو قطب الدین کا غلام تھا اور پھر داماد

ہو گیا تھا آرام شاہ کو معزول کر کے خود سلطنت سنبھالی شمسی تالاب بنایا جو ٹوٹا پھوٹا اب

بھی موجود ہے۔ قطب مینار کو بہت اونچا تعمیر کرایا اور اپنے آقا یا پیر قطب الدین کے نام قطب

مینار نام رکھا اور سجدہ کو نہایت دی یکجہش برس سلطنت کی حضرت قطب الدین بختیار کاکی

علیہ الرحمۃ سے بیت کی اور دو سال کے بعد اپنے ہاتھ سے غل دیا۔ کہتے ہیں کہ اسکو سلطنت حضرت

خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ کی دعا سے ملی یہ بادشاہ کبھی بے وضو نہ رہتا تھا رات کو

وضو کرانے کے لئے خدمتگاروں کو نہ جگاتا۔ مال سلطنت کو اپنے اوپر حرام سمجھتا۔ کلاہ و زنجی

یا تاجر کی اجرت سے غور و نوش کرتا شریعت کا پابند تھا اس کے زمانہ میں فرامیر وغیرہ کی قطعی

مانعت تھی اس کا مزار قطب مینار کے قریب موجود ہے۔

سلطان رضیہ بیگم شمس الدین التمش کی بیٹی سلطانہ رضیہ بیگم تخت پر بیٹھی۔ مہر دلی میں

قطب صاحب کی درگاہ کے پاس یہی باولی مشہور ہے اور رضیہ بیگم کا مزار بیگلی خانہ قریب سلطان سجد

بادشاہ کی قبر ہے +

مبارک شاہ ۱۲۲۱ء میں اس کا بیٹا سید مبارک شاہ بادشاہ ہوا۔ محلہ مبارک آباد بنایا جو منصور کے مقبرہ کے سامنے تھا اب اس جگہ گاؤں بستا ہے اور مبارک پور کو ملکہ کہتا ہے +
 سادات میں سے ۱۲۳۵ء میں سلطان سید محمد شاہ اور ۱۲۴۵ء میں سلطان سید علاؤ الدین یہ دو بادشاہ اور ہوئے اس کے بعد لودھی خاندان کو عروج ہوا اور۔

بہلول لودھی ۱۲۵۸ء میں بہلول لودھی بادشاہ ہوا۔ دلی کو از سر نو درست کیا اہل مقبرہ روشن چراغ دہلی کے پچھوڑے واقع ہے +

سکندر لودھی ۱۲۸۸ء میں سکندر لودھی تخت نشین ہوا۔ اگرہ کو دار السلطنت بنایا۔
سلطان ابراہیم لودھی ۱۳۱۸ء میں سلطان ابراہیم لودھی تخت کا مالک ہوا۔ اس کے وقت

میں امیروں کو خوف پیدا ہوا دولت خاں حاکم مٹان نے اپنا بچاؤ نہ دیکھ کر افغانستان سے ظہیر الدین بابر کو بلایا اس نے ۱۳۲۴ء میں آتے ہی پہلے لاہور بچوٹکا پھر دیپال پور والوں کو قتل کرتا ہوا سرہند کے قریب آپہنچا اس عرصہ میں دولت خاں نے بد عہدی کی اور باغی ہو کر پہاڑوں میں بھاگ گیا +

گو بابر دلی کا قری اور ارادہ کا مضبوط تھا مگر مصلحت وقت سمجھ کر کابل کو لوٹ گیا اور پھر بہت جلد ہندوستان کی فتح کا ارادہ کیا بارہ ہزار سوار لیکر پہاڑوں میں دولت خاں کو مغلوب کرتا ہوا ۱۳۲۶ء میں پانی پت پہنچا۔

دلی کا بادشاہ ابراہیم لودھی اس کے کوچ کی خبر سنا پہلے سے پانی پت میں مورچہ بندی کر چکا تھا۔ اور ایک لاکھ سوار پیادہ اور ہزار ہاتھیوں کی جمعیت سے مستعد تھا۔ لودھی کی کثیر فوج کے سردار بابر کا قلیل لشکر دیکھ کر بغلیں بجانے لگے۔ مگر بابر کے بہادر لوگ لودھی کے ٹڈی دل کو مطلق خاطر میں نہ لاتے تھے اور کھوٹی ڈھکے کے سہارے بل مارتے تھے +
 جس وقت دو نو لشکروں کا سامنا ہوا لودھی کی فوج بخت کے ساتھ آگے بڑھی اور اس تھوڑی سی جماعت کو لاشے مچھ بکھ بادل کی طرح چاروں طرف سے گھیر لیا مگر بابر کے برق رفتار لشکر نے دشمن کی فوج پر وہ بجلیاں گرائیں کہ تھوڑی دیر میں کافی کی طرح بھٹ کر الگ ہو گیا اور ابراہیم لودھی ۱۶ ہزار فوج کے ساتھ مارا گیا اور بابر نے دلی ظہیر الدین بابر بادشاہ میں آ کر تخت شاہی پر جلوس فرمایا اور اپنے دلی عہد سہایوں کو اگرہ

غازی بیگ تعلق نے جو لہان کا صدر چارٹھا چڑھائی گئی اور ۱۳۲۷ء میں خسرو خاں کو قتل کر آپ تخت پر بیٹھا اور سلطان عیث الدین تعلق نام رکھا بلکہ گدہ کے قریب ایک شہر اور قلعہ بنایا تعلق آباد نام رکھا اسکے ٹوٹے پھوٹے نشانات شاہجہاں آباد سے جنوبی طرف (۹) کوس کے فاصلہ پر اب بھی موجود ہیں اور اسی ویران قلعہ کے پاس مغرب کی طرف اس کا مقبرہ ہے +

سلطان محمد تعلق ۱۳۲۷ء میں اسکا بیٹا سلطان محمد تعلق عرف الف خان عادل شاہ بادشاہ ہوا اور خونی مشہور ہوا تعلق آباد کے پاس مسجد بنائی عادل آباد نام رکھا اس کو عمارت ہزارستون کہتے ہیں اسکے زمانہ میں دلی کی حالت خراب ہوئی دیوگدہ دارالسلطنت بنا +

فیروز تعلق ۱۳۷۷ء میں فیروز تعلق بن محمد تعلق بادشاہ ہوا اور سلطان فیروز شاہ مشہور ہوا فیروز آباد بسایا۔ ایک قلعہ بنایا جواب نامیدہا ہے۔ ایک اور عمارت بنائی اس پر پتھر کی لاٹھ لگائی اسکے کھنڈر اب تک لب دریا موجود ہیں اور لاٹھ بھی قائم ہے اس کو فیروز شاہ کا کوئلہ کہتے ہیں۔ یہاں کئی بزرگوں کے فرار ہیں +

فیروز شاہ ایک خوش وضع اور دلچلایا بادشاہ تھا عیش و عشرت کے بہت سے سامان کئے۔ قطب صاحب کے بھرنے کا بند نہایت خوشنما بنوایا۔ اس میں شمس تالاب سے پانی لٹا تھا اور تعلق آباد کے قلعہ کی خندق میں گرتا تھا +

سلطان جی کی مسجد میں جو کٹورہ لٹکتا ہے ۱۳۷۷ء ہجری میں اسی بادشاہ نے چڑھایا حضرت چراغ دہلی علیہ الرحمۃ کی درگاہ اسی نے بنائی بدیع منزل تعمیر کرایا جواب نئے منڈل کے نام سے مشہور ہے اسکے نشانات قطب کے واسطہ میں صفحہ جنگ یعنی منصو کے مقبرہ کے آگے نظر آتے ہیں +

سلطان عیث الدین ثانی و ۱۳۷۸ء میں سلطان عیث الدین ثانی تخت پر بیٹھا اور ۱۳۹۲ء میں سلطان جاپو شاہ و سلطان محمود سلطان جاپو شاہ اور اسکے بعد سلطان محمود بادشاہ ہوا۔ دلی میں اتہری پھیلی لیسر تپوڑ چڑھائی کر کے دلی پر قبضہ کیا محمود ہجرت کی طرف بھاگا امیر تیمور سولہ دن دلی رہ کر وطن مالون کو روانہ ہوا۔ سلطان محمود بھرو دلی میں آیا اسکے انتقال کے بعد سیدہ خضر خان حاکم لہان

خضر خان نے دلی پر قبضہ کیا اور ۱۳۹۷ء میں تخت پر بیٹھا اور اپنے آپ کو امیر تیمور کا نائب سمجھ کر کیا لب دریا قلعہ بنایا۔ جسکے نشانات ناہید ہو گئے۔ البتہ اسی جگہ خضر کی گمٹی کے نام سے ایک معمولی عمارت کے کھنڈر موضع اوکھلہ کے متصل موجود ہیں۔ غالباً وہ اس

طرف سواروں کے برے چائے ۛ

صبح ہوتے ہی چٹھانوں نے بابر کی فوج کے میمنہ میسر کو اکھیرا مگر توپ خانہ والوں نے وہ فیر کئے کہ دھوئیں اڑا دیئے۔ گو مخالف نے مرہٹ کر دو چار حملہ کئے مگر کہاں تک آجی چھوڑ دیا۔ بابر نے میدان کا رنگ بدلا دیکھ کر دودھ سے فوج بہا رہے ایک دم دھاوا کر دیا اور اتنا سخت حملہ کیا کہ چٹھانوں کو چھٹی کا دودھ یاد آ گیا۔ آخر سب کو نوک دم بھاگنا پڑا ۛ

یہ بہادر بادشاہ بیس بیس کاہل میں حکمران رہا۔ اس کے بعد دلی کو پائے تخت بنایا اور پھر چند سال کے بعد عدم کو روانہ ہوا ۛ

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جس وقت بابر نے دلی پر قبضہ کیا تو اپنے صاحبزادہ ہمایوں کو اگرہ روانہ کیا۔ ہمایوں جبوقت اگرہ پہنچا تو بے تکلف قلعہ میں داخل ہوا۔ اور دروازوں کا بندوبست کر فوراً فضیلوں پر فوج پھیلادی۔ لیکن فوج کی ضعیف والدہ دو تین یتیم بچے ساتھ لئے حاضر ہوئی اور غلامیکر ایک پیش قیمت لعل نذر کیا۔ ہمایوں نے شامانہ مراعات فرمائی اور مجلس راہ میں بھجوا دیا اور خود نوش کے لئے ایک معقول رقم مقرر کی ۛ

ہمایوں بادشاہ جب بابر کا انتقال ہوا تو ہمایوں مستقل بادشاہ ہوا اور تخت نشینی کا جشن کیا اور ول کھول کر سیم زر لٹایا۔ اتنے خوان اور کشتیاں بھر بھر کر تقسیم کیں کہ تخت نشینی کی تالیخ گشتی رہ ہو گئی۔ اس کے بعد بھائیوں کو ملک عنایت کئے۔ دلی کو از سر نو آباد کرنا چاہا قلعہ کی تعمیر کرائی جوین پناہ نام رکھا۔ چند روز کے بعد ملک گیری کا شوق ہوا وکن میں پہنچا آج یہ قلعہ لیا کل وہ شہر فتح کیا اسی طرح ہر طرف فتح کے نشان اڑاتا پھرتا تھا کہ شیر خاں نے بنگالہ پر حملہ کرنے شروع کئے ہمایوں یہ خبر سنا کہ ادھر پہنچا ادھر بھائیوں نے لوٹ کھسوٹ شروع کی۔ ایک ہمایوں دودھ بلانہ میں مبتلا ہو گیا۔ آخر شیر خاں کو شکست دیکر اگرہ کو روانہ ہوا۔ بھائیوں کو نصیحت آمیز نام لکھے مگر وہ کس کی سنتے تھے کانوں کان اڑا گئے ۛ

برسات کا موسم نہی نالے چڑھے ہوئے دور دراز کا سفر نہج پہنچ ہو کر فوج ادھر ادھر ہونے لگی شیر خاں موقع پا کر ننگ کی طرح آگودا۔ اور عیاری سے بادشاہ کو گونہ اطمینان دلا کہ انجاک حملہ کر دیا۔ فوج تو پہلے سے شکستہ دل تھی بھاگ نکلی جدھر جس کا منہ اٹھا چلا گیا۔ رہی سہی دریا میں کود پڑی۔ کچھ کچھ اور دلدل میں پھنس گئی ہمایوں نے دریا میں گھوڑا ڈالا۔ مگر منجھ ہا میں پہنچ کر غوطے کھانے لگا۔ بادشاہ نہایت حیران پریشان ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اپنا تک دیکھا

روانہ کیا ۲۵ء میں رانا سالگا کو شکست دی اور ۲۸ء میں چندری کو فتح کیا پھر
بنگال پر قبضہ کیا +

بابر اپنی سوانح عمری میں فخریہ بیان کرتا ہے کہ سلطان محمود غزنوی اور
شہاب الدین غوری نے جب ہندوستان پر حملے کئے تو ان کے ساتھ فوجیں بھی زیادہ
تھیں اور اُس وقت اس ملک میں متعدد چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں اس صورت میں
ہندوستان کو فتح کرنا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ اور مجھ کو دیکھئے کہ میں نے صرف بارہ ہزار
سوار سے اُس وقت میں کہ جب ہندوستان میں ایک جانب تو ابراہیم لودھی اور دوسری
طرف رانا سالگا بڑے قوی دشمن مقابلہ پر تھے اس ملک کو فتح کیا اور اپنی سلطنت قائم کی
ہم بابر کے اس قول کو نہایت وقت اور عظمت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ بے شک وہ
بڑا بہادر اور مستقل مزاج بادشاہ تھا۔ ابراہیم لودھی کی لڑائی اُس کی بہادری کی بڑی دلیل
ہے اور اُس کی مستقل مزاجی کا کافی ثبوت یہ ہے کہ اس کو دشمنوں میں گھر جانے سے کبھی
بدولی پیدا نہیں ہوئی ہر چند مصیبتوں پر مصیبتیں پڑیں مگر کبھی اس کے دل میں بھاگ جانے
کا خطرہ نہیں گذرا جس وقت اس نے دلی کا تخت سنبھالا چاروں طرف سے اس پر انگلیاں
اٹھنے لگیں اور ہندیوں اور افغانوں نے سازش کر کے بوا شروع کیا۔ محمود شاہ مقبول
کا بھائی تھا ایک لاکھ کی جمیعت سے مقابلہ پر آمادہ ہوا۔ اور بابر ہر طرف سے دشمنوں کے
نزع میں آگیا۔ دزیروں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ جی چھوٹ گئے بار بار رائے دیتے تھے
کہ بھاگ چلے نکل چلے دریاے سندھ پر چل رہے۔ مگر اس کی غائی ہمتی ہرگز تقاضا نہ کرتی
تھی کہ اتنی بڑی سلطنت یوں چھوڑ دی جائے۔ جب دیکھا کہ سرداروں میں بڑی بھیل
گئی تو نہایت جواغردی سے جواب دیا کہ غیرت کا مقتضایہ یہ ہے کہ اُن سے جنگ کی جائے
اور بیٹھے بٹھائے ملک ہاتھ سے نہ دیا جائے۔ اور فوراً اپنے اُس فعل سے جس کی وجہ سے لوگ
اس کو امام نہ بنتے تھے اعلان کے ساتھ توبہ کی یعنی شراب قطعاً چھوڑ دی اور اُس کے
روپے سنہرے برتن تمام خیرات کر ڈالے۔ بہادر جوان اپنے بادشاہ کو اتنا مستعد دیکھ کر
دشمن پر دانت پیسنے لگے اور تلواریں میاںوں سے نکال کر حکم کا انتظار کرنے لگے۔ بابر کو
اپنے توجہ نہ پر بہت بڑا بھروسہ تھا لہذا اُس نے فوج کو اس طرح ترتیب دی کہ دشمن
کے مقابل تو ہیں قائم کیں اور اُن کے پیچھے پیادے کھڑے کئے اور توپوں کی بائیں

زرنج و راحت گیتی مشو خندان بخان ل کر آئین جہاں گاہی چنایں گاہے چنیں باشند
ہمایون کے دل پر ایسی چوٹ لگی کہ آنسو بھر آئے شاہ ایران بھی آبدیدہ ہوا فوراً اُس کو تپے کو
اٹھا دیا۔ اور دوسری چوکی حاضر ہوئی ایک عرصہ تک اسی طرح گلجھرے اُڑتے رہے جب ہمایون
ضیافتیں کھاتے کھاتے تھک گیا تو شاہ ایران نے نہایت شان و شوکت سے رخصت
کیا اور بارہ ہزار قزلباش کا لشکر ایک جانباز بہادر کی سرداری سے ساتھ کیا۔ اور لگون
کے لئے اپنے شیر خوار بیٹے کے نام سپہ سالاری مقرر کی ہمایون نے بھی وعدہ کیا کہ فتح کے بعد
قندھار شاہزادہ کے نام پر کر کے سلطنت ایران سے متعلق کر دیا جائیگا۔

ہمایون نے ایران سے آتے ہی قندھار فتح کیا پھر کابل اگر کامران کو نکالا اور خود تخت پر بیٹھا
شہر میں خوشیاں منائی گئیں۔ گھر گھر عید ہو گئی۔

اب شیر خاں کا حال سنئے اُدھر تو ہمایون صحرا اور دیاں کرتا ایران پہنچا اور پھر کابل کا حکمران
ہوا۔ ادھر شیر خاں نے دلی میں بیچے جہاڑے اور دلی کا پادشاہ بن کر شیر شاہ کے نام سے مشہور
ہوا۔ پرانے قلعہ کی درستی کرائی شیر گڑھ نام رکھا۔ شیر منڈل بنایا۔ جواب بھی باقی ہے فیروز شاہ
کے کوئلہ سے یہاں تک جہاں اب ہمایون کا مقبرہ ہے جدید شہر آباد کیا اور دلی شیر شاہ نام رکھا
جینانہ کے سامنے اس شہر کا دروازہ اب تک موجود ہے جس کو لال دروازہ کہتے ہیں پہلے کابلی
دروازہ کہتے تھے۔ اس کے زمانہ میں کھاری باولی کی بنا پڑی غدر تک اس کے نشانات
ابھی طرح نظر آتے تھے۔ اب دوکانوں میں دب گئے کچھ کچھ نشان نظر آتے ہیں۔ اب بن گئے بازار
جس کو کھاری باولی کہتے ہیں۔ مسجد فتح پوری کے پاس واقع ہے۔

شیر شاہ نے اپنے زمانہ میں فہ عام کے بہت سکام کئے گنگا سے سندھ تک سڑک بنائی
اس کے دو طرف درخت لگائے۔ دو میل پر سرائیں بنوائیں کنوئیں کھدوائے۔ اس کے انتقال
کے بعد اس کا بیٹا سلیم شاہ تخت پر بیٹھا۔

سلیم شاہ سلیم شاہ نے لب دریا ایک محکم قلعہ بنایا۔ سلیم گڑھ نام رکھا جو اب لال قلعہ سے ملحق ہے۔
کھاری باولی کی تعمیر پوری کی لاہوری دروازہ کی مسجد بنائی جو اب بھی موجود ہے۔ ایک شکار گاہ
تیار کرائی جو نیلی چھتری کے نام سے مشہور ہے اور اب بھی نشان باقی ہے۔

سلیم شاہ چونکہ اپنے باپ جیسا لائق نہ تھا اس کے زمانہ میں سلطنت کو زوال آیا اُس کے
مرنے کے بعد ہندوستان پانچ بادشاہوں میں تقسیم ہو گیا سکندر شاہ بن سلیم شاہ دلی میں

کہ لشکر کا ایک سقہ مشک پر تیرنا چلا آتا ہے۔ ہاتھ اٹھا کر آواز دی کہ اے آبجیات کے فرشتے بہشت کا کام کر ڈیتے کا ثواب لے اور مانگ کیا مانگتا ہے۔ اُس نے عرض کیا۔ دو پہر کی بادشاہت اور پٹھپر ڈال بادشاہ کو کنارہ پر پہنچا دیا۔ بادشاہ نے آگرہ آکر وعدہ وفا کیا اور دو ہی پہر میں اُس نے اپنے تمام بھائی بندوں کو نہال کر دیا۔ اور مشکیں کاٹ کاٹ کر چمڑے کا سکہ چلایا +

چھ مہینے کے بعد شیر خاں نے پچاس ہزار سوار کی جمعیت سے پھر تڑپھائی کی ہمایوں بھی ملکی انتظام سے غافل نہ تھا۔ ایک لاکھ فرج سے مقابل ہوا مگر فقط ہر اولوں میں دو ہاتھ ہو کر رہ گئے ایک مدت تک دونوں کراٹے سامنے پڑے یہ کئی جنگ نہ ہوئی بادشاہ کے لشکر میں لنگی پیدا ہو گئی لوگ ایک ایک کر کے چلنے شروع ہوئے۔ ادھر یوں پڑنے لگی مینہ برسے لگا۔ آسمانی سوار چاروں طرف پھیل گئے۔ ادھر بجلی بیگ تازیانہ اڑاتے ہیں کڑاک کڑاک کر ڈاٹ بٹھاتے ہیں۔ ادھر رعد خاں وہ لٹکار بتاتے ہیں کہ ہماروں کے دل بے جا جاتے ہیں۔ بادل خاں نے اولوں کی وہ گراہیں ماریں کہ رہے سے ہوش اڑا دیے شاہی فرج میں بھگڑ پڑ گئی شیر خاں نے جیت کر ایک ایک دو دو کو نگلنا شروع کیا ہمایوں دریا اتر مشکل سے آگرہ پہنچا +

شیر کے منہ خون لگ گیا تھا چند روز کے بعد پھر آگرہ کا قصد کیا ہمایوں گھبرا کر نکلا سندھ بیکانیر وغیرہ ہونا ریگستان کے صدرے اٹھا تا ایران کی سرحد میں پہنچا۔ شاہ ایران نے جو دم دم کی خبریں لیتا تھا تمام قلمرو میں شاہی حمائی کا انتظام کر دیا۔ اور لکھ بھجیا کہ ہمایوں ہندوستان کا بادشاہ آتا ہے ہر حاکم استقبال کو جائے اور مراٹھ شاہانہ سجالائے تسبیح ہمایوں سیستان میں پہنچا حاکم کو مع فوج سرحد پر حاضر پایا ہمایوں شاہانہ جلوس کے ساتھ شہر میں پہنچا اور بار کیا و ذرا اُمرائے تدریں دیں غرض تمام رستہ ہر منزل پر یہی سامان ہوئے دارالخلافت میں پہنچا تو دو نو بادشاہوں میں بڑے تپاک سے ملاقات ہوئی۔ دھوم دھام سے دعوت ہوئی روز نوروز پہنچے لگا۔ جشن اڑنے لگے۔ سیر و تکار کے جلسے ہوتے رہے +

ایک دن ارباب نشاط حاضر ہوئے مجلس گرم ہوئی۔ ایک گویے نے یہ غزل شمع کی
ہمایوں منزلے کاں خانہ را کجین شد مبارک شود کئے عصر را شام پہنچیں شاہ
دو نو بادشاہ اور اہل دربار شکر اُچھل پڑے مگر دوسرا شعر یہ جو گایا۔

چھوڑ جائیں +

خان خاناں نے تمام سرداروں کو بلا کر خوب ڈانٹا اور غیرت دلائی کہ تمہارے آقا نے تمہارا ساتھ کیا کیا سلوک کئے کیسی کیسی عزتیں بخشیں اب تم اس طرح بٹے جاتے ہو انہیں سفید ڈارھیوں پر یہ رویا ہی اٹھاتے ہو۔ اکبر بھی سنبھل کر بیٹھا اور کہنے لگا کہ خان بابا میری رائے تمہارے ساتھ ہے۔ ہم بغیر مرے مارے ہندوستان تم چھوڑیں گے میدان سے منہ نہ موڑیں گے۔

ماٹھوں سے کیجھ مرا ل جائے تو اچھا
بیچیں ہے دل یوں ہی ل جائے تو اچھا
شوریدہ جگر آگ میں جل جائے تو اچھا
کانٹا سا کھٹکتا ہے نکل جائے تو اچھا
جھکڑا چکے یہ رو دو بدل جائے تو اچھا

آفت زدہ دل کوئی مل جائے تو اچھا
گر بزم بیتہر نہیں ملے بزم کی ٹھہرے
افروختہ ہوا آتش جنگ آج تو بہتر
خارہ سنکھوں میں ہے غیر کا دلچہ تسلط
تم ڈرتے ہو ٹھہرو یہیں جان تا ہوں تنہا

اشاہی سے نہ کچھ عشق نہ کچھ تاج سے نفرت
اک لب پہ ہے دم یہ بھی نکل جائے تو اچھا

بس اب تو یہی ٹھنی ہے کہ یا تخت یا تختہ +

اکبر کے اس کلام سے چھوٹے بڑوں کو جرات ہوئی خانخاناں فوراً تلوار ٹیک کر اٹھ کھڑا ہوا رستہ میں فوج بھی آملی سمیٹو ڈھوسر بھی گونام کو بقال تھا۔ مگر عقل کا پورا تھا۔ ایک لاکھ فوج اور توپ خانہ لیکر آگے بڑھا پانی پت میں دو دو پانی ہوئے۔ دو دو فزوق بڑے زور کی لڑائی لڑے آخر سیموں گرفتار ہو کر قتل ہوا +

اس جنگ سے فراغت ہوئی تو اکبر دارالخلافہ دلی میں آیا۔ دوبارہ تخت نشینی کا جشن کیا مراد والوں کو مرادیں دیں پھر ملک گیری کو اٹھا۔ احمد آباد۔ گجرات۔ مالوہ۔ کشمیر۔ خاندیس۔ بنگال وغیرہ فتح کئے برآر کو صلح سے لیا۔ اس کے وقت میں علما فضلاء اور باکمال لوگوں کی بڑی قدر ہوئی۔ چنانچہ اکبر کا لوڑتن مشہور ہے۔ یہ بادشاہ بڑا اقبال مند۔ مدبر۔ منتظم منصف مزاج۔ علم دوست تھا +

کہتے ہیں اسکے عہد میں مسٹرٹامس بہادر سفیر انگلستان کا قدم ہندوستان میں آیا بادشاہ نے

* نورتن میں بیٹنی۔ ابو الفضل۔ راجہ ٹوڈل بیرل۔ علاؤ پیازہ (ظریف)

سکندر شاہ تخت نشین ہوا مگر پرانی بے عنوانیاں اور تہی ہو گئیں۔ لوگوں کو ہمایوں کی تلاش ہوئی۔ کابل خط جانے لگے۔

ہمایوں جو ۹ برس سے کابل میں حکومت کرتا تھا کابل کانٹے سے بالکل درست تھا ہندو کی غریبیاں اور سلطنت کا تنزل دیکھ کر فورا تیار ہو گیا اور کابل سے لام بندھ گیا آتے ہی متواتر اس زور شور کے حملے کئے کہ سکندر کی فوج لوہا مان گئی آخر دلی پر قبضہ کر لیا اور چاروں طرف فرمان جاری کئے پرانے قلعہ کو درست کیا عجیب غریب مکانات بنائے نہایت خوشنما مسجد تیار کرائی جواب بھی موجود ہے شیر منزل کو کتب خانہ بنایا۔

ہمایوں کو بہت اور نجوم کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ سات ستاروں کے بموجب سامکین بنوائے بہت منزل نام رکھا۔ ان میں ہر ستارہ کے مناسب بارہ سوتے تھے۔ ایک مرتبہ زہرہ طلوع ہونے والا تھا۔ اُس کے دیکھنے کو کوٹھے پر چڑھا جب اترنے لگا تو ازاں ہو گئی ازاں سنسنی مٹھ گیا جب ازاں ختم ہو چکی تو جریب پکڑ کر اٹھنا چاہا مگر جریب ماتھ میں سے پھسل گئی اور نیچے گر پڑا اور پھر جانبہ زہرا (ہمایوں) پادشاہ ازیام افتادہ تار بج ہوئی۔

اس کی سیکم نے اس کا مقبرہ تعمیر کرایا اور عرب سرا بسائی جواب بھی موجود ہیں۔ جس وقت ہمایوں کا انتقال ہوا اس کا بیٹا جلال الدین اکبر جو گردش کے ایام میں امر کوٹ میں پیدا ہوا تھا انھوں سے لڑ رہا تھا۔ ارکان دولت نے ادھر کو جلال الدین اکبر کو عریضہ لکھا ادھر بادشاہ کا مرنا مشہور نہ کیا یہی کہتے رہے کہ ضعف بہت ہے اس لئے دربار نہیں کرتے اور کبھی کبھی شکبسی شاعر جو جو بادشاہ سے بہت مشابہ تھا شاہانہ لباس پہنا کر دیوان عام کے کوٹھے پر بٹھا دیتے سب لوگ نیچے میدان میں کھڑے ہو کر حیرا کر لیتے۔

جلال الدین اکبر ۱۵۵۶ء میں جلال الدین اکبر کلانور میں تخت پر بیٹھا تو اس راز کو کھولا۔

جلال الدین اکبر ابھی کلانور میں تھا کہ ہمدرد دھو سر ایک لاکھ فوج اور ہزار ہاتھی لیکر دلی پہنچا آیا اور تمام شہر پر قبضہ کر لیا۔

ادھر اکبر نے دلی کا ارادہ کیا جاندھر میں خبر سنی کہ سیہوں نے دلی فتح کر لی افسران فوج سے مشورہ لیا سب نے صلاح دی کہ کابل پھر چلیے۔ اکبر کی عمر بہت کم تھی سن تارہا مگر کسی کو کچھ جواب نہ دیا۔ بیرم خان کو الگ لیجا کر کہا کہ باپ دادا کا نام مہارائے مآقہ ہے اب کیا صلاح ہے۔ اس ملک پر کتنی مصیبتیں اٹھائیں کتنی جانیں گواہیں۔ اور اب نہیں

جو دس برس میں بنکر پورا تیار ہوا اور نئی دلی کی مینا دہڑی۔ میر عمارت نے عرضی لکھی خود بدلتا ہوا دار آبی پر سوار ہو کر لب دریا کے دروازہ سے قلعہ میں داخل ہوئے قلعہ کو ملاحظہ کیا سر سے پاؤں تک سنگ سبز سے گلزنم اس پر سنگ مرو کے حاشیہ کا نرالا لٹھک ایک رنگ بڑھا تھا برجیاں دلربا فصیلیں اور مرغولیں خوشنما عمارتیں اور باغات پر فضا۔ باغوں کی نہریں نہایت دلکش۔ نقار خانہ۔ دیوان عام۔ دیوان خاص۔ میزائ کا دالان۔ میٹھک۔ خواجہ گاہ۔ قبیح خانہ۔ برج شمش۔ رنگ محل۔ اسد برج۔ جاجر خانہ۔ توپ خانہ۔ مہتاب باغ۔ حیات بخش باغ۔ چوہین مسجد۔ خان سامانی۔ باورچھانہ۔ سادون بھادوں۔ غلام گردش۔ گلابی باغی پائیں ڈیوڑھی۔ چھوٹی میٹھک محل۔ ولیمادی مجلس لے۔ عیش محل۔ نومحہ۔ ہر دو بازار۔ دیگر مساجد۔ دیا محل۔ رنگ محل دیگر۔ صاحبزادوں کے محل۔ باون چوک۔ شاگرد پیشہ عورتوں کے لیے۔ توشہ خانہ۔ سلح خانہ۔ خزانہ۔ جواہر خانہ۔ کتب خانہ۔ آبدار خانہ۔ دفتر خاص چاندنی محل +

یہ سب چیزیں نہایت خوش قطع اور دلچسپ نظر آتی تھیں +
 حق نہایت خوش ہوئے جن کی سامان شرمع ہوا دل دل شامیانہ دربار عام کے آگے تاجوہن میں بنکر تیار ہوا تھا بلکہ خاص میں سمحا منقل خمیہ استاد ہوا۔ یہ دونوں بھی سات برس کے عرصہ میں تیار ہوئے ان پر ہزاروں گز کشمیر کے شیشے اور محل و دیوار بنائے ہوئے تھے۔ دونوں نے کئی ستونوں اور چاندی کے استادوں پر کھڑے تھے۔ ان کے آگے خوشنما شامیانے اٹلی و زربافی سنہری روپہلی چوبوں پر تانے گئے۔ ایوان عالی جس طرح طلائی چھت کی مینا کاری سے گوناگون تھا ویسے ہی ایرانی قالین اور بنارس کی کھابوں سے بوقلموں تھا صدر سے لیکر پانچ انداز کے ایک ایک مکان تک در و دیوار کو محل زرباف بادلوں کے خواب پر وہ مے۔ فرنگی دیباے رومی اٹلس چینی سے نگار خانہ چین کر دیا۔ صدر میں تخت طاؤس سجایا گیا +

تخت طاؤس تخت طاؤس دنیا کی عجائبات کا ایک نمونہ تھا۔ سارے چھ کورڈ روپیہ میں تیار ہوا تھا پشت کا تختہ جس پر بادشاہ نگہ لگا کر بیٹھتا تھا دس لاکھ روپیہ کا تھا۔ بارہ مصری ستونوں پر متفرق محرابیں۔ جڑاؤ مینا کاری کی چھت سے پایہ تک خالص کندن اور آبدار جوار سے جاگم جاگم کر رہا تھا۔ اوتین میڑھی بند چتر سے پر یہ عالم تھا گویا ایک ستارہ کانگینہ ہے کہ انگوٹھی پر دھرا ہے اس کی روکاری محراب پر ایک درخت طلائی بھاری دھرا تھا

بہت کچھ اعزاز فرمایا اور انگریزی تجارت کی اجازت دی مگر صحیح یہ ہے کہ سفیر جہانگیر کو وقت بیکار
 نور الدین جہانگیر سنت ۱۶ء میں اکبر کا بیٹا سلطان نور الدین جہانگیر تخت پر بیٹھا۔ نور جہاں
 سے شادی کی نور جہاں کو عورت تھی مگر بہادری اور دلیری میں مردوں سے بھی کم نہیں تھی۔

نور جہاں گہرے چہ نظاھر زن است در صف مرداں زن شیر افکن است
 چونکہ نور جہاں پہلے شیر افکن خان کے ساتھ منسوب تھی اس لئے یہ شعر اور بھی زیادہ لطیف
 دیتا ہے کہتے ہیں کہ گلاب کا عطر اس نے یا اس کی ماں نے نکالا۔ نور جہاں کے مزاج میں نکتہ
 سنجی اور لطیف گوئی کا پورا مادہ تھا ایک مرتبہ بادشاہ نے قبائلی تو اس میں اعلیٰ کی گھنڈیاں لگی ہوئی
 تھیں اُس نے فوراً شعر کہا ہے

ترا نہ نگہ لعل است در لباس حریر شدست قطره خون منت گریاں گیر
 ایک مرتبہ سیر باغ کو نکلی نقاب منہ پر ڈالے روشوں پر ٹہکتی پھرتی تھی مرزا صیدی مشاعر
 بھی کہیں سے آنکے نور جہاں کو نہ پہچانا مگر منہ پر نقاب پڑی ہوئی خوشنما معلوم ہوئی۔ تو
 بے ساختہ شعر کہا ہے

برقع برنج افکنده بردنا زیا عشش تا نگہت گل خیمہ آید بدما عشش
 نور جہاں سنتے ہی بھڑک اٹھی اور پانسو سو پیسہ انعام دیئے اور شعراے دربار میں شامل کیا۔
 جہانگیر علم دوست تھا اکثر کوئی نہ کوئی کتاب مطالعو میں رہتی مگر حب سے نور جہاں کا قدم
 آیا مصحف رخ کی تلاوت ہونے لگی۔ اس کے دام گیسو میں ایسا گرفتار ہوا کہ پھر نکل نہ سکا اور
 اسی کی رنگ لیلیوں میں لگ گیا۔

انگریزی تاجار کو مسورت احمد آباد۔ مدراس۔ کلکتہ۔ کہمایت وغیرہ میں کوٹھیاں بنانے
 کی اجازت دی جب وفات کا وقت قریب پہنچا تو وصیت کی کہ شہر یار کو تخت پر بٹھایا جائے
 مگر آصف جاہ وزیر اور مہابت خان نے فوراً دکن کو قاصد دوڑایا اور شہزادہ قمر کو بلا بھیجا
 شہزادہ فوراً گردانہ ہو گیا۔ امداد اگرہ ہوتا ہوا دلی پہنچا۔ اور جشن شادمانہ سے دربار کر باجی فرمان
 جاری کر دیئے اور شہاب الدین شاہ جہان کے نام سے مشہور ہوا۔

شہاب الدین شاہ جہاں اس نے نہ صرف پہلی عمارات کی درستی کرائی بلکہ جاہ و چشم کے نجوم کے لئے
 اگرہ دلاہور کے قلعوں میں گنجائش نہ رہی تو ایک کروڑ کی لاگت سے بدلی میں لال قلعہ تیار کرایا

ایک دن شاہجہاں کے سامنے دوست ہاتھی لڑے تھے۔ خود بادشاہ جھروکوں میں بیٹھ ہوئے دیکھتے تھے۔ اکثر شاہزادے امیر زادے تماشا دیکھ رہے تھے۔ عالمگیر بھی چودہ برس کی عمر میں گھوڑے پر سوار کھڑا تھا۔ اتفاقاً ایک ہاتھی بھاگا اور اس کی طرف آیا۔ سب بھاگ گئے مگر یہ بہادر اُسی جگہ اڑا رہا۔ جب ہاتھی اس پر حملہ کر کے آیا تو اُس کے کان میں اس زور سے برچھا مارا کہ سر میں عرق ہو گیا۔ ہاتھی نے چاہا کہ گھوڑے کو سونڈ میں لپیٹ کر دے مارے۔ گھوڑا سطح چرکا کہ یہ پشت سے گرا اور پھر اٹھتے ہی تلوار سونت ایک ہاتھ سونڈ پر مارا۔ اتنے میں اور لوگ آگئے اور ہاتھی بھاگ گیا۔

اس کے زمانہ میں علم کا بہت چرچا ہوا۔ فتوحی عالمگیری مرتب ہوا۔ دیوان حافظ کا درس مکتبوں سے چھڑا دیا گیا۔ مگر پھر دیوان حافظ سرمانے رکھا رہتا تھا لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو کہا کہ لوگ حافظ کا مطلب نہیں سمجھتے اور حقیقت میں مجاز کے چسکیاں لیتے ہیں +

سلطان محمد معظم بہادر شاہ

میں تخت پر بیٹھا +

جہاندار شاہ

فرخ سیر

کی درگاہ میں سنگ مرمر کی جالیاں بنوائیں۔ اور آستانہ کا دروازہ تیار کر لیا۔

محمد شاہ

ہو گیا۔ مہتاب باغ اور حیات بخش دو نوابوں کو سجا کر طلسمات کا نمونہ کر دیا۔ نہروں میں نواڑے

بڑے رہتے۔ بادشاہ اس میں بیٹھتا مزے اڑاتا۔ برسات آتی تو قطب صاحب کے ہرے بھرے

جنگل میں جا رہتا۔ حکم تھا کہ ابرسیا ہمارا نقیب ہے جب گر بنے کی آواز آئے فوراً کمر بندی چلیا

کرے۔ ملک میں بد نظمی پھیل گئی۔ نظام الملک آصفیہ کو اختتام کے لیے وکن سے بلایا مگر وہ سلطنت

کا رنگ بدلا دیکھ کر واپس ہو گیا +

آصفیہ کا جانا تھا کہ نادر شاہ ایرانی کابل ہوتا ہوا دلی کے ارادہ سے آگے بڑھا جب

بہت ہی قریب آگیا شہر میں کھلبلی پڑ گئی۔ بادشاہی آرام طلب فوج نے یہ دن کاہے کو دیکھا

تھا سنتے ہی سٹ پٹا گئی +

جوں جوں کر کے جنگ کا سامان فراہم کیا۔ خدا خدا کر کے دھینے میں گزراں پہنچے اور برات کی

جسے سبزہ و الماس سے سرمیز اور لعل و یاقوت سے گل رنگ کیا تھا۔ ادھر ادھر اس کے دو محمد
 رنگارنگ کے جواہرات سے مرصع جو چنچ میں موتیوں کی تسبیحیں لئے اس طرح کھڑے تھے گویا
 اب ناپنے لگتے ہیں۔ چاروں طرف چاروں چیز زرنگار جن میں موتیوں کی جھالر جھللاتی تھی
 آگے ایک شامیانہ کہ جواہرات اور موتیوں کی آبداری سے دریاغود کی طرح لہراتا تھا اور
 ایک لاکھ روپیہ کی لاکت میں تیار ہوا تھا سونے ردیوں کی چوبوں پر استادہ تھا اس کے
 گرد کمرسیاں اور چوکیاں اپنے اپنے مرتبہ سے سجی ہوئی تھیں تخت کے گرد پاس ادب
 کے لئے کئی کئی گز تک حاشیہ چھوڑ کر چاندی کا خوبصورت جالیدار کٹھرا لگا تھا۔ غرض
 دربار آراستہ ہوا اور شانہ رادہ وزیر امیر راجہ مہاراجہ عمدہ دار منصبدار منشی مصدی
 سپاہی پیادے اپنے اپنے موقع پر موجود تھے درباری لوگ آتے اور پھرے پھرے پر
 اپنے اپنے نام و نشان بتاتے اور آگے چلے جاتے مگر عجب شاہی کا یہ عالم کہ قدم تھر تھراتے
 تھے۔ دربار میں پہنچ کر تین سلام گاہوں پر تسلیم بجالاتے تھے جب نقیب آواز دیتا تھا کہ آداب
 بجالاؤ جہاں پناہ بادشاہ سلامت عالم پناہ بادشاہ سلامت نودل لرز جاتے تھے کٹھرے کے
 پاس کورنش کا آداب ادا کرتے تھے۔ غرض نذریں گذرنی شروع ہوئیں اور منصب اور جاگیر
 بٹنے لگیں رات کو دیوان عام میں جشن ماہتابی ہوا۔ نوروز تک برابر جشن رہا۔

قلعہ میں اور ضروری عمارات بنائیں مجلس تیار کرائی۔ شہر کی چار دیواری بنوائی جامع مسجد
 تیار کرائی اس کے مصارف کے لیے کئی گاؤں وقف کیے جو شاہی مقبوضات کے
 ذیل میں ضبط ہو گئے۔ بنجارا سے صحیح النسب سید امام بلایا جس کی بزرگ اولاد اب تک منصب
 امامت پر بدستور چلی آتی ہے۔ زینت النساء دختر بادشاہ نے زینت المساجد بنائی جو دریا گنج
 میں لب دریا واقع ہے۔ دوسری بیٹی جہاں آرا نے باغ لگایا جو اب کنپی باغ کہلاتا ہے۔
 اور ایک زینت عالمگیر شاہجہاں کے چار بیٹے تھے اس کے جیتے جی ہی اسپیس بھوٹ پر لگئی اور بھائیو
 میں خوب کشا چھنی ہوئی آخر شہداء میں اور رنگ زیب عالمگیر تخت پر بیٹھا۔ بجا پور کو کٹنڈہ وغیرہ
 فتح کیے۔ لال قلعہ کے اندر موتی مسجد بنائی جو اب بھی موجود ہے۔ قلعہ کے دو دروازوں کے آگے
 گھو گھس تعمیر کرایا جس پر اب توپ رکھی رہتی ہے۔ یعنی اندر کا دروازہ شاہجہانی ہے اور خندق
 کے پاس کا دروازہ عالمگیر نے بنایا۔

شجاعت اس کی خانہ زاد لونڈی تھی بہادری اس کے نام کی قسم کھاتی تھی۔

نشاں مے دہند۔ اس لیاقت اور بخیدگی پر دونو بادشاہت خوش ہوئے لطیف نادشاہ نے محمد شاہ کی ایک خاص کچنی نوریانی کا گانا سنا بہت محظوظ ہوا اور انعام دیکر کہا نوریانی سونے ایسا کون بیا کر یا رانت بریم نوریانی سنتے ہی حیران ہوئی کہ اب کیا کروں مگر خدا اس نے ایک غزل گائی۔

من شمع جا نگد از م تو صبح دلکشائی سوزم گرت نہ نیم میرم جو رخ منائی
نزدیکت آنخیم دور آچنناں کہ گفتم نے تاب وصل دارم نے طاقت جدائی

نادشاہ بہت خوش ہوا اس کا مطلب سمجھا کہ اپنے ارادہ سے دور گزرا۔ اور جب جانے لگا تو صبا خزانہ اور جو کہ سیٹے لگے سیٹے ادا تخت طاؤس تک لیگیا۔

محمد شاہ پھر عیش و عشرت میں مشغول ہوا اسی برس سلطنت کر کے عالم بقا کو روانہ ہوا۔

احمد شاہ ۱۰۰۰ ع میں محمد شاہ کا بیٹا احمد شاہ تخت پر بیٹھا۔

۱۰۰۰ ع میں جہاندار شاہ کا بیٹا مالگیر ثانی تخت نشین ہوا۔ اس کے وقت میں سلطنت میں بد نظمی پھیلی مرہٹوں نے سر اٹھایا احمد شاہ دہانی نے اگر نادشاہ کی طرح قتل عام کا حکم دیا اور کئی تاخت تالی کیا اس کے چلے جانے کے بعد غازی الدین وزیر نے بادشاہ کو قتل کر کے لاش جہان میں پھینکوا دی اور شاہ میں

شاہ عالم اس کے بیٹے شاہ عالم کو تخت پر بٹھایا مرہٹوں نے زور کیا۔ احمد شاہ دہانی پھرا آیا اور بانی پتیا مرہٹوں سے جنگ عظیم ہوئی۔ ۱۰ ہزار مرہٹے قتل کئے اور بہت سامان غنیمت لیکر چلا گیا۔ غلام تاراد ایک شخص نے شاہ عالم کو اندھا کر دیا جس سے مرہٹوں نے پھر دلی پر قبضہ کر لیا اور بادشاہ کو قید کیا۔ لارڈ لیک گیزی نے فوج لیکر دلی میں آیا اور شاہ عالم کو مرہٹوں سے چھڑا کر نیشن مغر کر دی اب دلی میں برائے نام بادشاہت رہ گئی اور شاہ عالم سے دلی میں انگریزی سلطنت قائم ہو گئی۔

۱۰۰۰ ع میں اکبر ثانی تخت نشین ہوئے مثنیٰ برج میں سنگ مر مر کا چھوڑ کر بنوایا پھر اسی طرح ۱۰۰۰ ع میں تیموریہ خاندان کا آخری بادشاہ ابوالظفر سراج الدین الملک بہادر شاہ تخت نشین ہوا انہوں نے قلعہ میں خضر محل اور جل محل تیار کرایا شاہدرہ کے قریب شاہ باغ بنوایا۔ انکی حکومت قلعہ کے اندر محدود تھی باہر کیپتی کا اختیار تھا۔ لیکن تاہم اعزاز شاہی قائم تھا گوکہ درخشاں تک تعظیم دیتے تھے کشتہ اور زینت طوطی آثار کر سلام کرتے تھے بہادر شاہ دربار شاہی کیا کرتے تھے حسب دستور امرا اور وزراء اتھ باندھنے بھی لگاتے تھے اپنے اپنے مرتبوں پر کھڑے رہتے تھے۔ انعام اکرام برابر ہوتا تھا بعض بعض عارضی بڑی شاندار احتیاجات بھی اور درمیں روپیوں اشرفیوں کے ڈھیر لگے رہتے تھے جو مرہٹوں کی دکانوں پر لاکھوں کے مال و دولت کے لئے سبج ہوئے تھے۔ قلعہ کے عین سامنے خاص بازار اور خانم کے بازار ایسے آباد تھے کہ صبح سے لیکر

طرح جا اترے۔ آخر نادر شاہی فوج سے مقابلہ ہوا۔ عیش پروردہ فوجیں پریشان ہو کر بھاگیں
خان دوران زخمی ہوا۔ برہان الملک شجاعت کی داد دے رہا تھا دل کھو لگ رہا تھا۔ ماضی پر
بیٹھا تیر پر تیر چلا رہا تھا کہ قزلباشوں نے چاروں طرف سے آگھیرا۔ ایک خنیاہری اُس کا ہموطن گھوڑا
دوڑا کر ہینچا اور آواز دی کہ اے محمد امین دیوانہ شدہ بکہ جنگ مینکشی و بچہ اعتماد مینکشی برہان الملک
نے ہاتھ ہو کر لیا اور نادر شاہ کے پاس گیا۔ اس نے جرم بخشی کر کے بہت عنایت کی اور دگر د
مصارت جنگ لیکر ہمیں سے لوٹ جانے پر راضی ہو گیا۔ برہان الملک نے نادر شاہ کو بادشاہ
سے ملایا تیرے لطف سے ملاقات ہوئی +

نادر شاہ نے لوٹ جانے کا سامان کر دیا مگر بعض بداندیشوں نے برہان الملک کی خیر خواہیوں کو
اپنی طرف منسوب کر کے محمد شاہی دربار میں خطاب پائے جس سے اس کو بری پیدا ہوئی اور اُس نے
نادر شاہ کو خزانہ کے بے شمار جواہرات کے طمع دلائی۔ نادر شاہ یہ سن کر شہر میں آیا خزانہ پر قبضہ
کیا۔ شہر کے لوگوں نے اس کے آدمی مارنے شروع کئے رات بھر شہر میں تلوار چلی اور کسی کو خبر نہ ہوئی
صبح کو نادر شاہ کو اطلاع ہوئی بہت سے اپنے آدمی خیمہ خود قتل ہوئے دیکھے آنکھوں میں خون
اتر آیا۔ روشن الدولہ کی مسجد میں تلوار کھینچ کر بیٹھ گیا۔ اور قتل عام کا حکم دیدیا۔ گلی کوچوں میں خون
کے نالے بہ گئے گھروں میں آگ لگ گئی۔ بڑے بوڑھوں کی فریادیں آسمان تک سنائے گئیں۔
ایک ٹبھے خواجہ سرائے محمد شاہ سے تمام حال عرض کیا۔ بادشاہ آبدیدہ ہوا اور یہ شعر پڑھا۔
دیدہ عبرت کش قدرت حق را بہ میں شامت اعمال ماصورت نادر گرفت

دوپہر کے قریب جب عالم میں کھرام چلیا۔ تو سب اصفیاء سے رجوع کی۔ وہ تلوار گلے میں اٹل سر برہنہ
نادر شاہ کے سامنے خاموش جا کھڑا ہوا اور رونے لگا۔ نادر شاہ کے دل میں بھی خدا نے رحم ڈالا چھپا
کہ چہ چیز خواہی۔ اُس نے یہ شعر پڑھا۔

کسے نمائد کہ دیگر بہ تیغ ناز کشی مگر کہ زندہ کنی خلق را و باز کشی

نادر نے شرما کر سر جھکا لیا۔ تلوار میان میں کی اور کہا کہ بریش سفیدت بخشیدم +

ایرانی نقیب امان امان کہتے ہوئے دوڑے شہر میں امن ہو گیا۔ بادشاہ نے نادر شاہ کی دعوت
کی کھانے کے بعد عمدۃ الملک نے چائے کی پیالی بھری۔ مگر سوچا کہ پہلے کس کو دوں اپنے بادشاہ
کو دوں تو ایسا نہ ہو کہ نادر سزا دے۔ نادر کو دوں تو ایسا نہ ہو کہ بادشاہ جی میں راما منے۔ آخر
اس کی تیزی طبع نے جوہر دکھائے اور اُس نے محمد شاہ کے سامنے پیالی کر کے کہا کہ شہزاد

کرتی پڑھو ہم اطاعت کرنے کو تیار ہیں ضعیف العمر بادشاہ ایسی یکسی کی حالت میں ان کے ہاتھوں کا
 کھونا ہو گیا۔ جس طرح چاہا رکھا جو چاہا کیا۔ اتنی میں انگریزی فوج آگئی اول بادل کی سرے پر۔
 لڑائی ہوئی پھر تین مہینہ کے محاصرہ کے بعد دلی فتح ہو گئی اور انگریزی قلعہ شکن توپوں نے کشمیر
 دروازہ کی فصیل اور دروازہ دونوں اڑا دیئے اور ایک ایک کوچہ لیتے لیتے قلعہ تک آکر لیا بیچ
 چھ روز تک شہر میں خوریزی ہوتی رہی۔ گورے کالوں میں امتیاز نہ کیا نکھیں نہ کر کے تلوار چلنے
 لگی زن بکش زن بکش کے سوا کوئی آواز کان میں نہ پڑتی تھی پندو قوں کے فیروں سے
 کلچے لڑتے تھے، توپوں کی میتھاک آوازیں دیواروں کی جڑیں تک ہوائے دیتی تھیں۔ ابھی
 بیٹھے ہیں کہ شائیں سے گولی نکل گئی۔ دن سے گولہ آ پڑا۔ یہ ہاتھ بیکار ہو گیا وہ سر ٹوٹا مغر بیٹ
 گیا۔ ناک اڑ گئی۔ کان جھڑ گیا۔ چھوڑا۔ منڈیر گری۔ جھٹ آپڑی۔ یہ گولا ٹوٹا وہ سارا گھر
 جل گیا۔ شے کیا تھا بلائے ناگمانی تھی۔ نہ کھانے کو دانہ۔ نہ پینے کو پانی۔ بھوک کے مارے
 پیٹ میں جو ہے قہار بایاں کھاتے ہیں۔ پیاس کے مارے دم نکلا جاتا ہے۔ سوٹوں پر پیریاں
 جھی ہوئی ہیں۔ بچے سسک سسک کر مرے جاتے ہیں ہاتھ لیوانہ پانی دیوا ہزاروں
 باپوں کو لا ملدی کا خطاب ملا۔ ہزاروں بچوں کے سر پٹیمی کا تاج رکھا گیا۔ بوئے اور مالے
 گئے۔ نکلے اور پکڑے گئے۔ تمام شہر میں جنگی انتظام ہو گیا شہر خالی کر دینے کا حکم ہوا انگڑے
 لو لے لوگ تھیم مسکین بچے رانڈ بیوہ عورتیں بے سرو سامان نکل نکل کر بھاگیں۔ وہ پردہ دار
 سیبیاں جنہوں نے کبھی ڈیوڑھی سے باہر قدم نہ رکھا جنگلوں اور بیابانوں میں بے سرو سامان
 ماری ماری پھرتی تھیں۔ جنہیں اپنی جان سنبھالنی مشکل تھی وہ اسباب تو کیا لیکر نکلتیں۔ خود
 ہی چلنا دشوار تھا۔ بھوکوں دم نکلنے لگا پاؤں میں چھالے پڑ گئے یہ گری وہ گری۔
 چال ہے مجھ ناتواں کی مرغ بل تھی ہر قدم پر ہے گماں یاں گہیا واں رہ گیا
 کسی کا ہاتھ ٹوٹا کسی کا پاؤں ٹوٹا کسی کے دانت جھڑ گئے کھنکھڑے روتے ہوئے تھیں جس کوئی کر کے
 گنتی پڑتی بھاگی چلی جاتی ہے۔ اس پر لٹیروں کا یہ حال کہ جو دیکھا فوج لیا جتنا زیور پایا اتار لیا۔
 نہ مردوں کو عورتوں کی خیر نہ عورتوں کو مردوں کی اطلاع۔ ایک عجیب عالم ہو رہا ہے ہر شخص دشمن کھائی
 دیتا ہے جھاڑ کا شیر بن جاتا ہے۔ گتے چھپتے جان بچاتے پھرتے ہیں۔ بغاوت کی تہمت سبھی
 لڑا جاتا ہے۔ مخالفت کے خوف سے جاڑا جڑھا آتا ہے۔ زندگی بدلے جان معلوم ہوتی ہے۔
 کہیں پناہ نہیں نظر آتی ہے اپنے پر لے دشمنی پر آمادہ ہیں بھائی کو بھائی کھائے جاتا ہے باؤشا

آدھی رات تک شانہ سے شانہ چھاتا تھا اور کان پڑی اور اڑنا فی نہ دیتی تھی۔ بادشاہ شاعر تھے فوق
ان کے استاد تھے۔ ان کے علاوہ بڑے بڑے اہل کمال اس وقت دلی میں موجود تھے۔ اس زمانہ میں
فن کشتی اور موسیقی نے بڑی ترقی کی دریا پر تیرائی کے میلے ہوا کرتے۔ شہزادے خود تیرا کرتے۔
پھول والوں کی سیرتشن نوروزی سے کہیں بڑھ کر ہوتی۔ ہفتوں پہلے قطب صاحب میں مکانوں کی
صفائی ہونے لگتی۔ دنیا بھر کا سامان عیش و عشرت ہاں جمع ہو جاتا۔ ہر شخص عمدہ سے عمدہ لباس پہن کر
نکلتا۔ امرتوں میں جھولے پڑ جاتے چاروں طرف فتاتیں کھینچ جاتیں شہزادیاں وزیرزادیاں گھوڑوں پر
غرض چند روز کے لیے امریاں پرستان بن جاتیں +

۱۵۳۷ء تک یہی حالت لیاں رہیں دن عید رات شب برات ہوتی رہی اس کے بعد ہوا بڑی بار
مخالف کے جھونکے نورسیدہ کلیوں کو مرجھانے لگے عیش و عشرت کے سدا بہار پھول فنا کی گرم
گرم ہواؤں سے کھلانے شروع ہو گئے ۱۵۳۸ء میں ادیبی خرابی کی صورت میں نظر آنے لگیں کہیں
نے لکھنؤ کے بادشاہ واجہ علی شاہ کو تخت سے اتار کر کلکتہ بھیج دیا۔ ان کے مددگاروں نے بدو شروع کیا۔
چونکہ بادشاہت اب برائے نام تھی۔ دراصل بادشاہ سرکار انگریزی کے پیش خوار تھے۔ اور فیصل قلعہ
کے اندر تک بادشاہی محدود تھی۔ اور بعض امور میں دہلی کی وجہ سے بد نظامی بھی رہتی تھی۔ اس لیے
دلی کے گورنر جنرل اور ان کے مشیروں کی بیخیز تھی کہ بادشاہ کو مع خاندان قطب صاحب یا کر آمدہ مقام
میں غراز کے ساتھ رکھنے کے واسطے جگہ تجویز کیا گئے +

اس کے بعد ۱۵۳۸ء میں قیامت خیز واقعہ پیش آیا جس کی وجہ سے پوریہ خاندان کے سلسلہ کا خاتمہ ہو گیا
سرکاری خرچ کی غلط فہمی اور نادانی نے محض ایک بے نیا واقعہ پر پورہ عام بپا کر دیا اور جو کچھ ممکنہ خرچ کی نجاب
سے بعنوانی و بے وفائی ظہور میں آئی وہ نہایت ہی منسوئہ ناک ہے اگر گورنمنٹ انگلینڈ یہ تمام انصاف کو کلم میں
نہ لاتی تو آج دلی کی صورت بھی نظر نہ آتی لیکن گورنمنٹ انگریزی نے بہت ہی جلد فساد فرود کرنے کے بعد حکم رعایا کو
عفو تقصیر اور امن و امان کا اعلان دیکر مطمئن کر دیا +

جس وقت باغی فوج اور گردنواں کے لٹیرے میرٹھ کو خراب کر چکے تو دلی کی طرف روانہ ہوئے اور صبح ہوتے
ہی لپٹ پڑ گئے۔ کلکتہ دروازہ پر آئے مگر دروازہ بند پایا اسلحہ گھاٹ کے دروازہ سے گھس شہر میں داخل ہوئے
قتل و غارت فوج کی ہمار شاہ جو کئی پشت سے سلطنت کو سلام کئے بیٹھے تھے اور بڑھاپے میں ہمسایہ بادشاہ
کا خطاب بھی کھو چکے تھے بے سرو سامان قلعہ کی چہار دیواری میں محصور پڑے تھے۔ ایسی شیر فوج کا
کیا کر سکتے تھے۔ کوئی تدبیر بن نہ پڑی آخر شہر میں قتل ہونا شروع ہوا اور قلعہ میں بادشاہ کو اٹوکیا

شاہجہاں آباد

گویہ شہر اپنے بعض قدیمی یا قریب جو ارکی عمارت کے لحاظ سے اب بھی پرانی دولتوں کا یادگار ہے مگر حقیقت میں شاہجہان بادشاہ کا لگایا ہوا گلزار ہے بارہویں سال جلوس ^{۱۶۵۸ء} مطابق ^{۱۶۵۸ء} میں اس کی تعمیر شروع ہوئی۔ دزیروں امیروں کی کوٹھیاں نہیں۔ عمدہ عمدہ چوک قائم ہوئے۔ موقتہ موقتہ پر جوض بنے نہریں چھوٹیں۔ غوارے لگے۔ لال قلعہ تیار ہوا۔ اس میں مختلف قسم کے عمدہ عمدہ مکانات بنے باغات لگے۔ عالی شان جامع مسجد تیار ہوئی۔ اس کے عقب میں دو پہلو پر دارالشفاء۔ دارالبقا بنے شرقی جنوبی پہلو پر دارالہدیٰ تیار ہوا۔ دارالشفاء میں بڑے بڑے خاندانی طبیب ملازم رہتے تھے۔ دارالبقا میں طلبہ پڑھتے تھے۔ دارالہدیٰ میں بڑے بڑے کامل استاد علوم کا درس دیتے تھے۔ شہر کی زیب و زینت سے فراغت ہوئی تو شہر پناہ کی بنیاد پڑی ادل ڈیڑھ لاکھ روپیہ کے صرف سے کچی بنائی گئی۔ پھر ساڑھے تین لاکھ روپیہ کے صرف سے پختہ کرائی گئی

فصل

پانچ چھ میل لمبی ہے۔ دیواروں کا عرض چار گز۔ اونچائی کنکروں تک و گز۔ اس میں ستائیس برج ہیں (ہر برج کا قطر دس گز)۔

اور چودہ دروازے تھے ۱۳ شاہجہانی اور ایک بہادر شاہی جن میں سے اس وقت موجود راجگھاٹ دروازہ۔ مسجد گھاٹ دروازہ۔ دلی دروازہ۔ ترکمان دروازہ۔ اجیر می دروازہ۔ کشمیر می دروازہ۔ کید گھاٹ دروازہ۔ گنجو دروازہ۔ کلکتی دروازہ (یہ دروازہ بہادر شاہ بادشاہ نے بنایا ہے) ان کے علاوہ اور پانچ دروازے ٹوٹ پھوٹ گئے۔

دروازوں کے علاوہ ۱۰ کھڑکیاں تھیں جن میں کل تین کھڑکیاں باقی ہیں۔ فراش خانہ کی کھڑکی۔ اجیر می دروازہ کی کھڑکی۔ گنجو دروازہ کی کھڑکی۔ حال میں آمد و رفت کی سہولت کی غرض سے فیصل نوٹ کر دور سے اور نکالنے گئے ہیں ایک دلی دروازہ کے قریب دوسرا ترکمان دروازہ کے قریب اسکے علاوہ نئی نئی سڑکیں بنی ہیں صدر جو کسی زمانہ میں فیصل سے باہر ایک مقام تھا بالکل شہر سے ملکیا ہے گویا دریائے جمن سے ہندوراؤ کے بازہ تک ایک شہر ہو گیا ہے جو قدیم حالت کے اعتبار سے بالی صورت

گرفتار ہو گئے اور ششہ شروع ہوتے ہی ملکی انتظام ہونے لگا بادشاہ برصغیر کی عانت کا جرم لگا اور
 رنگون بھیجے گئے۔ لوگوں کو شہر میں آنے کی اجازت ہوئی۔ عدالتیں قائم ہوئیں۔ سکار بار جادی ہوئے
 بعض بعض اوقات جیسے جامع مسجد فتح پوری۔ زینت المساجد۔ لال مسجد۔ سنہری مسجد وغیرہ اور ملکی
 جائدادیں شاہی عمارت کے ذیل میں ضبط ہو گئیں۔ زیرِ ضمیمہ قلعہ خاص باتار و خانم کا بازار۔ فولاد پورہ
 اور زیر جامع مسجد دارالبقا۔ دارالشفائی جو آبادی تھی۔ اور اس میں جبکہ عمارات بنی ہوئی تھیں فوجی آئین
 اور بعض ضروریات کی وجہ سے مسمار کی گئیں۔ لیکن اس موقع پر بھی گورنمنٹ نے ازراہ مہربانی مسلمانوں کی
 ایک بڑے مقدار بزرگ حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی رحمہ اللہ علیہ کی مزار کو کمال احتیاط قائم رکھا۔
 معاذین اور غیر خواہوں کو جائزین تقسیم ہوئے شہر میں ہر طرح امن قائم ہو گیا۔ تجارت اور تعلیمی سلسلہ کو
 ترقی ہوئی اور شدہ شدہ حاکم اور محکوم میں اس درجہ خلاص بڑھا کہ سلسلہ ۱۷ء میں انگلینڈ کے ولی عہد
 بہادر ہندوستان میں آئے تو دلی کو بھی اپنے قدم سے مشرف کیا اور دلی والوں نے عموماً خوشی منائی اس کے
 دوسرے سال ملکہ مظفر ہند نے اہل ہند کو اور بھی اعزاز بخشا کہ قیصو ہند کا خطاب اختیار کیا اور اس کے
 جشن کیلئے پرانے پایہ تخت دلی ہی کو منتخب کیا۔ اور یکم جنوری ۱۸۷۷ء کو بڑے دھوم سے دربار کیا اور
 اور پھر ہمیشہ ہندوستان میں ایک نائب السلطنت مقرر ہو کر آثار پنجاب اس زمانہ میں وارڈ گورنر صاحب
 بہادر نائب السلطنت ہندوستان میں موجود ہیں۔

جنوری ۱۸۷۷ء میں پھر غم کی تیز فوار گھٹائیں اٹھیں اور ملکہ مظفر قیصر ہند نے دارفانی سے وداع کر لی
 تمام رعایا اپنے قدیم محسن سرکار کے اخلاقی برتاؤ یاد کر کے مہینوں آٹھ آٹھ آنسوؤں کی ایک عالم سیاح پوش
 ہو گیا۔ سب سے زیادہ دلی نے سوگ منایا جو ہزاروں مصائب اٹھا کر اپنی مہربان مادر کی آغوش میں آرام
 سے بیٹھی ہوئی تھی مگر سلسلہ ۱۷ء میں شہنشاہ ہند ایدہ پورہ مظہر نے فوجی آنسو پونچھ دیے اور تخت سلطنت چرم
 رکھتے ہی رعایا پروری شروع کی اور بیچاری دکھیا دلی کی دکھتی ہوئی آنکھوں میں جشن شادی کا سرور لگایا
 اور اپنی چوٹی کے دربار کے لئے اسی کو منتخب کیا چنانچہ آج کل تاریاں ہو رہی ہیں۔

یہاں تک کہ بادشاہوں کی سرگزشت تھی جو آج کل دلی میں حکمرانی کرتے رہے اور وقتاً فوقتاً اپنی نئی عمارتیں بناتے
 اور شہر کو رونق پرور دیتی رہے اب شہر کی موجودہ کیفیت اور اس کی باقی ماندہ عمارات کا ذکر کیا جاتا ہے
 جو باوجود سالہا سال گزرنے کے پھر اپنی آن بان دکھا رہی ہیں اور اپنی خوش منظر تعمیر پر آپ ہی غرور
 کھا رہی ہیں اور چونکہ موجودہ دلی شاہجہان کی آبادی ہوئی ہے اس لئے اس کو شاہجہان آباد سے
 تعمیر کرنا بہتر ہے۔

دو لاکھ اسی ہزار تین سو پچاس ہے اس شہر میں دیسی ولایتی سامان پارچہ و آرائش کوشش آلات اور ہر ایک قسم کی اشیاء بکثرت فروخت ہوتی ہیں بلکہ تمام حصہ ملک میں اکثر سامان اسی شہر سے جاتا ہے مسافروں کے واسطے سڑاؤں اور ہوٹلوں کی کثرت ہے سواری کی یہ حالت ہے کہ اس وقت تقریباً چار سو بیاسی گاڑیاں ہر وقت تیار رہتی ہیں جن میں اول درجہ کی چھتیس اور دوم درجہ کی چھتیس اور سوم درجہ کی ایک سو چالیس اور یکے کے ۸۸۲ پہیلے ۵۰ افراد اور سوار کی سواری کے جانور ایک ہزار ایک سو تراسی روسا کی گاڑیاں پانچ سو ہیں اور اس وقت دربار کے موقع پر تو کیا کہنا ہے ہر طرف گاڑی ہی گاڑی نظر آتی ہے جنگلوں تک میں شہر کا مزہ آرہا ہے۔ شاہجہان آباد اپنی تجارتی حیثیت سے بہت ترقی کر رہا ہے اس میں ہر جنس کی بڑی بڑی منڈیاں اور ہر صنعت اور حرفت کے بڑے بڑے کارخانہ موجود ہیں۔ جگہ جگہ مسجد جگہ جگہ منار جگہ جگہ دہرم سادہ قائم میں ہر محلہ میں سرائے ہر کوچہ میں شفا خانہ موجود۔ چنانچہ مختلف قسم کی عمارت شہر کا اندازہ نقشہ ذیل سے ناظرین کو بخوبی معلوم ہو سکتا ہے۔

سکانات مع دکانیں وغیرہ	۶۰۵۷۶	ہوٹل انگریزی	تقریباً ۸
مشہور بازار	۱۶	دہرم سادہ	تقریباً ۱۰
مساجد	تقریباً ۵۰۰	حمام گرم و سرد	تقریباً ۲۵
گر جا	تقریباً ۷	اسپتال سرکاری	تقریباً ۳
مناور	تقریباً ۳۰۰	مدارس سرکاری انگریزی	۶
سرائے	تقریباً ۱۰	مدارس اسلامیہ	تقریباً ۸

بہم تمام شاہجہان آباد اور اس کے متعلقہ کی سرکار کے من اور جامع مسجد کو جلال ہندوستان میں انبا نظیر نہیں کہتی مرکز شہر نہیں

جامع مسجد

یہ عالی شان جہان غار مسجد ایک چوٹی سی پہاڑی پر واقع ہے جو اسکے نیچے چہب چہاگئی شہزادہ بھری شاہ الدین شاہجہان بادشاہ کے حکم سے مبنی شروع ہوئی سولہ خان دیوان اٹلے و فاضل خان خاں خاں خاں کو بہ تمام پردہوا کہتے ہیں کہ جو وقت مینا در کہنے کا وقت آیا تو بادشاہ ظل اللہ نے فرمایا کہ اسکی مینا دہ شخص رکھے جکا انجدا اور یکیر اولی کہی قضا نہیں ہوئی ہو۔ یہ سنکر سبہوں نے گردنیں جھکا لیں اور کچھ جواب نہ دیا۔ جب بہت دیر ہو گئی تو بادشاہ نے فرمایا کہ انجدا مجھ میں یہہ دونوں باتیں موجود ہیں۔ مگر افیسس ہے کہ آج راز افشا ہوتا ہے۔

(۳) کوئی امر شورش کا اندر دل مسجد کو موجب تحقیق و امانت یا بدخواہی سرکار ہونے یا اگر اتفاقاً کوئی بات قلع میں آئی اور ہمارے تدارک و اختیار سے باہر ہو اس کی اطلاع بحضور صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کرینگے۔

(۴) مرمت خشک و ریخت کی کرتے رہینگے اور حساب و کتاب کرایہ و کانات و تہ بازار و وغیرہ مال وقف کا بخوبی درست رکھینگے۔

(۵) منجملہ ہم مہتمان کے جو کوئی کم ہو جائے کسی سبب سے تو اس کی جگہ دوسرا بہ تجویز خود مقرر کرینگے۔

(۶) اقرار کرتے ہیں کہ اگر خلاف مرضی سرکار کوئی امر مظلور میں آئے تو سرکار کو اختیار ہے کہ دروازہ مسجد بند کر دے۔

المرقوم ۲۴ - نومبر ۱۹۶۲ء

محمد امجد علی بخش عفی عنہ	محمد صدر الدین	محمد ابراہیم
محمد حسین	نصیر الدین	تراب علی
حافظ داؤد	محمد فضل حسین	محبوب بخش
حافظ محمد امجد علی	بقلم تراب علی	

ہدایت

(۱) بعد نماز پڑھنے کے سب آدمی مسجد سے باہر چلے جائیں۔

(۲) کوئی شخص رات کو مسجد میں نہ رہے سوائے موزون اور امام مسجد کے۔

(۳) قوم ہندو اندر مسجد کے جاویں کچھ مزاحمت نہیں مگر ادب جاویں۔

(۴) افسران صاحب سول دپٹی و دیگر صاحبان انگریز کو اجازت اندر جانے کی ہے کچھ جوتا اتارنے کی احتیاج نہیں ہے الا امید ہے کہ کنگا ساتھ ہوگا اور چرٹ وغیرہ رہینگے۔

(۵) گورہ لوگ فوج کے اندر نہ جانے پاویں گے۔ بلا پاس افسر کمان یا صاحب ضلع کے۔

(۶) دو دو سنتری دو دروازہ پر متعین رہینگے۔ بظرف جنوب و شمال اور ان کی تنخواہ دہ

آج راز افشا ہوتا ہے۔ اور پھر شریف لاکر بنیادی پتھر اپنے ہاتھ سے رکھا۔ پانچ ہزار راج مزدور بیلدار۔ سنگتراش۔ ہر روز کام کرتے تھے۔ اس پر ۶ برس میں تیار ہوئی۔ دس لاکھ روپیہ صرف مزدوری میں صرف ہوا۔ پتھر کی قیمت اس میں شامل نہیں ہے۔ سنا ہے کہ پتھر ہر قسم کا راجاؤں اور نوابوں نے بادشاہ کی نذر کیا تھا۔ جب بن کر تیار ہو گئی عید الفطر قریب تھی۔ میر عمارت کو حکم پہنچا کہ عید کی نماز جامع مسجد میں پڑھینگے۔ ہزاروں من مٹی بڑا ہوا۔ جگہ جگہ باٹریں بندھی ہوئیں اتنی جلدی مسجد کا صاف ہو کر آراستہ ہو جانا بالکل غیر ممکن تھا۔ فوراً حکم سلطانی پہنچا کہ جو چہر جس کوٹے اٹھائے جائے پتھر کیا تھا ذرا سی دیر میں مسجد صاف ہو گئی تنکے تک باقی نہ رہا۔ اسی وقت جھاڑ پونچھ فرش فروش کر دیے گئے دیکھتے دیکھتے شیشہ و آلات سے آراستہ ہو کر اچھی خاصی دلن بن گئی حضور میں عرضی گذری کہ مسجد آراستہ ہے۔ صبح عید یعنی نماز کا وقت ہوا قلعہ میں شادیاں لہنے بجنے لگے حضور کی سواری نکلی۔ قلعہ کے دروازہ سے مسجد کے شرفی دروازہ تک سواروں کی قطار۔ آگے آگے نقیب و جویدار پیچھے پیچھے شہزادگان و الائبہ نہایت تزک و احتشام کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئے۔ چار طرف سے لوگوں کا ہجوم ہوا۔ مسجد بھر گئی دو گانہ ادا کیا۔ شہر میں عید منائی گئی +

اب مسجد میں پہنچ وقتہ جماعت ہونے لگی۔ امام مؤذن فراش وغیرہ سب بادشاہ کی طرف سے مقرر ہو گئے مسجد حجت کا ٹکڑا بن گئی۔ شاہجہان کے بعد ہر بادشاہ کے زمانہ میں جامع مسجد پر وہی جو بن رہا۔ مگر سنتے ہیں کہ حضرت ابو ظفر بہادر شاہ کے وقت میں کچھ بے عنوانیاں ہونے لگیں۔ عذر میں مسجد ضبط ہو گئی نماز بند ہوئی پہراچو کی قائم ہوا۔ کئی برس یہی حال رہا اس کے بعد ۱۷۷۴ء میں گورنمنٹ انگریزی نے ازراہ مہربانی مسلمانوں کے استدعا سے اس اقرار نامہ پر داکذاشت فرمائی اور دس مہر مقرر کئے گئے۔ اور ایک ہدایت روازہ میں چسپاں ہوئی

نقل قرار نامہ مہتمماں مسجد جامع

ہم اشخاص مفصلہ ذیل جو باتفاق ہمد گرد مہتمم جامع مسجد قرار پائے ساتھ کمال شکر گزار اسی سرکار ابد پائدار بخشی و رضا و رغبت اقرار کرتے ہیں +

(۱) یہ کہ ہم لوگ ذمہ دار ہیں کہ کچھ ڈنگا و سنا و مسجد میں نہ ہونے پائیا گیا +

(۲) اگر کوئی مقدمہ متعلقہ مسجد کی بابت واقع ہو تو ہم بطور خود اس کا فیصلہ کریں گے +

چونکہ اپنے معابد میں یہی جو تاپہنکر جلاتے ہیں۔ اس لئے گورنمنٹ کو اسکی اصلاح کا خیال آیا تھا جو قوت مسلمانوں نے مؤدانہ طور پر حضور دالیر لے بہادر سے اس امر کی بابت استدعا کی حضور مدوح نے بکمال الطاف شانہ اور مہرجم حسروانہ منظور فرمایا۔ اور ہنگام ورود دہلی داخلہ مسجد کے وقت سب سے پہلے خود ہی جوتے پر موزہ چڑھانے کی عملی کارروائی یہی فرمائی۔ مسجد میں تشریف لے گئے۔ دوڑ دویہ عنایت فرمائے۔

ابستہ مسلمانوں کی عرصہ داشت یا حکام وقت کی تعظیم میں اس قدر سہوا غلطی رہ گئی کہ وہ شاید مسجد کے صرف شرف حصہ کو اصل مسجد سمجھ گئے۔ اس بنا پر مسجد کے صدر حصہ کے شرف مقامات میں موزہ چڑھانے کا قاعدہ جاری ہوا۔ اور باقی صحن مسجد اور گرد کی عمارتیں جو صدر ضلع کی طرح داخل مسجد ہیں اس عملدراوند سے مستثنیٰ نہیں۔ لیکن امید ہے کہ جلد تریہ غلط فہمی رفع ہو جائیگی۔ اور ہمارے منصف مزاج ہر دلعزیز دالیر لے بہادر اس کی اصلاح فرما کر مسلمانوں کے دلوں کو پورے طور پر خوش فرمائینگے۔ اس وقت ہی دستور العمل جاری ہے۔ ممبروں کی تعداد وہی دشل ہے۔ تمام انتظام بیت خوبی سے ہوتا ہے۔ ہر ممبر علاوہ ذاتی شرافت اور آبائی عزت و ریاست کے نہایت لائق۔ معاملہ فہم۔ جزورس۔ دوراندیش۔ امانت دار۔ خیر خواہ سہو کار ہیں۔

ممبران کمیٹی منتظمہ جامع مسجد دہلی

- ۱۔ شاہزادہ ثریا جاہ مرزا کیوان شاہ بہادر گورگانی اور نیری مجھڑیٹ ضلع دہلی۔
- ۲۔ نواب فیض احمد خان صاحب رئیس دہلی۔
- ۳۔ خان صاحب غلام محمد حسن خاں۔ بی۔ اے۔ مینونپل کشر ضلع دہلی۔
- ۴۔ مولانا حاجی سید احمد صاحب امام مسجد جامع دہلی۔
- ۵۔ خان صاحب حکیم ظہیر الدین خاں اور نیری مجھڑیٹ ضلع دہلی۔
- ۶۔ خان بہادر محمد اکرام اللہ خاں اور نیری مجھڑیٹ ضلع دہلی۔
- ۷۔ خان بہادر ڈیٹی آہی بخش صاحب الش پریسیدنٹ مینونپل کمیٹی دہلی۔
- ۸۔ منشی کرم اللہ خاں صاحب رئیس دہلی۔
- ۹۔ منشی حکیم احمد سید خاں صاحب مینونپل کشر دہلی۔

مہمان مسجد کے ہوگی۔

یہ ہدایت نامہ واسطے آگاہی جملہ کان خاص و عام کے چپان کیا گیا ہے دروازہ مسجد پر تاکہ اس ہدایت مندرجہ بالا کے موجب عمل درآمد ہے اور جو کوئی خلاف اسکے کرے گا اس سے موجب مواخذہ کا ہوگا۔

۲۰ نومبر ۱۹۶۲ء

مسجد کے واگذاشت ہونے کی خوشی ایسی خوشی نہ تھی کہ صرف شاہجہان آباد میں محدود رہتی بلکہ تمام ہندوستان اور اطراف ممالک میں اسکا عمدہ اثر پیدا ہوا اور بچہ بچہ سرکار کے اقبال کی مانگنے لگا۔

اور وہ اندرونی کدورت جو نااہلوں کے اغوا سے دلوں کو سیاہ کرتی تھی صفائی سے بدل گئی ہر شخص محبت کا دم بہرنے لگا۔

مگر ہدایت کی دفعہ جو حقیقت میں دلوں کی پر تال کا برقی آلہ اور انکے خیالات کی جانچ کا فوری معیار تھا لوگوں کا دل دکھائی رہتی تھی گواہی اپنے قدیم محسن کے ہزاروں لاکھوں جہانوں کے سامنے کوئی لب نہ بلاتا تھا۔ مگر حقیقت میں اس امر کو تمام مسلمانان نہایت مکروہ خیال کرتے تھے لیکن اس امر کی اصلاح و رفع ادا یہی ایک ہمایوں وقت اور مبارک دن پر منحصر تھی۔ وہ مبارک دن وہ ہے جس میں ہزار کلسنی لادگ گردن صاحب بہادر وائسرائے ہندوستان ہو کر آئے۔ اور آنے سے پہلے شانہ الطاف کا رتبہ برسانا شروع کیا جس سے ہندوستان کی مردہ زمین ہری ہری ہو کر سبزہ رخسار پر ہونے لگیں۔ تحقق

فرقت میں ہے میں نے صلی اللہ علیہ وسلم کے بادشاہ لوٹ ہاری خواں ہے

جو وقت آپ نے ہندوستان میں قدم رنج فرمایا ۱۹۴۷ء میں قیدی دار الخلافہ کا عزم فرمایا۔ مہینہ پراخلاقی۔ مسرہ پراشفاق۔ پیچھے پیچھے شانہ الطاف کی بٹنیں۔ اقبال نقیب۔ شوکت جو بدار۔ روشن ضمیری شعل بردار نہایت شان و شوکت سے تشریف لائے اور آتے ہی سبجائی کی چمک دکھائی۔ مردہ دلوں میں روح دوڑائی۔ سابق ہدایت کی تہنیت فرمائی۔ خانہ خدا کی تعظیم فرمائی۔

وہ سلامت ہیں ہزاریں ہر برس ہون چپان سنار

اس وقت تک یہی یہ ضابطہ کسی امانت یاد شکنی کی عرض سے جاری نہ تھا بلکہ عیسائی لوگ

جمع کی اجازت ہے اور بلا اجازت کمیٹی منظم مسجد کے اندر وعظ کی بھی اجازت ہے۔
(۱۰) دروازہ ڈے شمالی اور جنوبی پر دو کانسٹبل تعینات رہینگے اور ان کی ذمہ داری ہوگی
کہ ان قواعد کی تعمیل ہوتی رہے۔

تخط

د صاحب ٹی کشنر بہادر صبح دہلی

مورخہ کیم جنوری سن ۱۹۷۹ء

کل آمدنی جائیداد مسجد کی تقریباً دو ڈھائی ہزار ہے اور اسی کے قریب قریب ٹیج ہے
متفرق آمدنی جو روضہ وغیرہ سے ہوتی ہے مسجد کی تعمیر وغیرہ میں صرف ہوتی رہتی ہے چنانچہ
نواب کلب علی خان صاحب بہادر مخدوم والی ریاست رامپور نے ایک لاکھ پچیس روپیہ سن ۱۸۸۶ء
میں مرحمت فرمایا جس سے تمام مسجد کی مرمت اور پالش ہوئی سن ۱۸۸۷ء سے شروع ہوئی سید زمان شاہ
صاحب نگران ہے سن ۱۹۷۹ء میں ختم ہوئی۔ بہادر پور کے روپیہ سے مینار درست ہووے علامہ القیاس
مسجد کامل سرمایہ ایک معتبر کوٹھی میں جمع رہتا ہے۔ اور تمام دفتر اور کاغذات مسجد کے
جنوبی دروازہ کے متصل حجرہ میں رہتے ہیں۔
اس مسجد کی کرسی اتنی اونچی ہے کہ اس پاس کے دو منزلہ مکانات کی چھت اور اس کا
صحن ہم سطح ہیں اس کے تین

گنبد

ہیں نہایت خوبصورت اور کلاں ۹۰ گز طول ۳۰ گز عرض میں دو طرف دو مینار
نہایت بلند ہر مینار میں ایک سو بیس سیر حیاں ۱۰۰ بارہ دری کی برجیاں جن پر بیٹھ کر وہ
دور کا عالم نظر آتا ہے۔ تمام شہر ایک کٹورہ سا دکھائی دیتا ہے سبزہ کالہ مانا دریا کالہ مانا
عجب لطف دکھاتا ہے۔ گویا ہر مینار وہ جہاں نمازین جاتا ہے۔

سنا گیا ہے کہ استاد نے ان میناروں کو اس صنعت سے بنایا ہے کہ اگر اتفاقاً کوئی مینار
گرے تو صحن میں گرے جو مسجد کی اور عمارت کو ذرا ضرر نہ پہنچے۔ چنانچہ دو دفو کے تجربہ سے
ثابت ہوا کہ میناروں کو اندر مرقہ کے عہد میں شمالی مینار پر بھی گری جس سے وہ اور اس کے
نیچے کا فرش دو ٹوٹکتہ ہو گئے مگر اور عمارت کو ضرر نہیں پہنچا سرکار دولہمدار نے
اپنے صحن سے مرمت کرائی دوسری مرتبہ سن ۱۹۷۵ء میں جنوبی مینار پر بھی گری جب

(۱۰) حاجی محمد اسحاق صاحب سوداگر صدر بازار دہلی -

تختہ دستور العمل متعلقہ مسجد جو درازہ پر آویزاں رہتا ہے

(۱) بچر خادمان مقررہ مؤذن اور اُن اشخاص کے جن کو کمیٹی منتظمہ خصوصیت کا تھا اجازت دے کسی اور شخص کو رات کے وقت مسجد کے اندر رہنے کی اجازت نہیں +

(۲) تمام اہل یورپ کو جو مسجد کے دیکھنے کے واسطے جائیں چاہئے کہ مسجد کے اُس حصہ میں جو شکل گنبد مغربی سمت چوک میں واقع ہے داخل ہونے سے پشت تراپنے بوٹوں پر غلاف چڑھالیں جو اُن میڑھیوں پر بیلنگے جن کے ذریعہ سے اُس حصہ میں آمد و رفت ہوتی ہے +

(۳) سپاہیان اہل یورپ رگورہ، کوبلا پاس کمان انسر یا دفتر ریکٹر کے مسجد میں جانے کی اجازت نہوگی +

(۴) کسی باشندہ ایشیا کو جو مسلمان نہ ہو بلا حصول پاس جو ڈپٹی کسٹنر بہادر یا منتظم کمیٹی نے عطا کیا ہو مسجد میں داخل ہونے کی اجازت نہیں +
ایسے آدمیوں کو دربان بتائیگا کہ پاس کہاں سے ملیگا +

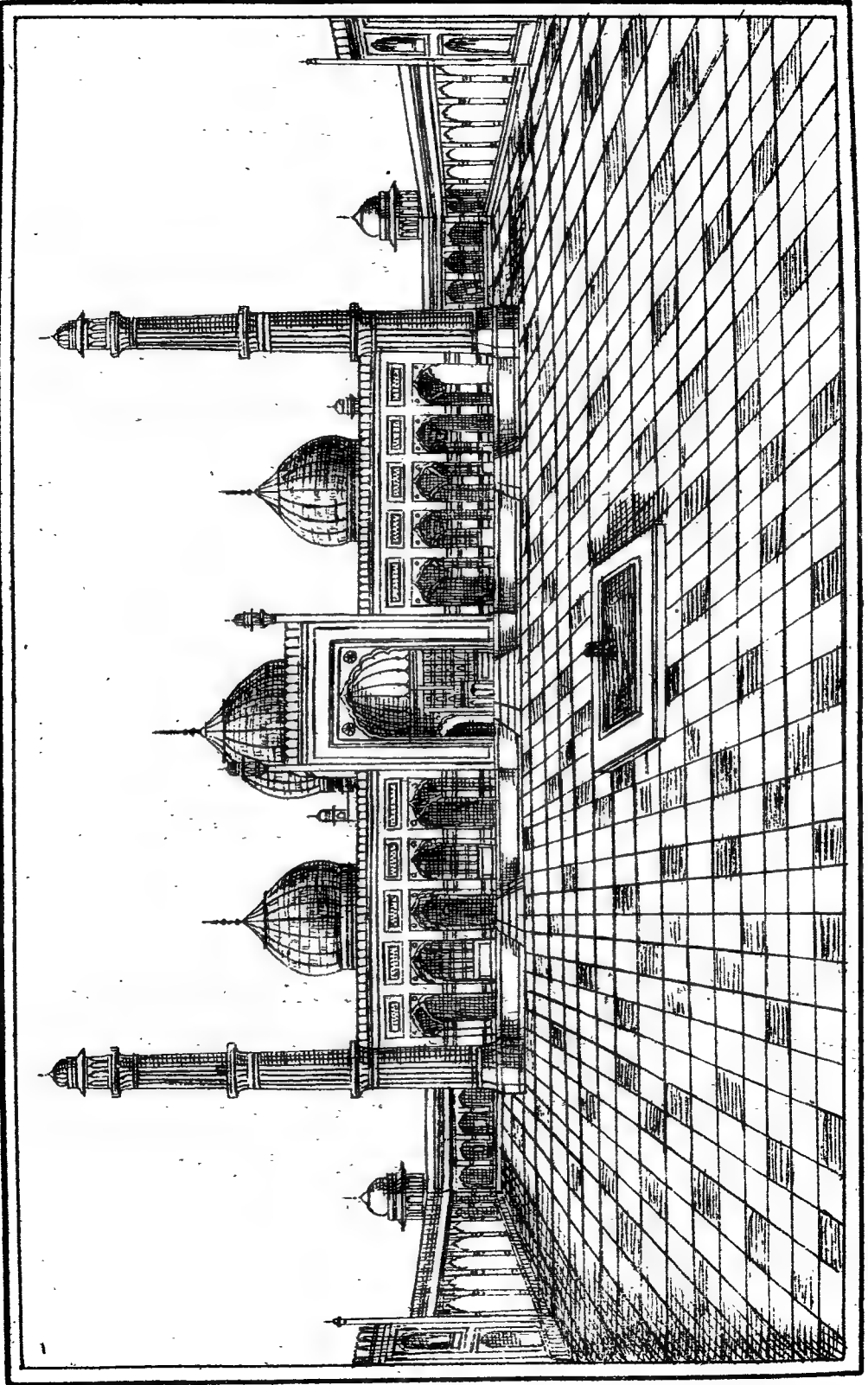
(۵) مسجد کے اندر حقہ پینے کی اجازت نہیں۔ سیرکنندگان کو۔ ستار۔ حقہ۔ ساز۔ سرود۔ دباجر، اور ایسی دیگر اشیاء کہ جو برے اصول اہل اسلام ناجائز ہوں مسجد کے اندر لیجانے کی ممانعت ہے +

(۶) جو اشخاص مسجد کے اندر عکس اُتارنا چاہیں اُن کو لازم ہے کہ کمیٹی منتظم سے خاص اجازت حاصل کر لیں +

(۷) سیرکنندگان کو چاہئے کہ جو اہل اسلام نمازیں مشغول ہوں اُن کے سامنے سے نہ گزریں اور نہ اُن کے آگے کھڑے ہوں اور نماز کے وقت شرعی حصہ مسجد میں ٹھہرے ہوں +

(۸) مسجد کے اندر کرسیاں یا بیچ لیجانے کی بلا اجازت منتظم کمیٹی کی ممانعت ہے۔ اور اگر کسی تقریب میں اجازت حاصل کرنے کے بعد لے جائی جائیں تو بچر ختم ہونے کے تقریب کے جس کی وجہ سے اجازت دی گئی تھی اُن کو وہاں سے علیحدہ کر دینا چاہئے +

(۹) مذہبی بحث کی مسجد کے اندر اجازت نہیں ہے۔ نہ سوا سے اغراض نماز کے اور کسی



بھی اور عمارت محفوظ رہی۔ اور ثواب صادق علیحاج صاحب بہادر درویش والی بہاولپور نے چودہ ہزار روپیہ کے عطیہ سے اس کی مرمت کرائی۔ گویہ مینار خرد ملی شکل کے بنے ہیں۔ مگر صانع نے ایسی تقسیم کی ہے کہ بچے کھڑے ہو کر دیکھتے تو نیچے سے اوپر تک یکساں گولائی نظر آتی ہے۔ ہم اس جگہ مسجد کا اندر سے نقشہ دیتے ہیں جس سے مسجد کا حسن۔ میناروں کی بلندی۔ گنبدوں کی گولائی صحن کا لطف۔ حوض کا نظارہ یہ تمام باتیں نہایت خوبی کے ساتھ معلوم ہوتی ہیں۔

نماز خوانی کا دالان

جس پتین گنبد ہیں۔ فرش سے تقریباً تین فٹ اونچا کرسی دار نہایت دلچسپ بنا ہے سنگ مرمر کا فرش اس میں سنگ موئے کی مصیٹے نما تحریریں ۹۸۹ مصیٹے۔ دیواروں میں قد آدم سنگ مرمر اس میں سنگ موئے کی دھاریاں اوپر تمام سنگ سرخ اس میں سنگ مرمر کی سچی کاریاں۔ خالص سنگ مرمر کا ممبر پاکیزہ منظر اندر کوسات محرابیں دائیں بائیں دو در کھلے ہوئے نئے نئے جالیدار خوبصورت کھڑے لگے ہوئے باہر کے سرخ صحن کی طرف گیارہ محرابیں۔ بیچ میں پیش طاق بند دائیں بائیں پانچ پانچ محرابیں ان پر کتبے لگے ہوئے جن میں بادشاہ کا نام تاریخ تعمیر درمصارف کندہ۔

کتبہ در اول شمال کی طرف سے

بفرمان شہنشاہ جہان بادشاہ زمین و زمان گہان خدیو کشورستان گیتی خداوند گردو توان مومن قوانین عدل و سیاست مشید ارکان ملک و دولت بسیار دان عالی فطرت قضا فرمان قدر قدرت فرخندہ رائے خجستہ منظر فرخ طالع بلند اختر آسمان حشمت انجم سپاہ خورشید عظمت فلک بارگاہ

کتبہ در دوم

مظہر قدرت الہی مورد کرامت نامتناہی مظہر کلمات اللہ العلیا مروج اللہ الخفیۃ البیضاء
ملجأ الملوك والسا طین خلیفۃ اللہ فی الارضین الخاقان الاعل الاعظم والقان الاجل

و طیب ہوا کے روح افزا لہش از روئے رضوان حکایت کردہ و عذوبت مازنین حوص
و لہشیں لطافت آمالش از چشمہ سلسبیل خیر دادہ در روز جمعہ دہم شہر شوال سال نہار و
شخصت ہجری موافق سال چہارم از دور سوم جلوس شہنیت مافوس بساعت شصتہ *

کتبہ ششم

و طالع شایستہ ابتنا و پیرایہ تاسیس یافت و در عرض مدت شش سال بحسن سعی کار
پردازان کاروان کار گزار و فرط اعتقاد و اہتمام کار فرمایان صاحب اقتدار و بذل جود
جہد استادان ماہر دانشور و دوزخ کوشش پیشہ کاران چابک دست صاحب ہنر و
الفاق مبلغ دہ لکھ روپیہ صورت انجام و طراز اختتام پذیرفت و مقارن اتمام
در روز عید فطر

کتبہ ہفتم

بفر قدم اقدس بادشاہ ظل اللہ صافی نیت خدا آگاہ زیب و زینت گرفت و اقامت
نماز عید دادا کے وظائف اسلام چون مسجد الحرام در روز عید الضحیٰ مرجع طوائف انام گردید
و مہمانی اسلام و ایمان را امتانت و رخصت کرامت نمود و سیاحان ربیع مسکون مساکین روای
کوہ و کاموں سا آراستہ عمارتے باین رفعت و حصانت و آئینہ بصیر *

کتبہ ہشتم

و مہرات خیال ترسم نگشتہ و حقائق گزاران و قلع و مہر و حکمت پروازان نظم و نثر را کہ سوانح
نگاران بدلتع ارباب ملک و دولت و صنائع شناسان اصحاب کثرت و قدر تند افزاختہ بنائے
باین شکوہ و عظمت بر زبان قلم و قلم زبان نگذاشتہ فرازندہ کاخ ہستی و طرازندہ مبنی و بستی باین
بنیان رفیع را کہ قرۃ العین مزینش بخش کارخانہ آفرینش است *

کتبہ در یازدہم

پائدار و داکشتہ صدائے قبیح میجانش را ہنگامہ آسائے ذاکران مجامع ملکوت و زمرہ

الاکرم ابو المظفر شہاب الدین محمد صاحب قرآن ثانی شاہجہان بادشاہ غازی لازالت رایات
دولتہ منصورۃ واعداء خضرۃ مقصورۃ کردیدہ بصیرت حق شناس ارشیشہ انوار ہدایت
انما یعمر مساجد اللہ +

کتابہ در سوم

من آمن بالہد وبالیوم الآخر سیرست و آئینہ غمیر صدق گویش از اشعہ مدحائے روایت
احب البلاد الی اللہ مساجد فروغ پذیریں مسجد کوحہ اساس گردوں حماس کہ کر میرے مسجد میں
علی التقوی بیان بنیان پائدار دوست و مینہ والی فی الارض و سواہر تہذیب یک کتاب یوان ستوار
قبہ فلک شانیں از طبقات آسمان گذشتہ و شروق طاق سپہر نشانیں با وجہ کیوان پرستہ

کتابہ در چہارم

گر ز طاق و قبہ و مقصودہ افخ جمعے نشانیں بیچ نتوان گفت غیر از ککشان آسمان
فرد بودے قبہ گر گردوں نبودے نشانیں طاق بودے طاق اگر جفتش نبودے ککشان
فروغ شمع پیش طاق جہاں نمائیں روشنی بخش مصابح سموات پر و ککس گنبد عالم آرا
نور افزاے قنادیل جنات منبر سنگ مرمرین چون محضر مسجد قصے امر قات +

کتابہ در پنجم

مقام قاب قوسین اودائے محراب فیض گترش مانند صبح صادق کشادہ پیشانی بشارت مسال
و لہجہ جادہم من بہم الحمدے ابواب رحمت آملش صلاے و ائدہ یغوالی عارالسلام بمسامع خاص
و عام رسانیدہ منار بہر مدارش ندائے و یجزی الذین آمنوا بالبحنے از نئے رواق گنبد فیروز قیام
گذرانیدہ یقف رفیع باصفائش تماشا گاہ روحانیان کرہ اخلاک +
(در ششم بر یاد دی بخط طغرا لکھا ہے)

کتابہ ہفتم

صحن وسیع و دلکشائیں مسجد گاہ پاک نژادان معمورہ خاک روح فضائے فیض انما

کوثر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رسول دیدہ اند آجاملی و اہل اللہ بجا ست گز شود این سنگ ہم زیارت گاہ
 بنک سال بتحسین آفرین کف بگفت خاطر جالے نشست رسول اللہ
 بانی جاسے ادب محمد حسین محل بادشاہی

منج میں خوبصورت خواہ اس میں رہٹ کے کنوئیں سے پانی آتا ہے جو مسجد کے شمالی
 دروازہ کی طرف واقع ہے۔ باوجود اتنی اونچائی کے پانی بہت خوبی کے ساتھ فرش کے
 نیچے نیچے چلا آتا ہے +

جنوبی شمالی شرقی

تین دروازے ہر دروازہ شاندار ہر دروازہ کے دائیں بائیں دو دروازے ہیں ایک
 ایک حجرہ۔ دروازوں میں تناسب طاق و محراب میں تقابل کنگر و مغولہ میں تطابق چاروں
 کونوں پر چار برج نیچے چار دروازہ کے حجرے غرب کی جانب شمالی برج کے حجرہ میں
 حافظ امیر الدین صاحب تشریف رکھتے ہیں اسی جانب جنوبی برج میں امام صاحب کشمین
 ہے۔ شرقی جانب شمالی برج کے پاس ایک خوشنما قبہ میں

آثار شریف

ہیں جس میں حسب ذیل تبرکات بیان کرتے ہیں۔ نشان قدم شریف۔ کفش مبارک
 جبہ شریف۔ موئے ریش مبارک۔ چند پارہ قرآن نوشتہ حضرت حسینؑ۔ قرآن
 شریف کامل محررہ حضرت علیؑ +

یہ قبہ جس میں آثار شریف رکھے ہیں حضرت ابو ظفر سراج الدین بہادر شاہ مخدوم کی یادگار +

شرقی دروازہ

یہ دروازہ جنوبی شمالی دونوں دروازوں سے بڑا ہے۔ بادشاہ جب قلعہ سے تشریف لاتے
 تھے تو اسی دروازہ سے آتے تھے ابنا کدھی دستور ہے کہ دیر اے من جب کبھی مسجد

تہلیل مہلانش رانشاط افزای سر مستکفان جوامع جبروت دار و درویش منابر معمورہ بہا
 رانجطبہ دولت جاوید طراز این بادشاہ و داد گردین پرور کہ بیا من ذات مقدس مبارکش
 ابواب امن و امان بردوے روزگار کشادہ است آراستہ دالود بحق الحق و اہلہ
 کتبہ نور اللہ احمد۔

پیش طاق

باوجود اس قدر بند ہونے کے نہایت خوشنما کشیدہ اور تناہوا۔ اس پر یا مادی کا
 دلفریب طغرا بنا ہوا آگے سنگ باسی کا +

مکبر

چونکہ مسجد میں نمازیوں کی کثرت مور و مخ سے زیادہ ہوتی ہے خصوصاً اوداع میں تل
 دھرنے کی جگہ نہیں ملتی ہے مسجد۔ صحن و الان۔ چھتیں۔ چھجے۔ برج سب بھر کر تمام ٹکڑیں
 رک جاتی ہیں۔ تکبیر کی آواز نہیں آتی ہے دو چار صفوں میں گونج کر رہ جاتی ہے۔ اس لئے
 شہزادہ سلیم ابن معین الدین اکبر نے یہ مکبر بنوایا جس وقت مکبر اس پر کھڑے ہو کر اللہ اکبر
 کہتا ہے روٹ گئے کھڑے ہو جاتے ہیں دل لرز جاتے ہیں **نَقْشُہٗ مِنْہُ جُلُوْدٌ**۔ کا سماں بندھ
 جاتا ہے **وَجَلَّتْ قُلُوْبُہُمْ**۔ کا نقشہ کھینچ جاتا ہے +

صحن

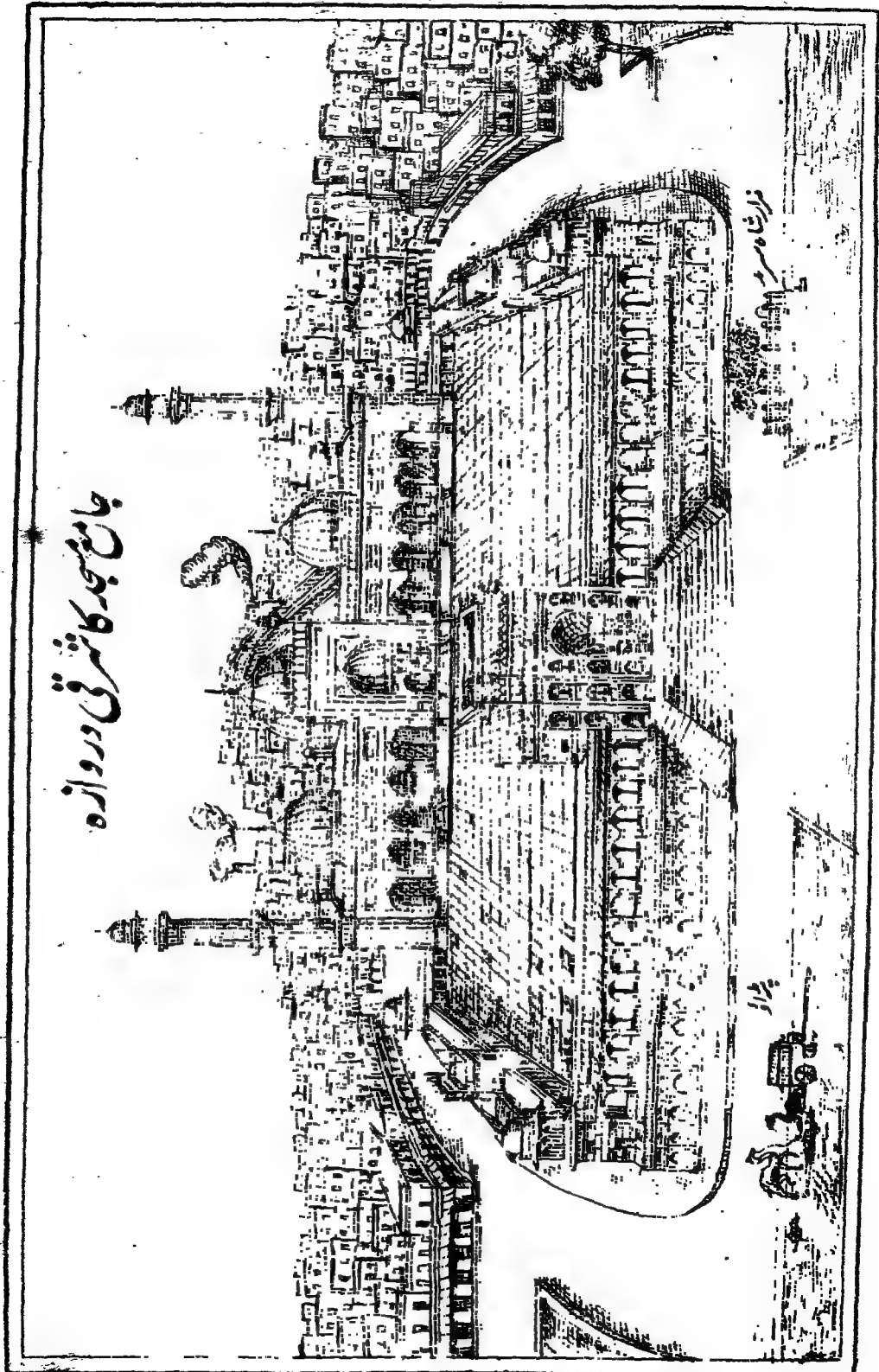
تمام سنگ سرخ کا نہایت وسیع اور دلکشا۔ ایک سو چھتیس گز عرض و طول اور باوجود
 اس قدر وسعت کے ڈھلاؤ ایسا عمدہ کہ کہیں نشیب و فراز نہیں معلوم ہوتا۔ اور برسات میں
 ایک قطرہ تک پانی کا نہیں ٹھہرتا چوں بیچ صحن کے فرش سے ایک ہاتھ اونچا۔

حوض

نہایت خوشنما پندرہ گز سے بارہ گز خالص سنگ مرمر اس میں سنگ موسے کی تحریریں
 چاروں کونوں پر چار لال ٹینیں ایک گوشہ مغربی پر چھوٹا سا سنگ مرمر کا کھڑا

* محمد حسین خان محل نے اس جگہ آخر صحن سے ٹھہرے دیکھا تھا اس لیے یہ کھرا بنوا دیا ہے۔ ایشیا اس پر کندہ ہیں +

جامع مسجد کا شرقی دروازہ



نور شاہ سرمدہ

۱۱۱

کی زیارت کو آتے ہیں تو اسی دروازہ سے تشریف لاتے ہیں۔ اس میں گئی حجرے نہایت خوبصورت بنے ہوئے ہیں اوپر ایک عالیشان مکان ادھر ادھر تین دالان مسجد کی طرف ایک چھوڑے ہوئے جس میں اکثر حکام آکر بیٹھے ہیں سڑک کی طرف دائیں بائیں دو دو چھوٹے تین دروازہ کے اوپر نہایت خوشنما چھوٹی چھوٹی برجیاں +

اس دروازہ کے آگے روزانہ چار گھنٹہ دن سے چوک لگتا ہے۔ اس میں ہر قسم کا جانور فروخت ہوتا ہے۔ کبوتر۔ میٹر۔ لال۔ پدی۔ بئے وغیرہ بیروں میں نظر آتے ہیں۔ نوجوان لڑکے بیچنے ہاتھوں میں لئے نئی نئی آدازیں لگاتے ہیں۔ اس دروازہ کی جانب ۳۵ میٹر حیاں ہیں۔ میٹرھیوں پر کھڑے ہو کر دیکھئے جامع مسجد کا چکر چھوڑ کر تین سڑکیں نظر آتی ہیں ایک وہ جو جامع مسجد سے سیدھی قلعہ میں چلی گئی ہے دوسری جنوبی سڑک جو میدان پر پٹ چھوڑ کر آبادی کے پاس پاس نواب صاحب پاٹودی کی مسجد کے برابر ہوتی ہوئی دریا گج کو چلی گئی ہے تیسری شمالی سڑک ہے جو شفا خانہ کے پاس ہوتی ہوئی چاندنی چوک جالے والی سڑک میں جاتی ہے اس موادہ کا حسن اور سڑکوں کی روش نقشہ سے ملاحظہ فرمائیے +

مزار ہرے بھے صفا و صوفی سڑ

شرقی دروازہ کی میٹرھیوں سے نیچے اتر کر کسی قدر شمال کی جانب لب سڑک نیم کے درخت کے نیچے صوفی سرد کی سرخ رنگ کی قبر ہے اور ان کے سر کے شاہ ہرے بھے صفا کا سبز رنگ کا مزار ہے۔ دونوں صاحبوں کی بابت زبانی خبریں بہت کچھ مشہور ہیں۔ مگر تحقیق حال کسی جگہ سے نہیں ملا +

کہتے ہیں کہ صوفی سرد یہودی سے مسلمان ہوئے تجارت کرنے لگے ایک عرصہ تک دنیاوی خرید و فروخت میں مشغول رہے اس کے بعد شجرہ عشق نے چوک لگایا محبت کے دلوں میں پیدا ہوئے دل دینے کی ٹھہری جو شبلی طبیعت روز بروز اپنے جوہر دکھانے لگی۔ چند ہی روز میں مجاز کے پلکتے ہوئے زینہ پر چاڑھایا اور جھٹ پٹ لب بام پہنچا دیا۔ شہر ٹھٹہ میں ایک ہندو کے لڑکے سے محبت ہوئی۔ مگر فوراً غلبہ حال نے دامن کھینچا۔ اور صوفی پرستی کا عالم طاری ہوا پھر تو اپنی بھی خیر نہ رہی جامہ ظاہری نمک سے غیر کے پوآنے لگی۔

سیدہ بدھ کی لی اور نہ منگل کی لی نکل شہر سے راہ جنگل کی لی

حضرت قطب العالم مولانا شیخ کلیم اللہ صاحب جہاں آبادی علیہ الرحمۃ

کامزار ہے جامع مسجد کے شرعی دروازہ سے تقریباً ۳۰ قدم کے فاصلہ پر سبز کٹھرانظر آتا ہے آپ کے اوصاف آپ کے کرامات بیان سے باہر ہیں صاحب تفرید و تخرید تھے ستر حال میں کوشش کرتے تھے آپ کا نسب قریشی ہے آپ کے والد ماجد کا نام شیخ نور اللہ مندس علیہ الرحمۃ ہے۔ جامع مسجد کا کتبہ آپ ہی نے لکھا ہے۔

حضرت شیخ ۳۴ جمادی الثانی ۱۲۸۵ھ میں پیدا ہوئے لفظ غنی تاریخ ہونی گویا آپ کا تاریخی نام غنی ہوا۔ اوائل عمر میں علم کا شوق ہوا دوسری کتابوں سے فراغت پائی توجت الہی نے فل میں جوش مارا کامل سیر کی تلاش ہوئی بیت اللہ شریف پہنچے پھر ایک مجذوب کی لبات کے موافق مدینہ شریف میں حاضر ہوئے۔ حضرت شیخ کچھ مدنی علیہ الرحمۃ سے بیعت کی چند روز کے بعد قطیبت ملی۔ مدینہ سے مکہ شریف واپس آئے تو جو شخص آپ کو دیکھتا تھا۔ قطب عالم کہہ کر پکارتا تھا۔

اس کے بعد جہاں آباد میں تشریف لائے تدریس میں مشغول ہوئے خورد نوش کا سامان اگرچہ کفایت سے بھی کم تھا مگر دل غنی تھا۔ بادشاہ فرخ سیر نے ہر چند چاہا کہ آپ کو مکان دے و طیفہ مقرر کرے مگر آپ نے کچھ نہ منظور کیا صرف عجا جو اپنے ملک سے کرایہ مکان کے آتے تھے اسی میں بسر کرتے تھے فقر کو فرخ سمجھتے تھے دن کو قال اللہ۔ رات کو نقطہ اللہ اللہ۔ لوگوں کا ہجوم تھا عموم میں خصوص خصوص میں عموم تھا۔ جو آتا سمجھاتے۔ خدا کا نام بتلاتے۔ چاروں سالوں میں اجازت تھی۔ پاکیزہ نسبت تھی۔ چشتیہ۔ قادریہ۔ سہروردیہ میں قطب المدینہ سے مجاز تھے۔ نقشبندیہ طریقہ میں حضرت میر محترم کے محرم راز تھے۔ ہزاروں مرید ہوئے۔ سینکڑوں طالبین۔ حضرت شیخ الاسلام نظام الدین اور رنگ آبادی مولانا عبد الصمد حضرت شاہ محمد ہاشم مولانا شاہ ضیاء الدین خواجہ یوسف حضرت خواجہ شریف مولانا شاہ جمال جے پوری۔ ایسے ایسے لوگ خلیفہ ہوئے۔

تعلیم کے ساتھ تصنیف کا بھی خیال تھا۔ سواۓ اسبیل۔ تسنیم۔ عشرہ کاملہ۔ تفسیر کلیمی۔ مشکوٰۃ۔ رد و افض۔ مرقہ۔ وغیرہ کتابیں تصنیف کیں۔

۲۴۔ ربیع الاول ۱۳۰۲ھ ہجری کو وصال ہوا۔

ادھر تو صوفی صاحب کی مستی نے رنگ دکھایا ادھر لڑکا بھی مال و دولت چھوڑ صوفی مشرب
میں آیا اور پیانے بادۂ محبت کے اتنے جام پئے کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا۔ اور دونوں
صاحب باہم شاہجہاں آباد میں آئے صوفی کا جذب زوروں پر تھا لوگوں کا جھگڑ رہے تھے
لگا۔ شاہجہاں کا زمانہ تھا۔ شہزادہ داراشکوہ قدرتی طور سے مجذوبوں کا دیوانہ تھا صوفی
صاحب کا شہر سن فوراً حاضر ہوا اور پھر ایسی عقیدت ہوئی کہ اکثر آنے لگا۔ ادھر تو صوفی
کی خدمت میں آتا ادھر بادشاہ کو ملاقات پر اکساتا۔ مگر سرگرد ذکر کرنے سے بادشاہ کو خیال
ہوا۔ عنایت خاں رشتہ کو تقبیل حال کے لئے مقرر فرمایا۔ عنایت خاں نے ہر چند جستجو کی کہ
صوفی کے حقیقت حال سے اطلاع ہو مگر کچھ پتہ نہ چلا۔

میان عاشق و معشوق رمزیت کرا ما کا تہیں راہم خبر نیست

آخر مایوس ہو کر عنایت خاں نے بادشاہ کے سامنے یہ شعر پڑھا

بر سر مدبرینہ کرامات تہمت است کشفے کذا ظہر است ازال کشف عورت است

بادشاہ نے فرمایا کہ بیک گز کر پاس دہن خلق تو اں دوخت +

جب عالمگیر کا زمانہ ہوا تو اس نے صوفی کو بلایا اور کپڑے نہ پہننے کی بابت سوال کیا
صوفی نے جواب دیا ہے

آئیں کہ ترا سر بر سلطانی داد مارا ہمہ اسباب پریشانی داد

پوشا نہ لباس ہر کرا عیب دید بے عیباں را لباس عیانی داد

ایک دفعہ ملا شیخ عبد القوی نے بادشاہ کے اشارہ سے سرمد صاحب کو بلایا اور پوچھا کہ

چرا عیاں میباشی۔ سرمد نے جواب دیا کہ شیطان قوی است آخر بہت سی گفتگو کے بعد ملا
صاحب اور دیگر علمائے سرمد کے قتل کا فتوے دیا جس وقت مقتل میں لے گئے سرمد
نے یہ شعر پڑھا ہے

سرمد اگر از تم شوقیکہ با ما یار بود قصہ کو تہ گشت و رتہ در و ہر سہار بود

چوتھے سال جبوس شہزادہ میں مقتول ہوئے اُن کے مزار پر یہ تاریخ کندہ ہے

شاہ سرمد بعد عالمگیر چوں سفر ساختہ بخلہ بریں

گفت تاریخ اکبر سکیں لحد مرقد شہید ہر مدایں

صوفی سرمد کے مزار سے آگے سامنے میدان میں

لوح مزار پر یہ قطعہ کند ہے

فضل و کمال خورشید بود - مریم قلب ویش بود - سال وصالش گفتمہ تف - قطب زمان خورشید بود
آپ کے تین فرزند تھے اول صاحبزادہ ابو سعید جلال الدین حامد - دوم صاحبزادہ محمد فضل اللہ
سوم صاحبزادہ محمد احسان اللہ - اور تین صاحبزادیاں - اول حضرت بی بی رابعہ - دوم حضرت
بی بی فخر النساء - سوم حضرت بی بی زینت الحیوۃ عرب بی بی مصری +

بی بی مصری کی اولاد میں اس وقت میاں عبدالغنی کلیمی اور قاسم علی کلیمی موجود ہیں بی بی
مصری بیٹے شاہ محمد غوث ان کی دختر حسینی بیگم ان کی صاحبزادی امانی بیگم - ان کے ایک
صاحبزادہ مولوی سید محمد جن کے بیٹے میاں عبدالغنی ایک صاحبزادی جنکے
بیٹے میاں قاسم علی -

مولوی سید محمد صاحب مزار کے متولی تھے - تمام خدمت خود کرتے تھے - کہتے ہیں کہ
ایک مرتبہ مولوی سید محمد صاحب نے مجمع کیا اور چونکہ میاں عبدالغنی صغیر سن تھے قاسم علی
صاحب کے سر پر اپنی طرف سے دستار باندھی اور مزار کی خدمت سپرد زمانی قاسم علی
صاحب نے اسی جلسہ میں اپنی طرف سے میاں عبدالغنی کے سر پر دستار باندھ دی - یہ
عقب کلاں محل مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمہ کے مدرسہ میں رہتے ہیں شیخ کے
مزار پر دو عرس ہوتے ہیں - ۲۴ - بیع الاول کو حضرت شیخ کا ۲۴ - صفر کو آپ کے مرشد
شیخ سحیح مدنی صاحب کا +

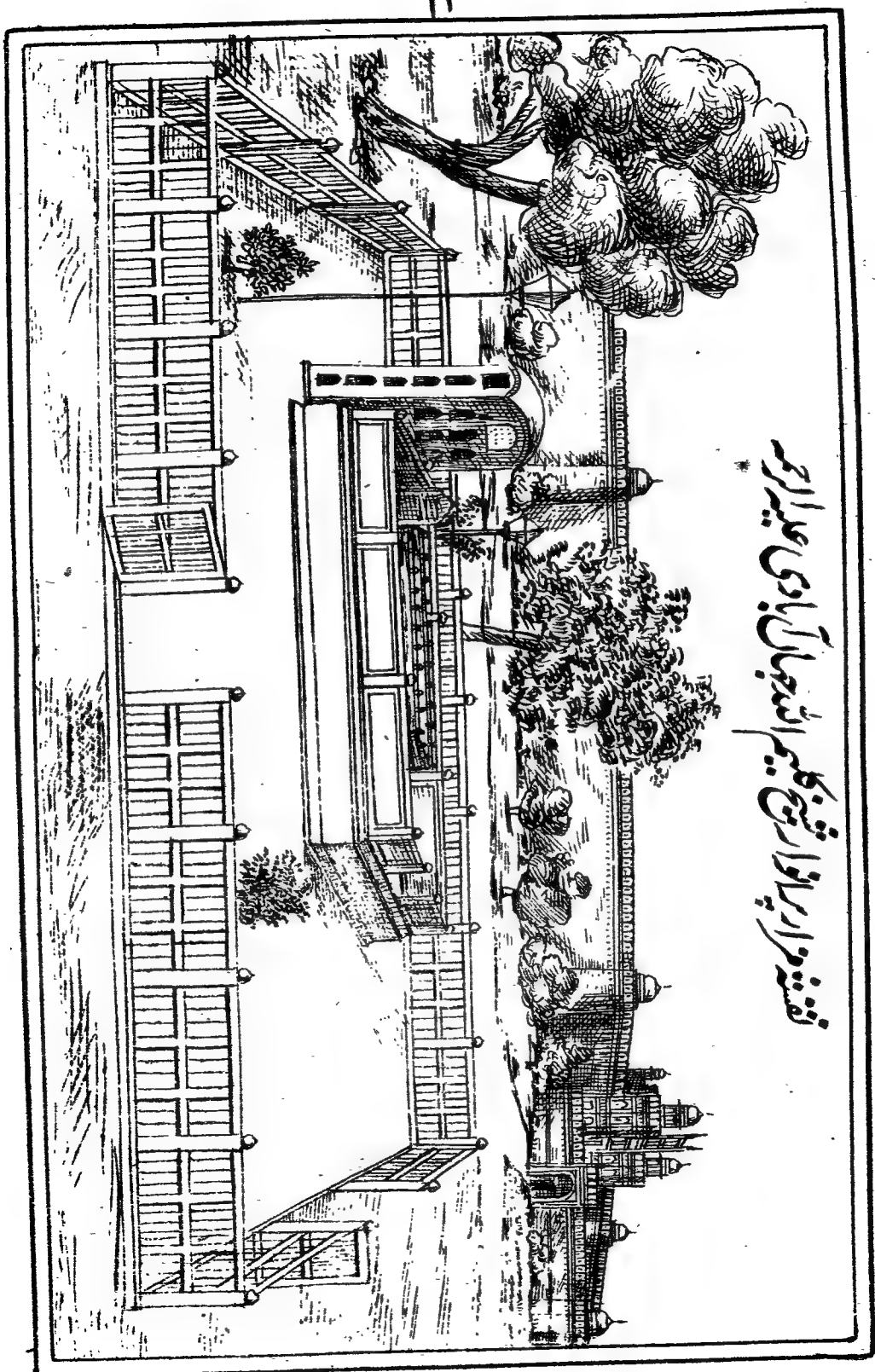
شرقی دردادہ سے شمالی سڑک پر جو ہرے بھرے صاحب کے مزار سے ملی چلی جاتی ہے
شفا خانہ سرکاری سے ۴۵۰ قدم کے فاصلہ پر جانب غرب نشیامو جان کے مکان میں -

یتیم خانہ

یہ انجمن مؤید الاسلام اس کی کفالت کرتی ہے یہ انجمن سالانہ بھری سے قائم ہوئی اس کے
اصل بانی مبنی جناب ہنشی محمد کرم اللہ خاں صاحب رئیس دہلی ہیں جو جامع مسجد اور فخر پوری
کے ممبر ہیں اس انجمن کے اعراض یہ ہیں - (۱) مسلمانوں کے لاوارث بچوں کو پرورش
کرنا اور ان کو دینی دنیاوی - خلائی تعلیم دینا (۲) لاوارث محتاج میت کی تجزیہ تکفین کرنا

نقشه مزار پانوا شیخ کبیر اندجہاں آبادی علیہ الرحمہ

۴۴



ہے اسیں تقریباً ۱۲ یا ۱۳ برس مولانا عبدالرب صاحب مرحوم نے وعظ فرمایا انکی وفات کے بعد مولوی عبدالرحمن صاحب اُنکے شاگرد ہر جمعہ کو وعظ فرماتے ہیں ۱۹۰۲ء میں اسکی از سر نو تعمیر ہوئی اور میاں عبدالرزاق صاحب سوداگر جنت فروش نے ایک سنگین حوض بنایا مسجد کی پشت پر کھڑا نظام الملک ہے اسیں منشی ظہور الحسن کا مکان ہے جہکے یہاں سے قومی پرچہ نکلتا ہے۔ اس کے

خانہ درخشاں کی کھڑکی

آتی ہے۔ یہ کھڑکی خانہ درخشاں کی چوٹی میں واقع تھی جو محمد شاہ بادشاہ کے وزیر تھے اسوقت گلی جاتی ہے کھڑکی کا ٹوٹا ہوا دروازہ موجود ہے باقی اندر متفرق لوگوں کے مکانات بگھے ہیں اسیں منشی عبدالغنی ابن منشی ممتاز علی صاحب کا مطبع ہے یہ گلی مولانا شاہ عبدالغنی صاحب مرحوم کے مدرسہ ہوتی ہوئی عقب کلاں محل سے گذرتی ہوئی کوچہ چلیاں سے محل گیش کے کمرہ جاگتی ہے کھڑکی خانہ درخشاں سے بڑھ کر

نواب صاحب پاٹودی کی مسجد

کہتے ہیں کہ جوقت شاہجہان بادشاہ اول تشریف لائے اور کلاں محل میں مقیم ہوئے تو علم کے واسطے یہ مسجد بنوائی گئی بعد نواب صاحب پاٹودی نے اس کے قریب کی زمین ملا کر کوٹھی بنائی تو یہ مسجد نواب صاحب کی طرف منسوب ہوگئی یہ مسجد نہایت خوشنما بنی ہے اسیں چار حجرہ اور بیچ میں ایک حوض نہایت پاکیزہ بنا ہے مگر باطل بے مرمت پڑا ہے۔ ریاست سے بہت قلیل رقم ملتی ہے جس سے اس مسجد کی خدمت ہوتی ہے۔ شنائے گوشہ پر اسکے متعلق ایک کنواں ہے وہ بھی بے مرمت پڑا ہے اسوقت اس مسجد میں عربی مدرسہ شاہزادہ میر الملک مرزا بلاتی صاحب کے اہتمام سے جاری ہے مولوی محمدزہ صاحب اور ایک دوسرے مدرسے میں مولوی سید حمزہ صاحب حجتہ ثانیہ پڑھاتے ہیں نہایت عابد زاد شخص ہیں حضرت شیخ العالم جناب حاجی امداد اللہ صاحب علیہ الرحمۃ سے مجاز ہیں۔ اس مسجد کے جنوب میں نواب صاحب کی کوٹھی ہے کوٹھی کے سامنے سے بھی راستہ جاتا ہے ایک دستہ کلاں محل کو آتا ہے دوسرا فیض بازار میں نکلتا ہے تیسرا پولیس کے پاس کوٹلیوں گلیوں چھوٹے چھوٹے کوچہ چھوڑتا ہوا کوچہ چلیاں میں جا نکلتا ہے

نواب صاحب کی کوٹھی اور مسجد کے مقابل

(۳) ویران مسجدوں کی آبادی میں حتی الامکان سعی کرنا۔

اس وقت پینتیس چھتیس لڑکے لڑکیاں موجود ہیں تعلیم کے لئے لائق استاد معین ہے۔
حرفہ سیکھنے کے لئے بچہ دستکاری کے مدرسہ میں جاتے ہیں۔ تقریباً ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار
کانچ ہے۔ اس کا سرمایہ حاجی علیجان صاحب کی کوٹھی میں رہتا ہے

اس کے دو سکریٹری ہیں } (۱) خان بہادر ڈپٹی آئی ٹی صاحب داس پریسیڈنٹ کمیٹی دہلی
(۲) نواب فیض احمد خاں صاحب رئیس دہلی

اور دو منتظم } (۱) مولوی سید حافظ عبدالاحد صاحب رضوی رئیس دہلی
(۲) مولوی حاجی سید احمد صاحب امام جامع مسجد

باقی میں کارکن ہیں جو انتظامی قابلیت میں اپنا نظیر نہیں رکھتے۔
یتیم خانہ سے آگے بڑھ کر تقریباً ۵۰ قدم کے فاصلہ پر جانب غرب

مندرام چندرجی

واقعہ ہے یہ مندر سبت بھرمی مطابق ۱۸۹۶ء میں زوجہ تلارام نے بنایا ہے۔ اس میں رام لیلا کا سنگھاسن
کھڑا رہتا ہے اور یہیں ہر سال کنوار کے مہینہ میں رام لیلا کی سواری نکلتی ہے ہندوؤں کا غولال
ساتھ ہوتا ہے تمام بازار آدمیوں سے بھر جاتا ہے اس کے مقابل میدان میں فوجی قواعد ہوتی ہے بنیاں تانکے ہیں
بازر کے متصل میں میں میں تین قدم کے فاصلہ پر اور یہی کئی مندر ہیں جن میں چھوٹے چھوٹے میلے ہوتے ہیں
یہ سڑک دلی نیک کے سامنے چاندنی چوک جانے والی سڑک سے جا ملتی ہے۔

اب پھر شرقتی دروازہ پر آئیے دو سڑکیں باقی ہیں ایک جنوبی سڑک جو میدان کے برابر آبادی کے متصل
لگی دیا گنج چلی جاتی ہے اس میدان کے اول کنارہ پر پڑاؤ ہے اس میں اونٹ گاڑیاں وغیرہ کھڑی ہوتی
ہیں۔ اس سڑک کے شمال میں پریٹ کا میدان ہے اور جنوب میں

بازار مچھلی والاں

اس بازار میں مچھلی دالے بہت ہیں اور کثرت سے مچھلیاں بکتی ہیں اور تمام شہر میں یہیں سے خوراک
ہونے کو جاتی ہیں اس بازار کے شروع پر

مچھلی والاں کا مسجد

سال تارخیش رسائی یافت از الہام غیب مسجدے چوں بیت اقصیٰ مہبط نور الہ
 اس مسجدے آگے ہول کی منڈی کو رہتے جاتے ہیں اور تراہم بہرم خاں میں جا کھلتے ہیں
 آگے کو توالی جرنیلی تہانہ فیض بازار کٹرہ بدر الدین تہرکن۔ کٹرہ حکیم بوعلی سینا کو چہ لال بن
 چو کی چنگی۔

ابغیض بازار کی شرقی جانب لیجے ہر کو درین ہاتھ کیسے گوشہ مسجد واقع ہے آگے چند قدم کے فاصلہ

شاہ صابر بخش صاحب علیہ الرحمۃ کی درگاہ

ہے مسجد اور خانقاہ کی کھڑکیاں سڑک کی طرف کھلی ہوئی ہیں شاہ صاحب اپنے زمانہ کے مقدس
 بزرگ ہوئے ہیں چشتیہ طریقہ کے برگزیدہ لوگوں میں گئے جاتے ہیں۔ آپ کے والد ماجد سید شاہ
 نصیر الدین ابن شاہ غلام سادات چشتی قدس سرہ بن شیخ عبدالواحد عرف نواب بشارت خان
 برادر زادہ حقیقی قطب العارفین حضرت شیخ محمد چشتی قدس سرہ الغریر تھے۔ آپ نے بڑے بڑے
 مشائخ سے فیض باطن حاصل کیا اور اپنے جد امجد شاہ غلام سادات سے خلافت پائی اور
 انہوں نے شاہ محمد نصیر سے انھوں نے شیخ محمد چشتی سے انھوں نے شیخ ابراہیم رامپوری سے
 جو دہویں بیح الاول سنہ ۱۲۳۰ ہجری چاند گڑھی رات گئے شاہ صاحب کا وصال ۱۱۸۱ خانقاہ میں ہوا جو ابھی
 انکے بیٹے سید عبداللہ صاحب سجادہ نشین ہوئے شاہ صاحب کے قدم بقدم رہے ۳۳ شعبان
 سنہ ۱۳۱۰ ہجری کو انتقال فرمایا اور شاہ صاحب کے قریب مدفون ہوئے۔

انکے بعد انکے فرزند سید امیر حسین صاحب منہ خلافت پر رونق افروز ہوئے اور محمد اللہ قسوت
 تک موجود ہیں نہایت خلیق۔ متواضع۔ منکسر مزاج۔ درویش صفت آدمی ہیں انکے دم سے اس درگاہ
 کو بہت رونق ہوئی کئی عرس ہوتے ہیں ۲۲۔ محرم کو حضرت شیخ محمد صاحب کا تین روز ۱۱۔ رمضان
 حضرت غلام سادات کا۔ ۱۱۔ ربیع الاول کو شاہ صابر بخش علیہ الرحمۃ کا ۲۲ شعبان کو سید عبداللہ صاحب حرم کا
 دور دور سے فقر اور درویش اگر جمع ہوتے ہیں شاہ صاحب خود مہمان نوازی میں سرگرم ہتھیں
 مہمانوں کے آرام کے لیے خانقاہ تیار کرائی ہے۔ مسجد نہایت آراستہ اور خوبصورت ہے ایمیں
 نہایت پاکیزہ حوض بنا ہے اس درگاہ کی خوبی نقشہ سے ظاہر ہوتی ہے۔
 درگاہ سے آگے کوئی عمدہ عمارت یا موقع نہیں ہے شرق کی جانب تمام کوٹھیاں اور فوج کی بارگاہیں بنی
 ہوئی ہیں۔

بیٹسٹ مشن ہال

ہے۔ ہمیں عیسائی مذہب کے طریق کے موافق عبادت ہوتی ہے اتوار اور بدھ کے روز جلوس ہوتا ہے۔ پادری ٹومس صاحب اسکے ہتھم نہایت خلیق شخص ہیں انکی کوئی بی بی ایسی جگہ ہے۔ مینے خود پادری صاحب سے ملکر مشن ہال کی لاگت کا تخمینہ پوچھا تو فرمایا کہ یہ عمارت سترہ سترہ میں تیار ہوئی اور تیس ہزار روپیہ صرف ہوا اس عمارت کے متعلق ایک شفا خانہ ہے جو پادری گائٹن صاحب نے بنوایا ہے اس میں ڈاکٹر ڈیوڈ صاحب علاج کرتے ہیں اور عام لوگوں کا مفت علاج ہوتا ہے ڈیوڈ صاحب کی کوئی بی بی نہیں ہے اور میں زوجہ احمد علی خاں صاحب صدر الصدور علی گڑھ کی سیکریٹری ہے آگے پنجرہ پر پڑتا ہے۔

جنوب کی طرف فیض بازار ہے دونوں طرف بازار بیچ میں نہرتی ہی نہر کی غرنی شرک پر چلے نہر کو بائیں ہاتھ رکھیں اس جانب بازار اور حسب ذیل محلے ہیں محلہ نقاد خانہ جو پہلے دروازہ کلان محل کے نام سے مشہور تھا کوچہ پر مانند۔ کوچہ دکنی راسے اس میں رطے منوہر لعل صاحب جج نشنر کا مکان ہے۔ ترکاری کی منڈی اس میں ہر قسم کی تازہ ترکاری اور پھل فروخت ہوتے ہیں قاضی وائمرہ اسکے متصل مسجد روشن الدولہ

یہ مسجد محمد شاہ کے عہد میں بنی ہے نواب روشن الدولہ نے بنائی ہے کسی زمانہ میں اسپر سر سے پاؤں تک سونے کا کام تھا سہرے تین برج نہایت خوبصورت تھے جب یہ برج حکمت ہو گئے تو یہاں کے برج کو توالی کے قریب نہری مسجد کے فرج میں آئے اور اسکی مرمت میں صرف ہو گئے اس میں اکثر مولوی مخصوص اللہ صاحب تشریف لے گئے تھے۔ اب یہ مسجد بہت خوبصورت ہے مگر بے غوری پڑی ہے اسکا حوض ایسا ناپید ہوا ہے کہ اب نشان تک نہیں معلوم ہوتا اسکی پیشانی پر یہ اشعار کندہ ہیں۔

شاہ بہیکہ آن مرشد کامل ولایت دستگاہ	شکر حق زمین فیض سید عرفاں پناہ
معدلت محمد شاہ عازی بادشاہ	در زمان شاہ اسکندر نشان جہشید قدر
کرد تعمیر طلائی مسجد عرش اشتباہ	روشن الدولہ ظفر خان صاحب جو دو کمر
کردہ از خط شعلہ مسجد جاردی پگاہ	مسجد کے کاندر فصائے صحن قدش بہمان
ہر کہ اد آتش وضو سازد شود پاک از گناہ	حوض صاف اد نشان از چشمہ کوثر دہد

سڑک کے بچوں بیچ نہیں بھول کی منڈی جانے والے راستہ کے سامنے ایک عجیب و غریب
حوض بنا ہے گرمیوں میں چاند گھڑی دن سے اس پر بہا رہتی ہے لوگ نہاتے رہتے ہیں آگے چلتے چلتے
دلی دروازہ آجاتا ہے۔

اب پہر بچہ اس پر آئے دریائے جانے والی سڑک پر چلیے گوشت کی مسجد سے بلا ہوا

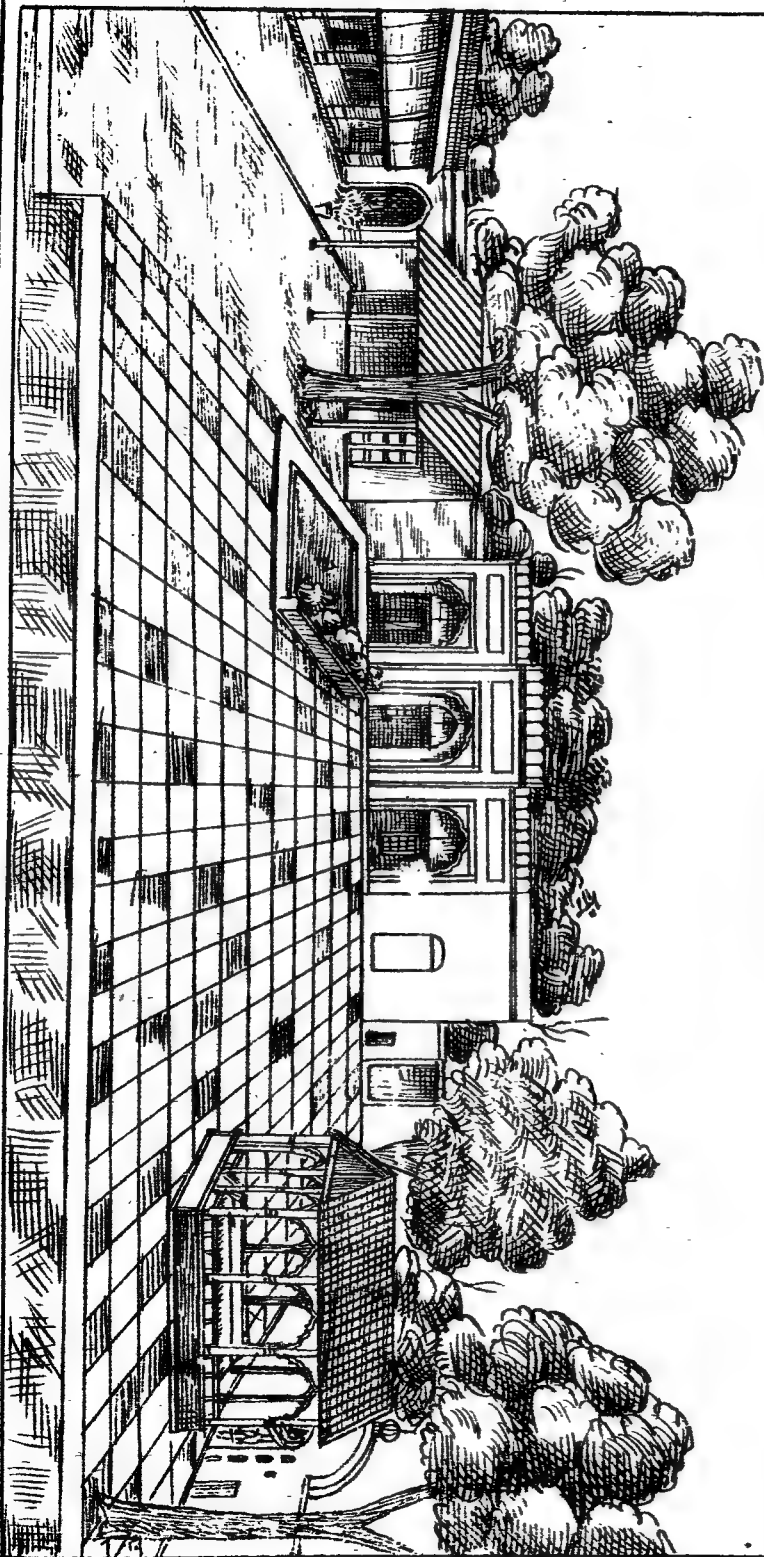
بیل کا کنواں

ہے اسکا پانی نہایت شیریں ہے لوگ دور دور سے آتے ہیں اور پانی لیجاتے ہیں۔ اس سے آگے بڑھ کر
شمالی طرف کہنی بلوچ اور جنوبی جانب ایک پٹن ہندوستانی رہتی ہے جس میں مع باجے والوں کے ایک چار آدمی ہیں
آگے بڑھ کر شمالی سمت میں دریا کی طرف سڑک جاتی ہے یہیں منبر الکی کوٹھی ہے جس میں سے قلعہ کا پاس ملتا ہے
اور شمالی جانب کوٹھیاں اور بارگین بنی ہوئی ہیں تم جنوب شمال چھوڑ کر سید ہے چلے چلو جوت تراہر پر
یہو پو شترتی جانب نظر اٹھا کر دیکھو زینت المساجد نظر آتی ہے سامنے فاصل کا دروازہ مسجد گھاٹ نظر آتا
ہے سامنے کی جنوبی سڑک کوٹھیوں میں چلی گئی ہے جن کی تعداد چوبیس ہے۔ ان میں فوج کے
انسرو وغیرہ رہتے ہیں۔ تم مسجد گھاٹ دروازہ کی سڑک پر چلو مسجد اور شفا خانہ فوج کے درمیان
واقع ہے جبکہ کی جانب شفا خانہ ہے جو نہایت اونچی جگہ پر واقع ہے اور شمالی سمت میں

زینت المساجد

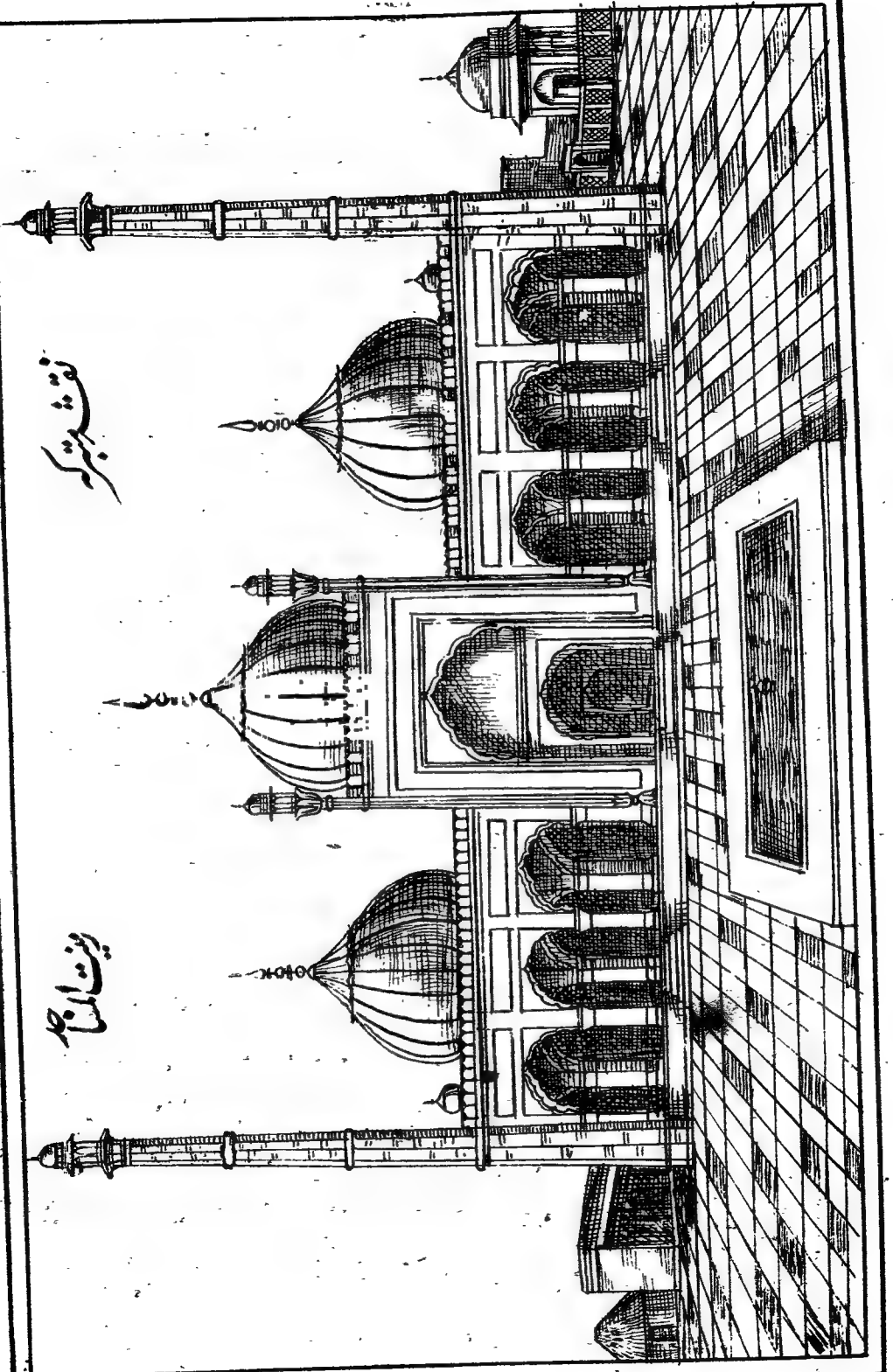
کا دروازہ ہے اللہ اللہ کس قدر بلند مسجد ہے پچھڑے ہو کر اس کی رفعت کو ملاحظہ کیجئے خدا کی
شان نظر آتی ہے۔ اس کے اونچے اونچے مینار آسمان سے باتیں کرتے ہیں کوسوں سے
دکھائی دیتے ہیں۔ اس کا صحن بہت وسیع ہے ادھر مسجد کی فضا اور منبت کاری اور سبزہ زار
کا دلہنا مانچے دریا کا بہنا اور اس کی موجوں کا لہرانا عجیب عالم دکھاتا ہے۔
یہ مسجد تمام سنگ مرمر سے بنی ہے اس کے تینوں بیچ سنگ مرمر کے بنے ہیں۔ اس میں سنگ
موسے کی دھاریاں ہیں۔ اوپر سنہری کلس چڑھے ہوئے ہیں۔ اس مسجد کے سات درہیں پیش طاق
نہایت بلند۔ اور بیچ صحیح کعبت بڑا حوض ہے۔ اس میں اس کے متصل ایک کنویں سے پانی آتا
تھا۔ جواب موجودہ شمالی ٹوٹی ہوئی سردری کے چھتھے مسجد کی حد سے باہر اٹا پڑا ہے۔ یہ کنویں ان غالباً
مسجد کی حدود میں داخل ہو گا۔ مسجد کا ممبر کچھ خوبصورت نہیں ہے مگر پہلے باقی ماندہ نشانات

نقشہ خانقاہ شاہ ابوبکر رضا علیہ الرحمہ



نقشه مسجد

نقشه مسجد



چلی کر رہے ہیں کہ یہ میرا اصلی نہیں ہے۔ بلکہ یہاں سے بہت لفٹیں ممبر لکھڑا ہے۔ اس کو
زیب النساء عالمگیر بادشاہ کی بیٹی نے ۱۲۷۲ھ ہجری میں عہد عالمگیر میں بڑایا ہے۔ اس مسجد میں
شمالی جانب اس کا مزار ہے پہلی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مزار ایک نہایت کثیف و خفاہ
والان میں تھا اور اس کے پاس ایک قبہ بنا تھا جس میں تبرکات رہتے تھے۔ مگر اس وقت اس
والان کا کوئی نشان نہیں خالی قبر موجود ہے۔ وہ بھی ٹوٹی پھوٹی چرنے کی بنی ہوئی۔ کہتے ہیں کہ
اس کا تعمیر ایسے عہدہ نایاب پتھر کا تھا کہ لوگوں نے اکھاڑ کر توڑا اور انگوٹھیوں کے نگینے بنالئے
اس کی قبر کی شرقی جانب کچھ نشانات ہیں۔ غالباً اس قبہ کے نشان ہو گئے۔

یہ مسجد بھی عذر کی ضبط شدہ عمارت میں سے ہے ۱۸۶۹ء میں سرکار نے مسلمانوں کو رعایت
فرمائی۔ ایک عرصہ تک حاجی قطب الدین صاحب سوداگر ساکن گلی کہے والاں اس کے ٹکراں ہے
اُن کے بعد اُن کے صاحبزادہ حاجی عبدالغنی صاحب ٹکرائی کرنے لگے۔ اب چند سال سے انجمن
مورید الاسلام اس کی متولی ہے۔ تھے الامکان شکست بخت کی مرمت کرتی ہے اس کی پشت
پر ایک قطعہ زمین مسجد کے متعلق ہے۔ برسات میں اُس کی گھاس فروخت ہوتی ہے جو فقیر بانیس
پینتیس روپیہ کی تک جاتی ہے اس کے علاوہ کوئی آمدنی مسجد میں نہیں ہے۔ اس کا فرش
اور حوض سب شکستہ ہو گیا ہے۔ گو پچاری غریب انجمن گری پڑی چیز کی درستی میں کوشش
کرتی ہے مگر اتنی بڑی عالیشان عمارت کی کا حقہ درستی بہت دشوار ہے۔ اس وقت اس محافظ
عبداللہ صاحب رہتے ہیں اور انجمن سے مقرر روپیہ ماہوار پاتے ہیں۔ صفحہ ۵۳ پر مسجد کا
حسن نقشہ سے ملاحظہ فرمائیے +

اب خواہ مسجد گھاٹ کے دروازے سے ٹکڑا بائیں ہاتھ چلے دریا کی سیر کیجئے یہاں ٹوٹا کنواں
مشہور ہے یہاں لوگ جب پانی ہوتا ہے سیر کرتے ہیں گرمی اور برسات کے دنوں میں یہاں میلا
بہتا ہے۔ استاد لوگ اپنے شاگردوں کو تیرنا سکھاتے ہیں جن دنوں دریا موجوں پر ہوتا
ہے تو کئی جگہ پیرا کوں کا میلا ہوتا ہے ہر استاد کے گھاٹ مقرربیں بعض یہاں تیرتے ہیں
بعض راجگھاٹ پر کچھ لوگ پل پر کچھ کوٹلہ پر غرض عجیب میلا ہوتا ہے۔ ہر شخص نئی نئی تیرائی
تیرتا ہے۔ ہر استاد اپنے جوہر دکھاتا ہے +

یاد اہل تشریف لے آئے کوٹھی منیر اپنے معلوم کر چکے ہو جی چاہے پاس لیکر سنہری مسجد جوتے
ہوئے قلعہ میں چلے جاتے ورنہ اسی پنجرہ پر آئے ٹھنڈی سڑک جس پر دونوں طرف لائینیں

سچی نواب بہادر صاحب لطف و کرم
چاہ و حوض و صاف صفحہ آبروی بہت
سال تائیں جو غم یافت از الہام غیب

ساخت تعمیر جنین جاوید عالی دست گاہ
ہر کہ از آتش طہارت کرد و شد پاک از گناہ
مجدبت مقدس مطلع نور الہ

مسجد سے شرقی جانب شمال کو ہٹے ہوئے خندق کے کنارے دو کنوین جنہیں اول کا پانی کھاری او
دوسری کا شیرمن ہے یہ مرزا گوہر کی گنجائش ہے مشرق کی جانب نوٹری دوڑا گئے جل کے نہری
مسجد مشرق کی طرف راستہ دریا کو جاتا ہے فیصل کے دروازہ سے نکل کر چنار جاتے ہیں پھر اجکھاٹ کہتے
ہیں یہاں ہندوؤں کی پرستش گاہیں اور ان کے فقیروں کے مکانات ہیں۔ اور دوسری سڑک

دفتر کومنٹ مجسٹریٹ و اسٹیشن اسٹاف

پر جاتی ہے۔ یہ دفتر کوٹھی نمبر ۱۵ میں واقع ہے قلعہ میں جانے کا پاس ہیں سے قلعہ ہے۔ رنی کس
لیا جاتا ہے مگر اسے کم کا پاس نہیں دیا جاتا۔ ان کے سے ۴ بجے تک ٹکٹ ملتا ہے۔ یہ کوٹھی
فیصل کے کنارہ پر لب دریا واقع ہے۔ یہاں سے عزیت المساجد کو بھی راستہ جاتا ہے اب اگر قلعہ
میں جانا ہے تو یہیں سے واپس ہو کر سنہری مسجد کو بائیں جانب چھوڑتے قلعہ میں چلے جاتے
ورنہ سنہری مسجد سے نکل کر

ٹنڈی سڑک

پرائے یہ سڑک جنوباً شمالاً واقع ہے فضا بازار سے چلی ہے پچکیوں ڈاکا نہ ہوتی ہی کشمیری دروازہ سے
نکلنے ہے یہ سڑک نہایت عمدہ بنی ہوئی ہے اس پر دونوں طرف اونچی سپر پان بنی ہوئی ہیں
جو برابر پچکیوں تک چلی گئی ہیں اس پر بحری کٹی ہے بیچ سڑک سے امر او اور روسا وغیرہ کوٹھی
کاڑیاں جاتی ہیں جو شام کو ہوا خوری کے لیے نکلتے ہیں ادھر ادھر پٹرولین پر پیدل چل قدمی کرتے
ہیں دونوں طرف تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر لال ٹینیں لگی ہیں اندھیری راتوں میں یہ لال ٹینیں عجیب
لطف دکھاتی ہیں جگنو کی طرح جگمگ جگمگ کرتی نظر آتی ہیں۔

اس راستہ سے جو سنہری مسجد سے ٹنڈی سڑک میں آتا ہے تقریباً ۲۰ قدم کے فاصلہ پر شمال
کی طرف چوراہہ واقع ہے اگر جامع مسجد کے شرقی دروازہ سے سیدھے آئے تو یہ چوراہہ پڑتا ہے
اور سنہری مسجد کی سڑک وہی تیس قدم جنوب کی طرف رہ جاتی ہے۔ مسجد سے آئینہ الی سڑک شرق کی گنجائش

لگی ہوئی اور ادھر اُدھر پٹری پیدل چلنے کی بنی ہوئی ہے۔ چھوڑ دیجئے سنہری مسجد کے راستہ
چلیئے پتھار سے چند قدم کے فاصلہ پر

دُگی سرکاری

ہے بیعید و غریب حوض ہے جو غدر کے بعد بنا ہے۔ اس کے برابر پختہ نہر جاری ہے۔ اسی
سے حوض میں پانی آتا ہے یہ حوض۔ افٹ گہرا ہے۔ نیچے حوض کا پانی اوپر درختوں کی گنجائی
کچھ عجیب لطف دکھاتی ہے۔ سامنے سڑک کے دوسری طرف شرق کی جانب

کچینی باغ جرنیلی

کا دروازہ ہے غدر کے بعد ۱۹۶۷ء میں قائم ہوا ہے گو یہ باغ عرض و طول کے اعتبار سے بہت بڑا نہیں مگر
روقت اور بہار کے اعتبار سے دوسرے عمدہ باغات سے کسی نسبت کم بھی نہیں ہے خوشنما مکلوں
کی قطاریں۔ جا بجا دروازے اور اُن پریلیوں کی بہاریں دل بہاؤ کا عمدہ سبق دیتی ہیں انقباض
اور انفرنگی کو طاق پر بٹھاتی ہیں و در و گیند با کھیلنے کے صاف ستھرے میدان چھوٹے ہیں اس
میں شام کو صاحب لوگ گیند با کھیلتے ہیں +

سیر سے فارغ ہو کر خانہ خدا کی زیارت کیجئے سامنے شمال کی طرف

سنہری مسجد

نظر آتی ہے یہ مسجد قلعہ کے نیچے دلی دروازہ قلعہ کے متصل واقع ہے۔ سر سے پاؤں تک
سنگ باسی کی بنی ہے احمد شاہ بادشاہ کے عہد میں تعمیر ہوئی کبھی اس کی آگ لگی تھی۔
نرالی تھی۔ اندر تمام سنہری پھول بوٹے۔ برجیوں پر سونا چڑھا ہوا۔ بائیں جانب کاٹ لکھن
والان دائیں طرف خوبصورت حوض اس میں غوارہ متصل ہی کنواں۔ ادھر اُدھر بازار اس
وقت نہ بھول بوٹے نہ دالان نہ حوض نہ غوارہ ایک کنواں ہے وہ بھی بالکل اڑنا پڑا ہے مگر مسجد
اور اس کا فرش اور دروازہ بالکل صحیح سالم ہے اس مسجد کے نیچے کے دو پر یہ اشعار کندہ ہیں

شکر حق در عہد احمد شاہ غازی بادشاہ خلق پرورداد گر شامان عالم را پناہ

مسجد سے کردہ بنا فواید قدسی عذو جاہ بادوام فیض عام آں ملک مسجد گاہ

اسکی چار دیواریں مشن ہے جسکا شاہجہانی گز سے ہزار گز طول و سو گز کا عرض کنگرہ سے خاکاڑ تک پچیس گز کا ارتفاع۔ بنیادیں گیارہ گز کی جکائیچے کا عرض پندرہ گز اور کادھ گز قلعہ کے کل زمین چھ لاکھ گز۔

خندق پچیس گز چوڑی و سٹس گز لمبی قلعہ کے ضلع شرقی میں جہنا بہتی ہے اور دیگر اضلاع میں جہنا کی نہر کا پانی آتا تھا جو قلعہ کے اضلاع میں گہو کر دوسری طرف بہر جہنا میں جا کرتا تھا اسوقت خندق خشک پڑی ہے کہی کہی نہر کی نالی سے دروازہ پانی گزتا ہے جس سے خندق میں فی ہر نالی ہنر لگتی ہے خندق کا درمیں ہزار چھ سو گز کا ہے۔ تمام قلعہ سنگ مرمر سے بنا ہے تعمیر اسی عمدہ ہے کہ تمام قلعہ ایک پتھر کا بنا ہے دلی دروازہ پر پونچھے صفحہ پر نقشہ دیکھو اول

خندق کا پل

بنا ہے میل محمد اکبر شاہ کے پانچویں سال جلوس مسیحی مطابق ۱۵۷۷ء میں دلا دلا دروازہ رابرٹ جٹا بہادر دیر جنگ کے اہتمام سے تعمیر ہوا ہے پل کے پاس دروازہ میں پرنس اور پل پہا ہے اسکو پاس دیکھ اندر چلو یہ دروازہ اور اسکے آگے کا جو ک عالمگیر کی ایجاد ہے جو وقت عالمگیر نے اصل دروازہ کے سلسلے یہ گہو گیس بنایا اور شاہجہاں کو اضلاع ہوئی تو عالمگیر کو لکھا کہ اے فرزند ارجمند تھے قلعہ کو دھن بنایا اور اسکا گہو گٹ نکالا اندر کا دروازہ کس قدر بلند اور خوشما ہے کہتے ہیں کہ اسنے بالا خانہ پر قلعہ دار ہا کرتا تھا اس دروازہ کے دونوں طرف پتھر کے بڑے بڑے دھاتہ بنائے گئے تھے جنکو عالمگیر نے خلاف شرع ہونے کی وجہ سے تڑوا ڈالا انین کی ایک تصویر گہنٹہ گہر کے قریب بلکہ بل غ میں موجود ہے۔

دروازہ میں گہر کا طاق پر قطر ڈالے کہ نشان سے زیادہ خوبصورت نقطہ آتے ہیں اگر لداؤ کو ملاحظہ کیجئے گہنڈ آسمان سے اونچا نظر آتا ہے۔ چونکہ دربار کی وجہ سے اچھل قلعہ میں جلنے کی ممانعت ہے ایسے اندرونی کیفیت محض یادداشت پر بیان کرتا ہوں۔ دروازہ سے مسید ہے سڑک سڑک چلے چلے بائیں ہاتھ بارگین بنی میں اینین گورہ پٹن کی چار کینیاں جن میں پانچ آدمی ہیں اور ہم گورہ تو بنائے گئے تھے جس وقت لاہوری دروازہ کے مقابل چور ہے پر پونچھو تو شرقی سڑک اختیار کرو سب دروازہ نظر آتا ہے

نقارخانہ

شاہی ہے سپردن رات میں اپنی سہیلی پر نوبت بختی تھی اسیں گورہ جام کو رہتہ جاتا تھا اب بیچ میں میدان آج

سیدہی قلعہ میں چلی گئی ہے اسوقت شرق میں قلعہ واقع ہے غرب میں جامع مسجد خوب میں فیض بازار شمال میں پنجکیوں وغیرہ کو رستہ جاتا ہے مگر بیچ میں کئی چوراہے بڑے ہیں فیض بازار پر پیچراہہ معلوم کر چکے ہو ایک یہ چوراہہ ہے جہاں کھڑے ہو جو جامع مسجد کے شرقی دروازہ کے عین مقابل میں تقریباً ۶۰ قدم کے فاصلہ پر واقع ہے تیسرا چوراہہ اس سے آگے سر اوگیوں کے مندر کے قریب ہے جہاں چاندنی چوک جانیوالی سڑک ملتی ہے جو قلعہ کے لاہوری دروازہ سے نکلتی ہے پوری چلی جاتی ہے قلعہ کے لاہوری دروازہ سے نکلتا اول یہی چوراہہ بڑا ہے آگے ریل کے پل کے قریب اور چوراہہ ہے جسکو ہم وہاں چکر بیان کریں گے اب تم سیدہی۔

لال قلعہ

میں چلے چلو استاد حامد اور استاد محمود معماروں نے جو اپنے فن میں بے نظیر تھے اور ہندو اور حساب سے خوب واقف تھے۔ ۹ محرم ۱۱۹۹ء ہجری مطابق چوبیسویں اردی بہشت جمعہ کی رات پانچ ساعت بارہ دقیقہ گزرنے کے بعد شاہجہان بادشاہ کے حکم سے اس قلعہ کی بنیاد ڈالی۔ تمام طور سلطان سے بڑے بڑے کاریگر سنگتراش اور معمار بلائے گئے طرح طرح کے منبت کار حاضر ہوئے اور قلعہ بنانے میں مصروف ہوئے عزت خان کو اہتمام سپرد ہوا انھوں نے پانچ مہینے دو دن میں قلعہ کی تمام بنیادیں کھدوا کر بعض جگہ سے دیواریں اٹھوائی شروع کر دیں کچھ عزت خان ٹھٹھ کی صورت پر مامور ہوئے اور الہ درو بخان کو اہتمام ملا انھوں نے دو برس ایک مہینہ گیارہ دن اہتمام کیا قلعہ بارہ بارہ گز اونچا تیار ہو گیا اسکے بعد مکرمت خان بہتم ہوئے انکی سعی سے بیسویں سال جلوس شاہجہاں میں قلعہ بنکر تیار ہو گیا

اس قلعہ کی وسعت ایک آباد کے قلعہ سے دو گنی ہے آٹھ برس میں ایک کروڑ کی لاگت سے بنا۔ پچاس لاکھ روپیہ قلعہ کی تیاری میں لگے پچاس ہسٹراندر کی عمارتوں میں صرف ہوئے ہیں چار دروازے۔ دو کھڑکیاں آئین سنج ہیں سات دور چودہ مشن مگر اسوقت تین دروازے کھلے ہوئے ہیں دلی دروازہ جو سنہری مسجد کی طرف واقع ہے دوسرا لاہوری دروازہ جو چاندنی چوک کی طرف واقع ہے تیسرا دروازہ جو سلیم گڑھ کی طرف ہے چوتھا دروازہ جو دریا کی طرف ہے اور کھڑکیاں بند ہو گئی ہیں۔

دیوان عام

نظر آتا ہے اس دالان کا طول ۶۷ گز عرض ۲۴ گز ہے تمام دالان سنگ سرخ کا بنا ہے کسی نہ میں اسپر سفیدی کر کے سنہری پیل بوٹے بنے تھے یہ دالان ایک چوڑے پر واقع ہے جس کا طول ایک سو چار گز ہے اور عرض ایک سو ساٹھ گز دیکھئے گے ۲۰۴ گز طول ساٹھ گز عرض کا صحن تھا جس کے گرد عمدہ عمدہ مکانات بنے تھے۔

اس دالان میں نشیمن شاہی ہے جس کو تخت شاہی کہتے ہیں اس کی عمارت بہت نفیس ہے نشیمن نر اسنگ مرمر کا کرسی دار بنا ہے اسکے پیچھے ایک پیش طاق ہے سات گز لمبا ڈھائی گز چوڑا نر اسنگ مرمر کا اس نشیمن اور پیش طاق میں ہنگ برنگ کے بیش قیمت پتھر لگے تھے طح طح کے پھول بوٹے بنے تھے جس کے نشانات اب بھی موجود ہیں تخت شاہی کی کرسی قد آدم سے اونچی ہے نیچے ایک خوبصورت چوکی سنگ مرمر کی بھی ہے جس وقت کسی خاص شخص کو کچھ عرض کرنا ہوتا تو اجازت حاصل کر کے اسپر قدم کہتا اور پانچت کو بوسہ دیکر آداب بجالاتا اور عرض کرتا۔

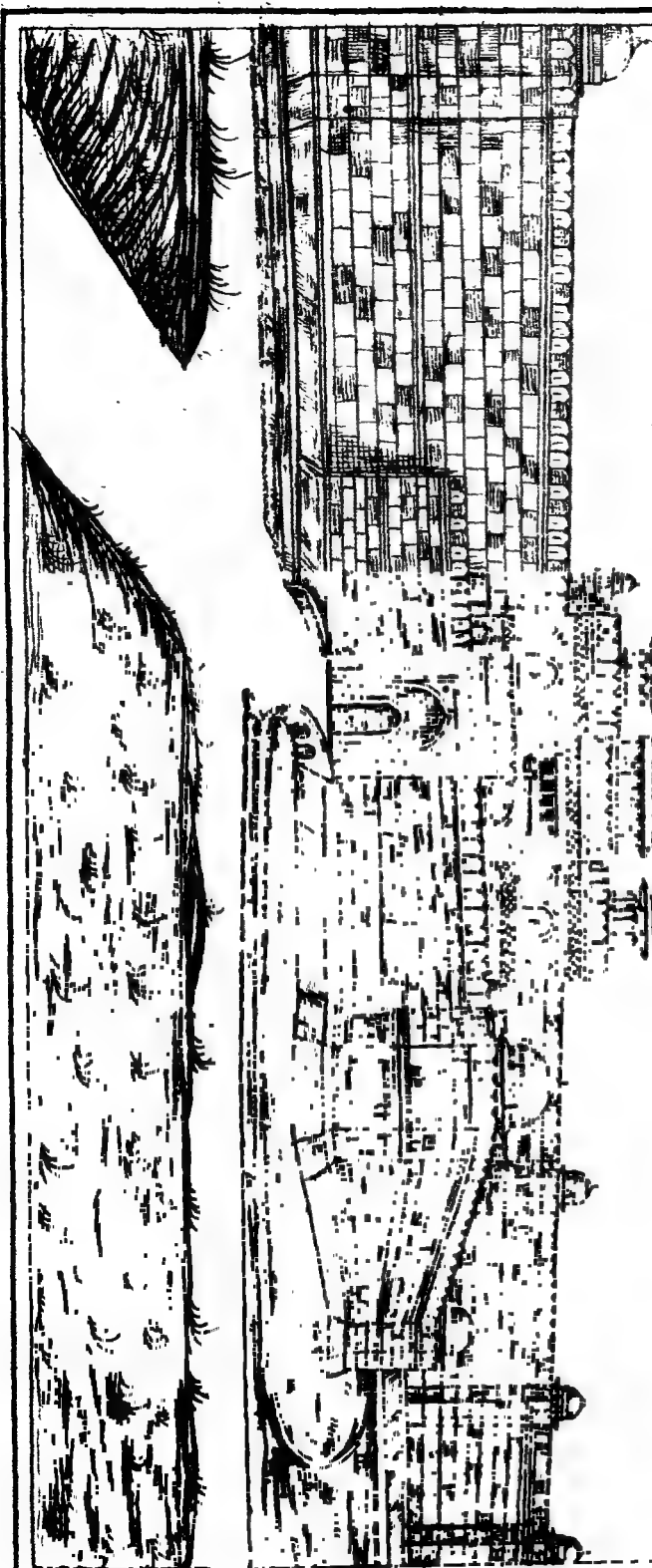
پیش طاق کے پیچھے مکان بنے تھے بادشاہ اور ہرے دربار میں تشریف لاتے تھے۔ موجود حیثیت صف ۴ پر نقشہ سے ملاحظہ کیجئے اب اسی سرک کو دیوان خاص میں چلے۔

احاطہ کہنچاہے بیچ میں جن لگا ہے اس احاطہ کے دروازہ پر قفل پڑا رہتا ہے ۹ بجے سے ۱۲ بجے تک اور پھر ۲ بجے سے ۶ بجے تک کہلا رہتا ہے اول دیوان خاص میں جاتے ہیں اسکا نام شاہ محل ہے دیرہ گز ادخا انتی گز لمبا جیس گز چوڑا چوڑے بنا ہے اسکے پچوں بیچ

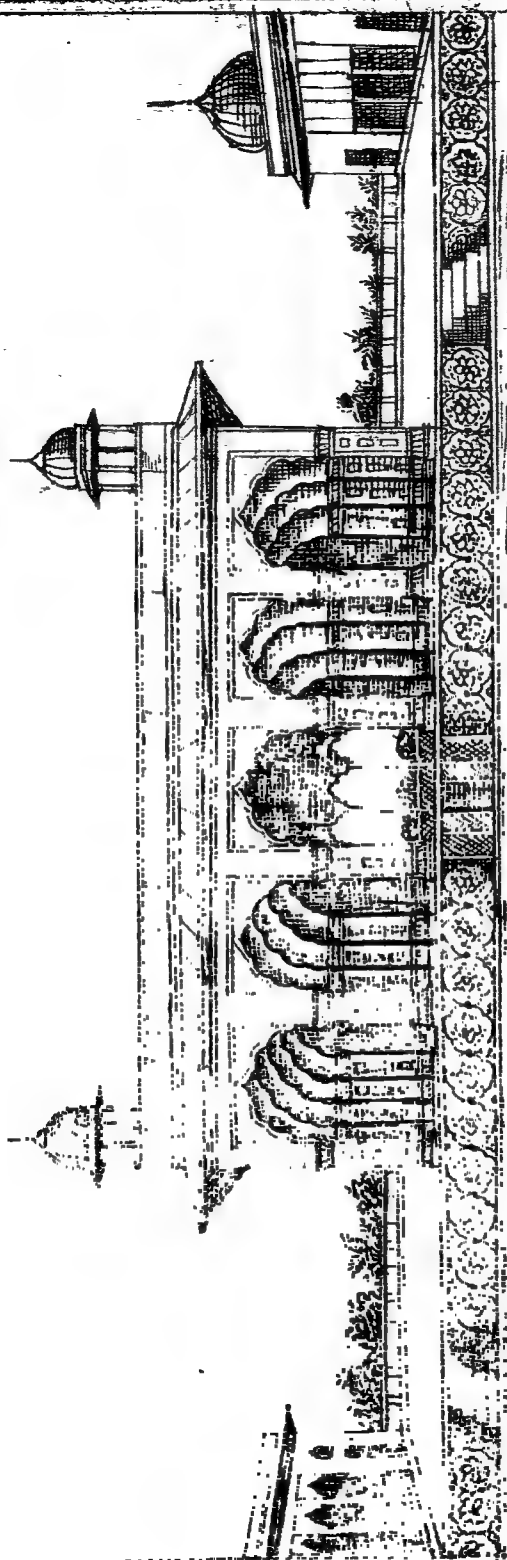
دیوان خاص

کی عمارت ہے ۳۴ گز لمبی ۶ گز چوڑی سر سے پاؤں تک سنگ مرمر نہایت سفید اسکے بیچ میں چار گز کے عرض سے نہر ہے گرا سوخت خشک پڑی ہے اسکے بیچوں بیچ ایک چوڑے ہے جس کو اب سنگ مرمر کی چوکی کہتے ہیں اسپر تخت طاؤس رکھا جاتا تھا اسپر بادشاہ اجلاس فرمایا کرتے تھے اس مکان کے در و دیوار تمام سنگ مرمر کے ہیں انہیں عقیق و مرجان کی بھی کاری ہے اور پتھر خوبصورت پیل بوٹے بنے ہیں اجارہ سے اوپر چھت تک سونے کا کام کیا ہے گویا مونا لیزا کی

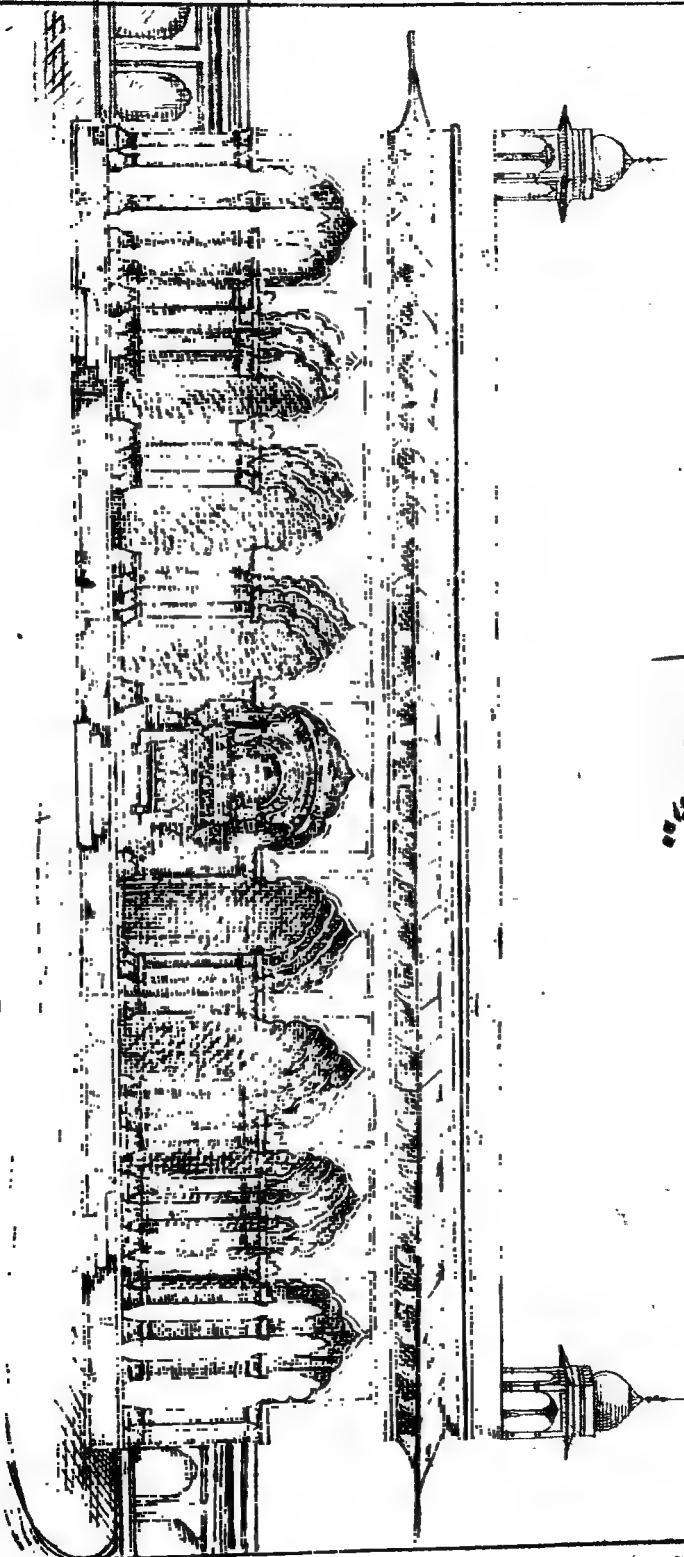
لال قلعہ کا پٹی دروازہ



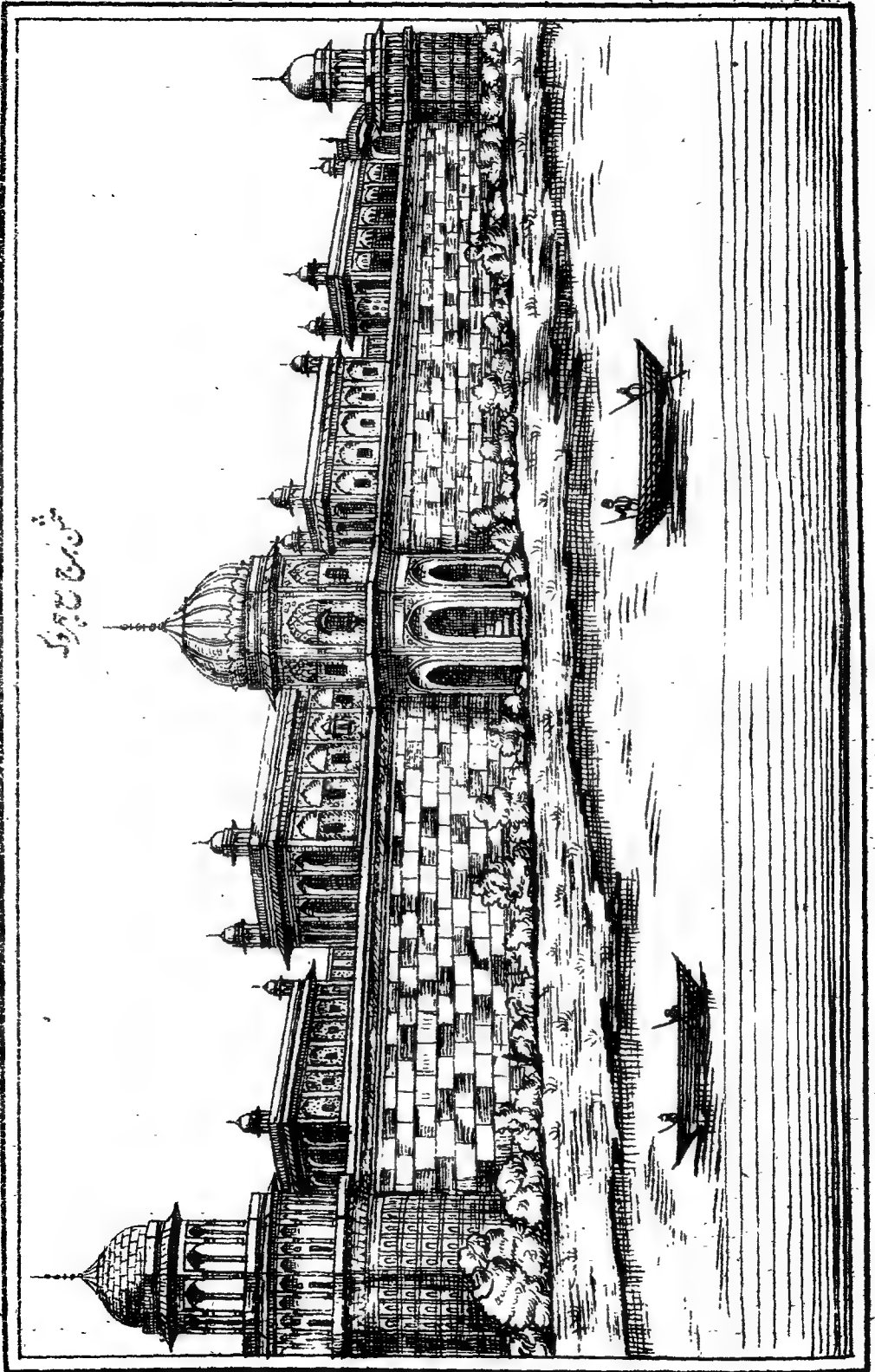
نقشہ دیوان خاص



نقشہ دیوان عام



مشق برج مع جردک



اندر کے رخ سونے کے پانی سے یہ شعر لکھا ہوا ہے۔

اگر فردوس بر روی زمین است ہمیں ست و ہمیں ست و ہمیں ست
اس کے جانب مشرق دریا ہے۔ اوپر کے دروں میں جالیاں لگا کر آئینہ بندی کی گئی ہے
جس سے دریا کا امنڈنا اور اُس کی موجوں کا لہرانا عجیب لطف دیتا ہے ہم صراط پر لگا
نقشہ دیتے ہیں جس سے اس کی پوری کیفیت معلوم ہوتی ہے غرب کی جانب میلان پڑا ہے جنوب میں
میزاں کا دالان بیٹھک۔ خواہنگاہ۔ تسبیح خانہ۔ برج مشن وغیرہ ہیں پھر دریا کی طرف سے قلعہ
کا نقشہ دیتے ہیں اُس سے اس برج کی پوری سیر ہوتی ہے اس برج میں کیا خوب قطعہ لکھا ہے
اے بند بپاؤ قفل بر دل ہست دار دے دو رخہ چشم دپائے گل شہد
عزم سفر مغرب درو در مشرق اے راہ رو پشت بمنزل ہست دار
اس برج میں دریا کی طرف ایک چھوڑ کر ہے جس کو اکبر ثانی نے بنوایا ہے۔ ان دالانوں کے آگے
جنگلہ لگا ہے۔ اندر ممتاز محل یعنی رنگ محل ہے۔ چونکہ اس میں جانے کی ممانعت ہے
جنگلہ لگا دیا گیا ہے +

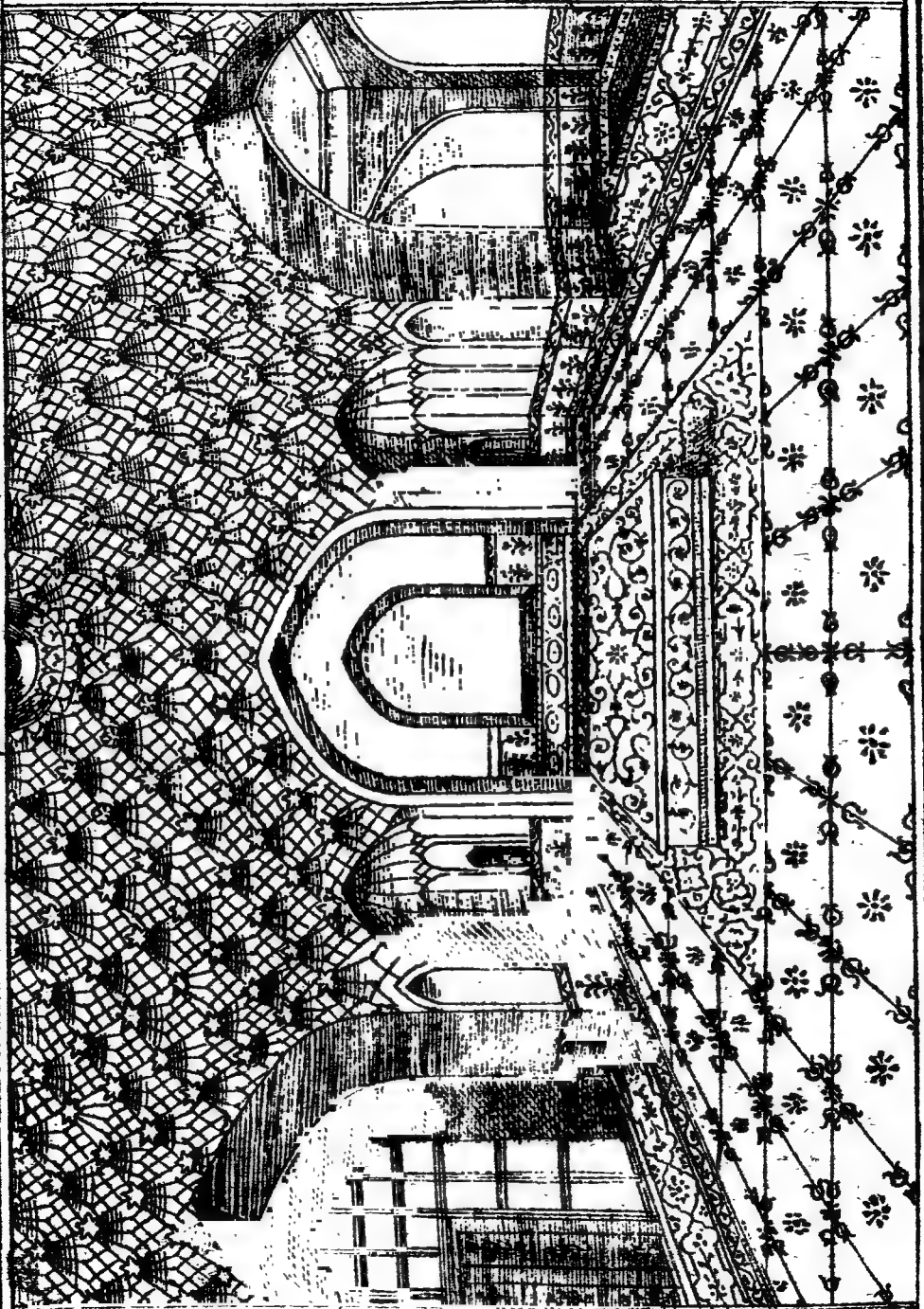
اب دیوان خاص کے شمالی حصہ کی سیر کیجئے۔ ادھر حمام بنا ہے اس کے تین درجہ ہیں۔

درجہ اول جامہ کن

اول اس درجہ میں جلتے یا نہانے کے بعد بیٹھتے اور کچھ کھاتے۔ اس درجہ کی عمارت بہت
خوشنما ہے اجاہ تک مرمر جانب مشرق جالیاں لگی ہیں +

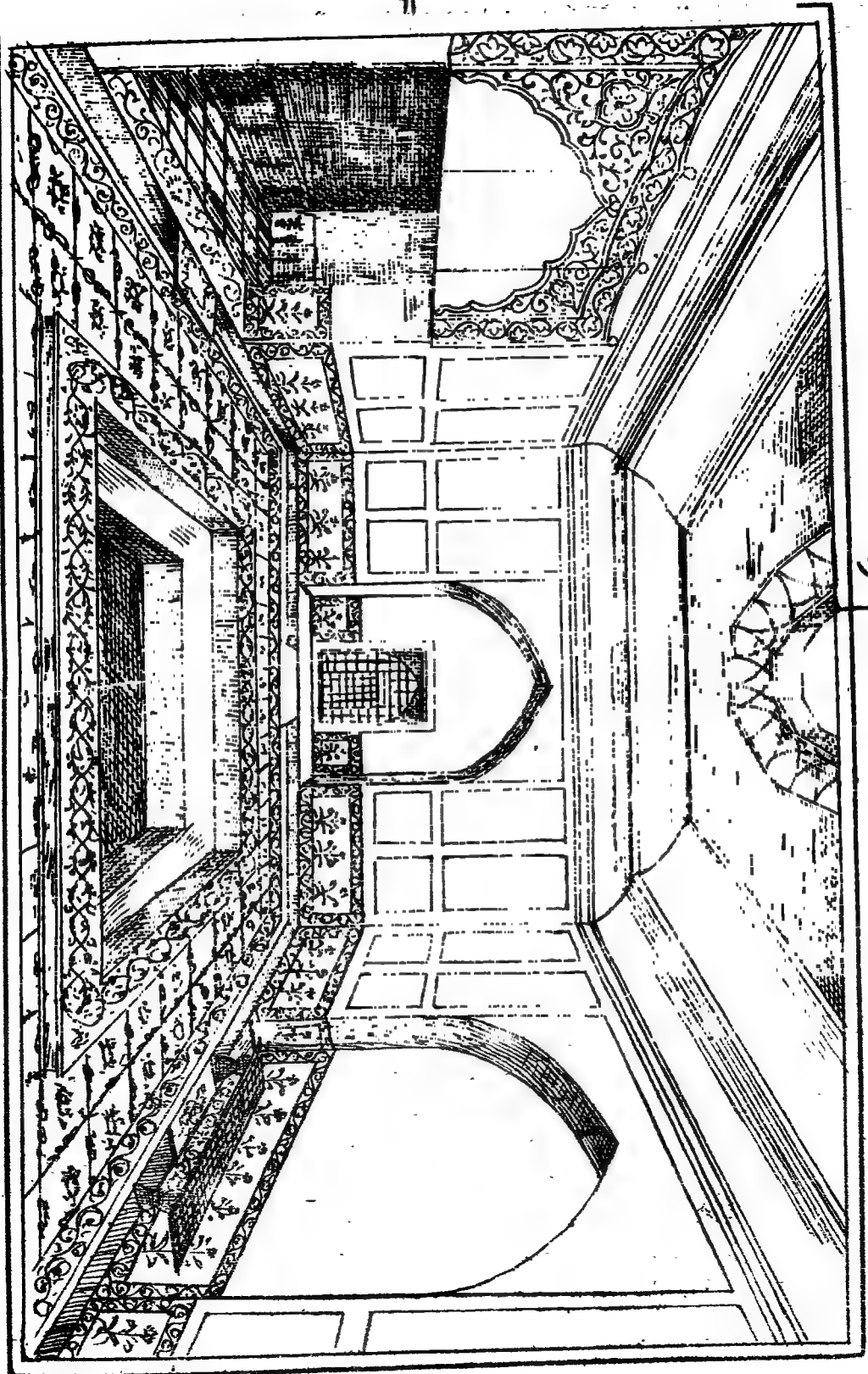
دوسرا درجہ سرخانہ

اس درجہ کی عمارت عجیب و غریب ہے جانب شمال ایک شہ نشین سنگ مرمر کی منبت کار
اس پر بچھی کاری اس کے آگے ایک درجہ مربع تراش سنگ مرمر کا اس کے فرش سے لیکر گھٹ
تک عجیب عجیب رنگ کے پتھر سے بچھی کاری ہوئی ہے۔ ہر دیوار پھول بوٹے سے گلگوں بنی
ہے۔ اس کے فرش کے پیل بوٹے ایسے بہت ہیں۔ گویا ایرانی قالین بھی ہیں۔ بیچوں بیچ
مرج حوض ہے۔ اس کے چاروں کونوں پر سنہری چار فوارے تھے جن کی چاروں دھاریں
مکر حوض میں پڑتی تھیں۔ اس کی دیوار سے ملی ہوئی ایک ہنرمد دل کے طور پر اس صورت

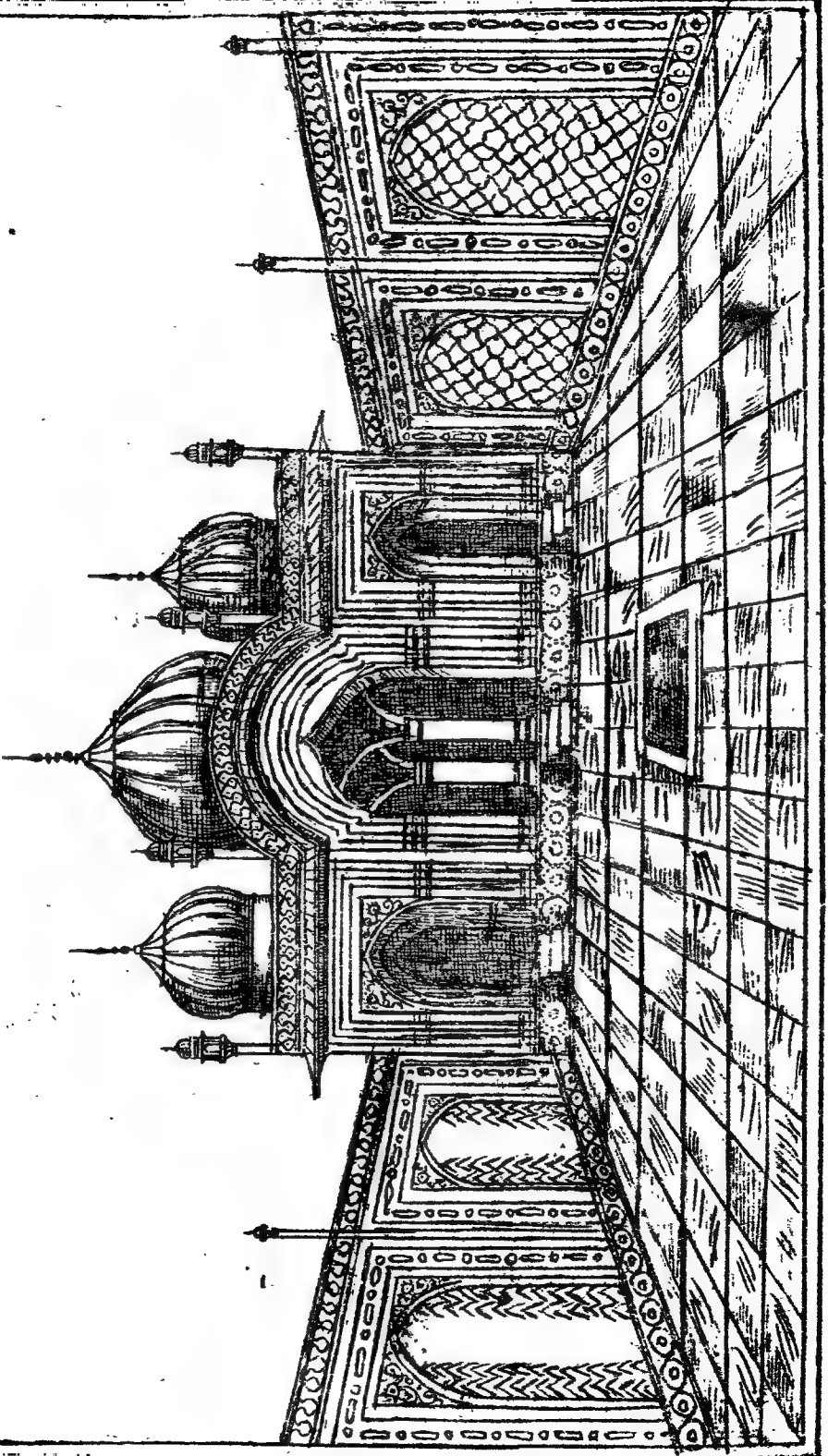


نقشه حمام

نقشه حمام سرد



نقشه موقی مسجد



کی بنی ہے گویا چلتے چلتے تھکی ہے۔ اس درجہ میں یہ خوبی تھی کہ جس وقت چاہئے سرد ہو جاتا اور نہ اور حوض میں بھی سرد پانی رہتا اور جب چاہئے گرم کر لیتے اور فرش سے لیکر چھت تک گرم ہو جاتی اور نہ تک سے گرم پانی بننے لگتا ۶ صفحہ ۶۴ پر اس نقشہ کا ملاحظہ کیجئے

تیسرا درجہ گرم خانہ

کہلاتا ہے اس کے جانب عرب آب گرم کے حوض نے سنگ مرمر کے بنے ہیں کہ جس میں حمام میں سوا سو من بکڑیوں کا لقمہ دیا جاتا تھا اس کے آگے ایک مربع درجہ ہے اس کے نیچوں بیچ سنگ مرمر کا چوبہ ترہ ہے اس پر بیٹھ کر نہایا کرتے تھے اور جانب شمال درجہ سورا دو سرے درجہ کی رشتہ نشین بنی ہے۔ اس پر ایک مستطیل حوض ہے اس میں بھی یہ خوبی تھی کہ چاہے سرد پانی سے بھریں اور چاہے گرم پانی سے۔ اس درجہ کا فرش اور دیوار بھی دیکھنے کے قابل ہیں ۶ صفحہ ۶۴ پر نقشہ سے پوری کیفیت معاینہ کیجئے۔ حمام سے باہر آکر

موتی مسجد

کی زیارت کیجئے۔ فرش درو دیوار حراب کنگرہ مرمر کے چھت منڈیر تمام سنگ مرمر کا اس پر منبت کاری کی ہوئی پھول بوٹے نکلے ہوئے مسجد کے تین در و مینار تین سنہری گنبد نہایت موزوں۔ صحن میں ایک حوض نہایت مختصر چونکہ وہ درود سے کم تھا اس لئے اس میں یہ ترکیب کی تھی کہ نیچے نیچے بھا دوں میں سے پانی آتا تھا اور ابل کر نکلتا تھا اور ہر وقت بہتا تھا گویا یہ حوض نہ تھا جیسے عاری تھا۔ صحن میں جنوبی جانب سنگ مرمر کی چوکی کچھی ہے کہتے ہیں کہ اس پر بادشاہ وظیفہ پڑھا کرتے تھے اس مسجد میں سنگ مرمر کا ممبر نہایت عجیب بنایا ہے۔ اس پر پھول اس صنعت سے بنائے ہیں کہ ہر پتے کا موڑ اور شکن الگ دکھا دیا ہے گویا تھ سے چھو کر دیکھتے ہیں اور یقیناً جانتے ہیں کہ سنگ مرمر کے بنے ہیں مگر پھر دھوکا ہوتا ہے کہ شاید موم کے بنائے ہیں صحن میں دیواروں پر سے پانی آنے کے نشانات ایسے عمدہ بنائے ہیں کہ دیکھنے سے صاف یوں معلوم ہوتا ہے کہ ابھی پانی آکر تھا ہے کسی زمانہ میں یہ مسجد باغ حیات بخش سے ملی ہوئی تھی۔ اب باغ کے نشانات تک خراب ہو گئے۔ اس مسجد کو حضرت عالمگیر نے سلسلہ جلوس میں بڑایا۔ ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ صرف ہوا نقشہ

تہا باغ کی جنوبی سمت بادوں اور شمالی جانب میں سادوں اور بیچ میں جل محل سبجان لعد کیا کچھ
روفتی ہوگی

یہاں سے شرقی جانب حمام کے پیچے ایک چھوٹی سی بارہ دری سنگ مرمر کی دکھائی دیتی ہے
اسکو مزافخرو وسیعہ کی بارہ دری کہتے ہیں اس سے ورے توپ کے قریب ایک کوٹری بنی ہے
اسمین پرانے ہتیار رکھے ہیں حمام کے پیچے ایک کنواں ہے جسکو بہادر شاہ بادشاہ نے
بنوایا ہے اس میں قطعہ کندہ ہے اس سے ایک تاریخ بنا رکھی ہے

قطعہ تعمیر شد این چاہ شیریں کہ آتش مشربت قند و نبات است
ازین خوشتر نباشد سال ذیل

باقی شمالی حصہ میں قلعہ کی عمارات کے ختم پر سلیم گڑھ ہے جسکو اسلام شاہ نے بنایا ہے
خاندان تیموریہ میں اسکو نور گڑھ کہتے تھے اسمین جانے کی ممانعت ہے اور سے قلعہ کی فروزی
فصل توڑ کر یہاں کو ریل نکالی ہے جو جنانہ کے پل سے گذرتی ہوئی سلیم گڑھ اور قلعہ کے
شمالی گوشہ پر ہوتی ہوئی اسٹیشن پر چلی جاتی ہے اب صرف ایک باولی رہ گئی ہے جو سادوں
سے شرقی جانب میں بارگوں کے پیچھے فاصل کے نزدیک موجود ہے فصیلوں پر جانے کی اجازت
نہیں۔ لہذا دایس تشریف لائیے اور اسی اول چوراہے پر آئیے سامنے لاہوری دروازہ ہے
کیا عہد پاکیزہ بنائے مینت کاری اور پرچین سازی میں اپنا نظیر نہیں رکھتا۔ اسکا چہرہ
اسکی بلندی اور اتنی بلندی پر اعتدالانی تشریف کے قابل ہے اسی چہرہ سے باہر آنے میں ڈھلوان
طرف دو کاہن بنی ہیں ضروری چیزیں فروخت ہوتی ہیں ایک دوکان پر برتن کے فروشی تھے
ایں بیچ میں ایک چوک قائم کیا ہے روشنی کے لیے اسکی چہرہ نہیں پائی گئی شاہجہان کے وقت
میں اس چہرہ کو بازار صفت کہا کرتے تھے

اصل دروازہ کے آگے پہرہ کی گولگی جو عالمگیر کی تعمیر ہے اس سے باہر خندق کا پل بنا ہے یہی
اکبری عہد میں تعمیر ہوا ہے۔ دروازہ سے نکلا ایک راستہ قلعہ کے پاس شمالی جانب میں دریا
کو جاتا ہے دوسری سڑک خندق سے لگی جنوبی دروازہ کی طرف آتی ہے۔ تعمیر بیچ
کی سیدھی سڑک جائزنی چوک چلی جاتی ہے۔ سڑگوں کے مندر کے پاس چوراہہ بننا ہے
ادھر سے سڑک جائزنی چوک کو جاتی ہے ادھر ٹھنڈی سڑک اسکو کاشی بنگلیوں ہوتی ہوئی کشمیر
نکل جاتی ہے۔

اس کی اس بیان ملاحظہ فرمائیے۔ حائل خاں نے اس کی تاریخ مکتھی ہے **ابن المساجد**
للہ فلا تمعوا مع اللہ احدًا اس مسجد کے عقب میں

بھادول

کا دالان بنا ہے۔ احاطہ سے نکھر جانے شمال سڑک پر چلیے غرب کی طرف ایک دالان
 سنگ مرمر کا نہایت نفیس بنا ہوا نظر آتا ہے اس کو بھادول کہتے ہیں۔ اس کے
 میں ایک حوض ہے سنگ مرمر کا پندرہ فٹ و کامرغ اور ڈیڑھ گز گہرا۔ اس میں نہر
 بہشت سے نہر آتی تھی اور حوض میں چادر ہو کر پڑتی تھی۔ اس میں پانی کا پڑنا اور
 چادر کا چھوٹنا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بھادول کا مینہ برس رہا ہے۔ مکان اور حوض اور
 چادروں میں مجرانی چھوٹے چھوٹے طاق بنے تھے ان میں دن کو رنگ برنگے گلدان رکھے
 جاتے تھے اور رات کو شمع کا فوری روشن ہوتی تھی جب اوپر سے پانی کی چادر پڑتی تھی تو
 بھونک کی خوشنمائی اور چراغوں کی روشنی عجیب عالم دکھاتی تھی اب نالیاں بالکل بن گئی
 ہیں۔ دالان کے اندر کا حوض پٹا پڑا ہے۔ حال میں دالان کے نیچے زمین کھدوائی گئی تھیں
 کا حوض اور نالی صبح و سالم نمودار ہوئی مگر دردِ دماغ مٹی کے نیچے دبی ہوئی تھی۔ اسی طرح
 سامنے کا دالان ہے جو جل محل سے آگے اس دالان کے مقابل اسی صورت کا نظر
 آتا ہے اس کو

ساون

کہتے ہیں اس میں پانی گرتا ہوا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ساون کی جھڑی لگی ہے ان
 دو دالانوں کے بیچ میں

جل محل

ہے جو تمام سنگ مرمر سے بنا ہے۔ اس کے اندر بہت بڑا گہرا حوض ہے۔ دیکھو جاوید
 میں سے تمام نظر آتا ہے۔ اس مکان کا دروازہ بند رہتا ہے۔ یہ حوض حضرت ابو ظفر بہادر
 شاہ نے بنوایا ہے گویا یہ سامنے بھادول کے پانی کا خزانہ تھا کسی زمانہ میں یہاں متلباغ

شرع میں موصوف قرآن خوانی اور ثواب سانی ہوتی ہے تقریباً چار سو پانسو آدمی جمع ہو جاتے ہیں
شاہ صاحب کے خاندان کی پہچان یہ ہے کہ سب کے پاس نیلے رومال ہوتے ہیں۔
اس مزار کے قریب جانب غرب ایک

گر جاگھر روں کی تہلک

فرقہ کا ہے تمام شہر میں اس فرقہ کا ہی ایک گرجا ہے نہایت خوش قطع بنا ہے چو طرفہ باغیچہ لگا ہے
اسکو ولیم کیگر صاحب نے ۱۷۷۷ء میں چھ سو تیس ہزار کی لاگت سے بنایا ہے اسکے احاطہ میں ایک
کوٹھی ہے جس میں پادری جو روح نامی رن صاحب رہتے ہیں۔
پنچکیوں سے پچاس قدم کے فاصلہ پر ٹرک سے مشرق کی طرف چند روزے

دخترہ بناتا

بنا ہے اس میں طرح طرح کے پھولوں اور پھلوں کے پودے اور گھمے فروخت کے لیے تیار رہتے ہیں۔
اس جگہ سے ۱۲۰ قدم کے فاصلہ پر چوراہہ پڑتا ہے یہ ٹرک سیدھی پل سے نکلتی ڈاکخانہ جاتی ہے
دوسری ٹرک اسٹیشن سے آتی ہے جو اسکو قطع کرتی ہوئی نگہ بود دروازہ جنبا کی طرف چلی جاتی ہے
اسکے شمالی جنوبی گوشہ میں فریزل قرار ہے چھوٹا سا مشلت باغیچہ لگا ہے۔ تینوں طرف بہتر کا کھڑا
لگا ہے اسکے پاس ہی

ریل کپال

ہے اوپر کو ریل جاتی ہے نیچے ٹرک چلتی ہے دیکھو کسی خوبصورت ڈاٹ لگی ہے پہلے یہ ریل ۱۹ گز کا تھا
اب بیس فٹ اور بڑھایا گیا ہے بے معلوم جوڑ لگا ہے اسکے مقابل مشرق کی جانب

صاحبان انگریز کا قبرستان

واقع ہے یہ قدیمی قبرستان ہے ریل کے نیچے سے جو سیدھی ٹرک چلتی ہے اول مشرقی جانب
ڈاکخانہ

اب تم ٹہنڈی سڑک کو پنچکیوں کی طرف چلو۔ اس چوراہے سے تقریباً ۳۰۵ قدم کے فاصلہ پر
نہر کا پل آتا ہے۔ اس کے شرقی جانب نہر کے اوپر

پنچکیان

ہیں اسی نہر سے چلتی ہیں اور فی من ۴ کے حساب سے صد ہا من آنا پاتا ہے۔
یہ وہی نہر ہے جو تمام شہر اور قلعہ میں آتی ہے اور دلی کی طرح ہر موقعہ پر نئے نام سے موسوم
ہوتی رہتی ہے کہیں چاندنی چوک کہ نہر کہلاتی ہے کہیں سادات خان کی نہر بن جاتی ہے۔
پنچکیوں کے سامنے میدان میں جانب غرب نہر کے شمالی کنارہ پر

شاہ آبادانی علیہ الرحمۃ

کا مزار ہے آپ مستند اولیاء اللہ میں سے مانے جاتے ہیں حشمتیہ مجددیہ نقشبندیہ ہر سلسلہ میں
اجازت کہتے ہیں آپ کا سلسلہ نسب حضرت صدیق اکبرؑ سے ملتا ہے آپ کے والد ماجد میاں بھائی
سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے سن تیز کو پہنچے تو شاہ جہان آباد میں آئے مولانا محمد ذکریا
علیہ الرحمۃ کے قریب مکان لیا مولانا اپنے زمانہ کے عارف تھے شاہ آبادانی ان سے مرید ہو گئے
اور مجاہدے کرنے لگے مولانا نے فرقہ خلافت عطا فرمایا مولانا کے وصال کے بعد شاہ صاحب
مرجع خلافت بنے۔ مولانا فخر الدین علیہ الرحمۃ صحبتین ہیں۔ بہت سے لوگ آپ سے فیضیاب ہوئے
شاہ غلام رسول آپ کے حلاقی بھائی صاحب مونی السدیاریگے دمی شاہزادہ مرزا حاجی شاہ کھوڑا
شاہ احسان علی صاحب پاک پٹی وغیرہ خلیفہ ہوئے۔ اس وقت بھی آپ کے سلسلین مولانا شاہ
مبارک حسین صاحب مدرس اول ضلع اسکول درہنگہ اور اُن کے خلیفہ شاہ سعید حسن صاحب
بھاری موجود ہیں۔

شاہ صاحب کی عمر ۱۹ برس کی ہوئی اور بیع الثانی سلسلہ ہجری میں وفات پائی۔
آپ کی صلیبی اولاد اس وقت معلوم نہیں ہوتی آپ کے بھائی لال محمد صاحب کی اولاد مزار کی توبلی
چلی آتی ہے اس وقت پیر علی بخش صاحب موجود ہیں یہی ہر سال بیع الثانی کو عرس ہی کرتے ہیں
البتہ عزیزی کے حدود میں ہونے سے اجازت لینی پڑتی ہے کہتے ہیں کہ عرس میں کوئی امر خلاف

نواب چھوٹے نیرا صاحب دہلی

اکامکان ہے آپ نہایت بامروت باخلاق ہیں۔ اُمی جگہ حکم نیر احمد صاحب خلع حکم شرف علی صاحب اکامکان ہے جو اپنے والد ماجد مرحوم کے خاندانی نمائی پر طب کرنے میں بہت ذہین اور طبائع طیب ہیں دو سری سڑک مشرق کو جاتی ہے جو کشمیر دروازہ کلجاتی ہے تار گھر سے ٹھیک خاصہ پر آگے چلکر

مدرسہ میونسپل پورہ اسکول

واقع ہے اُکی آمد و خرچ کمیٹی کے متعلق ہے شہر میں اُکی شاخین مندرجہ ذیل موقعوں پر قائم ہیں لاہوری دروازہ - کتہ ٹیل - دربارہ - چیتہ شاہجی سبز چٹائی تیار گنج مدرسہ تیار گنج بازار چاؤری وغیرہ اس مدرسہ کی کل آمدنی تخمیناً سولہ سو روپیہ مع شاخون کے اور خرچ تخمیناً سولہ سو روپیہ ہے اسکے متعلق ایک باغ ہے۔ اس مدرسہ کے عقب میں

گراؤنڈ ہوٹل

ہے جس میں صرف صاحبان انگریزی اُترتے ہیں مدرسہ سے آگے نیا دہلی - انجی لال اور آرنگی لال کے نیلام گھر ہیں جو آئے سائے واقع ہیں اور اسکے متصل ہی انگریزی مچھاپہ خانہ ہے اسکے نزدیک۔

نواب سید سلطان مرزا صاحب

اکامکان ہے۔ آپ انگریزی مجسٹریٹ و سکرٹری عربی سکول دہلی کے ہیں اور بہت خاندانی آدمی ہیں نہایت لائق اور مستعد اور ہمدرد قوم رئیس میں طریقہ انکا اثنا عشر ہے اور دہلی کے تمام اثنا عشر میں بہت ممتاز سمجھے جاتے ہیں۔ نیلام گھر سے ذرا آگے ٹرک مشرق کی جانب۔

پورہ ڈنگ ہاؤس مشن کالج

ہے اس میں مشن کالج کے طلبہ رہتے ہیں۔ یہ عمارت پتھر کی نہایت خوبصورت بنی ہے اسکے مقابل

آٹکے یہ ڈاکھانہ تمام ڈاکھانوں میں بڑا ہے پوسٹماستر اور صاحب سپرنٹنڈنٹ ڈاکھانہ کا دفتر
 ہیں ہتھکے انکی ہاشائیں میں جتنی تفصیل یہ ہے۔
 شہر محل قلعہ کچہری صدر بازار۔ ڈبلیو ڈبلیو ریلوی سٹیشن۔ فیض بازار۔ سبزی
 پاشا گنج تھانوی بازار۔ کشتہ بڑیاں۔ درگاہ۔ چلی قتبہ۔ محمودیہ بازار اور تمام شہر میں
 تعمیر شدہ ۶ لکھ چھیاں ڈالنے کی غرض سے اور لوگوں کی آسائش کے واسطے رکھے ہیں۔
 انہیں سے دن میں چار مرتبہ چھیاں نکالی جاتی ہیں ڈاکھانہ سے آگے

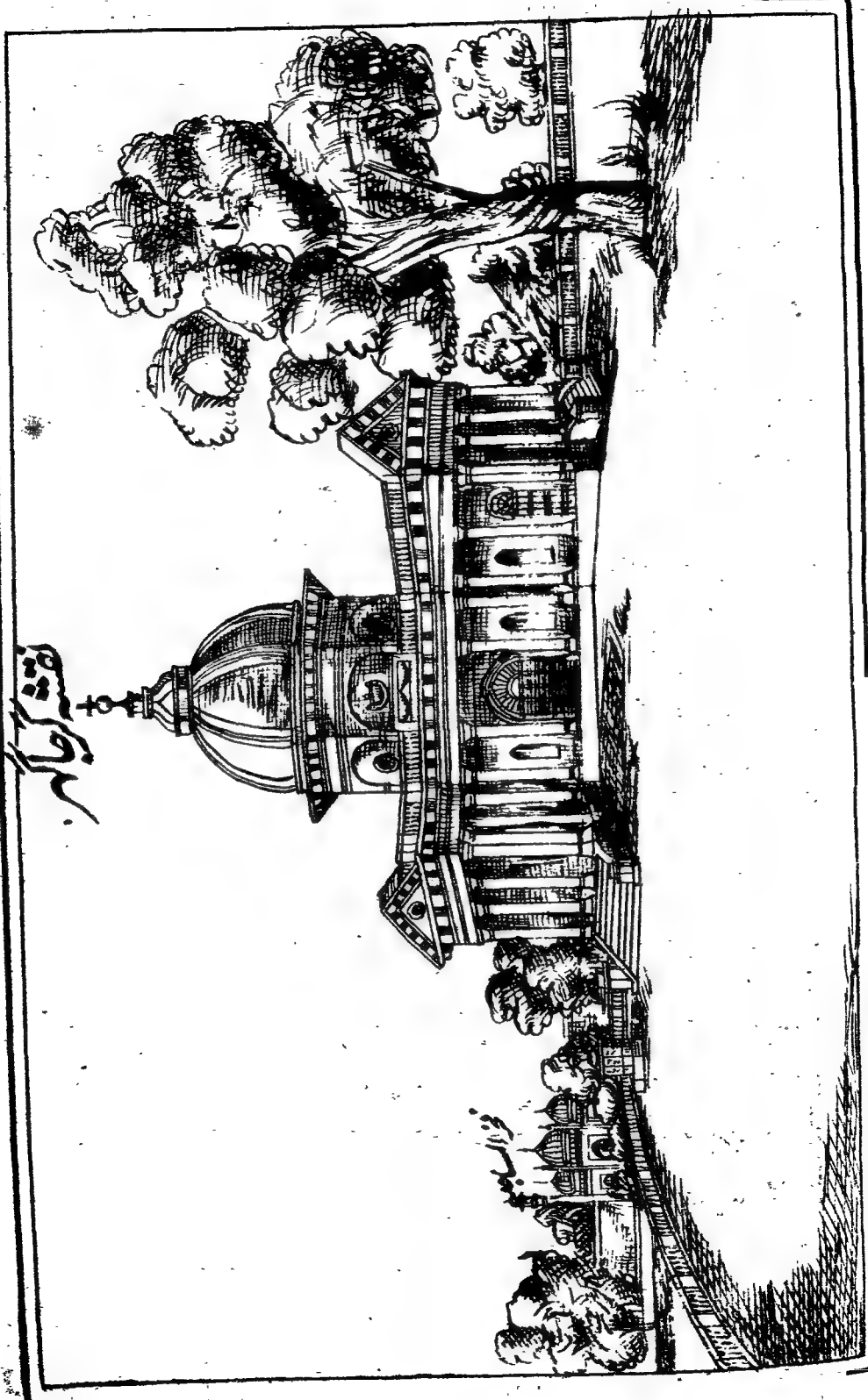
دفتر ایکریٹو کنسیرویشنل ڈویژن

ہے جو شہر کی جانب مشرق میں واقع ہے ضلع دہلی کی تمام تعمیرات کا کام ہی کے متعلق ہے۔ صدر محلے
 بجلہ انگریزی میگزین تہا جو صدر میں اڑا دیا گیا اور اسکی یادگار میں ایک خوبصورت دروازہ بنایا گیا
 جواب ہی موجود ہے اور اس پر نوپ رکھی ہوئی ہے۔ اس دفتر سے آگے بڑھ کر مشرق کی طرف
 تارکھر

واقع ہے شہر میں سب سے بڑا تارکھر ہی ہے صدر کے بعد بجلہ قائم ہوا ہے ایام صدر میں اس
 جانب شمال ۱۴۱۵ گز کے فاصلہ پر ۳۲ درجہ مغرب کی طرف شہر واقع تھا۔ موجودہ تارکھر کے مقابل
 ایک یادگار بہتر کی لاٹ نصب کی ہوئی ہے۔ جو ۱۱ اپریل سنہ ۱۹۷۱ کو لارڈ کرزن صاحب ہمارے
 ہند کے عہد میں بنایا گیا اور ایم برٹنڈش اور جے۔ ڈیو پلنگٹن سیکنڈریہ قائم کی گئی ہے جنہوں نے
 ایام صدر شہر میں محکمہ تارکھر کے متعلق کارہائے نمایاں کئے تھے۔ تارکھر دو سٹرکین جاتی ہیں ایک جا
 مغرب جو

مدرسہ مولوی عبدالرب صاحب مجرم

کھاتی ہے اور پرگندہ نالے ہوتی ہوئی دہلی کی شہر کی پراپرٹی ہے پوسٹ ڈاکھانہ کھاتی ہے یہ مدرسہ نہایت
 خوبصورت بنا ہے مغربی جانب میں مسجد کا دھواں والا اس کے شمال میں ۲ حجرے ایک میں مدرسہ کا دفتر
 رہتا ہے دوسرے میں کوئی استاد یا طالب علم رہتے ہیں جنوب میں نہایت پاکیزہ کمرہ باہر موزوں
 صحن اور اندر حجرے بیچ میں حوض دروازہ کے متصل کنواں سقاوہ اسکو مولوی عبدالرب صاحب نے
 اسی غرض سے بنایا ہے کہ اس میں مدرسہ جاری رہے اور علوم دینیہ کی تعلیم ہو کرے۔ اس سے آگے
 گندہ نالہ ہے یہاں



مشن کالج

ہے یہ عمارت دو منزلہ خوش وضع اور سنگین ہے۔ مسٹر انٹ صاحب نے کمال کوشش اور محنت سے کئی ہزار روپیہ جمع کر کے بنوائی ہے اس کا بنیادی پتھر شہ میں سر چارلس میٹ صاحب کے سہیلیس آئی نے اپنے ہاتھ سے رکھا اور وہ اکتوبر ۱۹۰۷ء کو پنجاب کے لفٹنٹ گورنر جنرل صاحب نے اس کا افتتاح کیا اس میں ایم اے تک تعلیم دی جاتی ہے ہزار روپیہ ماہوار کی کمیٹی سے مدد ملتی ہے۔ اسکے دروازہ پر گنہٹ لگا ہوا ہے۔ مشن کے آگے

گر جا گھر

ہے اسکی عمارت کی خوبی نقشہ سے ظاہر ہے کس پر سونے کا جھول ہے گنبد اور کئی کمرے بہت چوڑی سے بنائے ہیں کمروں میں سنگ مرمر کا بہت نفیس فرش ہے اس گر جا گھر کو کرنل جیمس سکٹر صاحب بہادر نے اپنی ذات کا روپیہ خرچ کر کے بنایا ہے۔ اسکی تعمیر ۱۹۰۷ء میں شروع ہوئی اور دس برس کے عرصہ میں یہ گر جا بنکر تیار ہوا۔ اسے ہزار روپیہ سوائے سنگ مرمر کے دیکھ کر انیل صاحب کے پاس موجود تھا صرف ہوا۔ اسکی جانب غرب میں ولیم فریزر بہادر کی قبر ہے جو صاحب کشتہ تھے یہ قبر بھی بہت تحفہ سنگ مرمر کی مبنی کا رہی ہوئی ہے اسکے گرد آہنی کٹھن لگا ہوا ہے اس گر جا کی پشت پر عدالت کے ضلع و تحصیل و دیوانی و فوجداری و خفیہ و ڈسٹرکٹ بورڈ واقع ہیں اور اسکے سامنے

وٹ لینڈ ہوٹل

ہے اس میں صاحبان انگریز اور ہندوستانی سب لوگ ٹہرتے ہیں گر جا کے سامنے

فخر المساجد

ہے گو بہت بڑی مسجد نہیں ہے مگر خوش قطع اور موزون ہے اسکے برج لاجواب ہیں اس مسجد کو سر باناگر سی دیکر بنایا ہے نیچے کئی دوکانیں نکالی ہیں مسجد کی رو کاہ تمام سنگ مرمر کی ہے جانچا سنگ سرخ کی دہلیاں مسجد کے اندر اجارہ تک سنگ مرمر برج سنگ مرمر کے انیس سنگ مرمر کی بچی کاریاں کس باطل ملائی اندھ کا فرش سنگ مرمر کا باہر کا صحن سنگ سرخ کا جنوبی ضلع میں سنگین والان اسکے مقابل ضلع شمالی میں سی والان ہے گرد دونوں طرف در بنے ہیں یہاں بیٹھکر وضو کرتے ہیں یہ نالی جیسو منو کرتے ہیں اصل میں حوض کی نالی ہی پہلے یہاں حوض تھا پھر میں نوارہ لگا دیا

ہیں دوسری طرف کبابی دکانیں لگاتے ہیں طرح طرح کے کباب بناتے ہیں خصوصاً مچھلی کے کباب تو ایسے نادر ہوتے ہیں کہ ایک دفعہ کا ذائقہ کئی کئی گھنٹہ لطف دکھاتا ہے۔ اور شام ہونے ہی پھر کبابی کی دکان پر پہنچ لاتا ہے۔ تمام چوک آدمیوں سے بھرا رہتا ہے تین بجے دن سے ۱۰ بجے رات تک میلہ لگا رہتا ہے۔ سقے میٹھے کنوئیں سے مشکیں بھر کر لاتے ہیں اور عام لوگوں کو بانی پلائے ہیں۔ اور میدان میں کھڑے ہو کر اس خوبصورتی سے کٹورا بجاتے ہیں کہ تان بین کو انگلیوں پر بچاتے ہیں۔

سیر میوں پر کھڑے ہو کر دیکھو سیدھا بڑا بازار میا محل کا بازار کہلاتا ہے۔ اس کے بائیں ہاتھ شرقی کی جانب مچھلی دالوں کے بازار کو سڑک جاتی ہے جو دریا گج نکھجاتی ہے دائیں ہاتھ غرب کی جانب اول شیخ منگلو کا چھتہ ہے اس کے برابر چھوٹی سی امام کی گلی ہے۔ اس کے آگے چند قدم بڑھ کر گوشہ میں میر محمد حسین صاحب مرحوم تحصیل دار کی حویلی ہے جس کا دروازہ نہایت عالیشان ہے

امام کی گلی

میں ہمیشہ سے جامع مسجد کے امام صاحب کا مکان ہے اسی وجہ سے امام کی گلی مشہور ہے

اس وقت

* حاجی مولوی سید احمد صاحب

جامع مسجد کے امام ہیں بلکہ کی امامت شاہ جہان کے وقت سے نسلاً بعد نسل منتقل ہوتی چلی آتی ہے۔ آپ صحیح النسب سید ہیں آپ کا سلسلہ نسب و پشت میں سید عبد الغفور شاہ امام اعظم بخاری سے ملتا ہے۔ مولوی حاجی سید احمد امام حال بن مولوی حافظ سید محمد بن حافظ میر احمد علی مرحوم بن سید میر جیون بن سید عبد الکریم بن سید عبد الرحمن بن سید عبد الغفور بن سید عبد الرحیم بن سید عبد الشکور بن امام السلطان حضرت سید عبد الغفور شاہ بخاری۔ امام السلطان حضرت سید جلال الدین عرف سید جلال بخاری کی اولاد میں سے ہیں جو اپنے زمانہ کے مشہور اولیا اللہ میں سے مانے جاتے ہیں۔

* چونکہ شاہ جہان آباد کے حالات میں کتاب لکھی گئی ہے اور شاہ جہان آباد کی آبادی کے ساتھ امام صاحب جامع مسجد کے خاندان کی بخارا کے اس شہر میں آباد ہونا ایک بڑا واقعہ تاریخی ہے اسلئے ہم کسی قدر تفصیل کے ساتھ امام صاحب خاندان کا ذکر کریں ۱۲

اس جوض میں شہر سے پانی آتا تھا مگر اب سو اسے اس نالی کے اور کچھ باقی نہیں رہا
 انٹ انٹا کر برابر ہو گا اس مسجد کو فاطمہ فخر النساء بیگم زوجہ نواب شجاعت خان نے لکھ
 میں اپنے خاوند کی رحمت کے بعد ان کے ایصالِ ثواب کے لئے اپنی مالی ہمتی سے بنوایا
 ہے اس مسجد کے دروازہ پر سنگ مرمر میں فخر المساجد لکھا ہے۔ اور مسجد کی پیشانی
 پر یہ اشعار کندہ ہیں۔

خان دیں پرور شجاعت خان بحسبِ بابت جا بارضائے حق تعالیٰ از طفیلِ مرتضیٰ
 صدر خاتوناں کنیز فاطمہ فخر جہاں یادگار شِ ساختِ این مسجد بقضیٰ مصطفیٰ
 مسجد کے آگے بڑھ کر عدالتِ ضلع کے عینِ مغرب میں

کشمیری دروازہ

بے ایام غنیمتیں انگریزی فوج نے اسی دروازہ کے داخل ہو کر شہر فتح کیا صاحبانِ انگریز اس دروازہ کو
 کو بہت مبارک خیال کرتے ہیں اس کے باہر مکرتین راستے پٹھے ہیں ایک بائیں ہاتھ کو سید ہامود دروازہ
 کو جاتا ہے دوسری ٹرک راجپوتانہ شمالی اور مغربی گوشہ میں کلائس سول کرک پٹرک صاحبان کی کوٹھیلوں کی
 گنتی ہوتی ڈوٹری کی کوشکی طرف چل جاتی ہے۔ تیسری ٹرک سیدی شمال کی جانب مائیں طرف چلی
 بلخ اور دقارتہ نہر جن مغربی و مشرقی فائر و کس بینک اسٹیشن اور بائیں طرف کلب گہوارہ سول
 میٹری ہوٹل چھوڑتی ہوئی باڈے سے گزر کر پرانی جمادی ملی جاتی ہے۔ جہاں پر مالیشان دیبا کی تباہیاں
 ہو رہی ہیں؟

جامع مسجد کا جنوبی دروازہ

بازارِ میا محل کی طرف واقع ہے اس دروازہ میں دائیں بائیں نیچے اوپر دو دروازے
 بنے ہیں دونوں طرف چھتوں پر جاسے کی رستہیں آج کل اسی دروازہ سے اوپر چلتے ہیں
 دروازہ کے کوڑا نہایت کلاں مضبوط برنجی صنعت کار ہیں۔ اس دروازہ کی طرف کلائس
 میٹریاں ہیں تیسرے پر اس طرف گزری گنتی ہے تمام میٹریوں پر بہت سے دکاندار
 آن بیٹھتے ہیں۔ نیچے کی میٹری پر کھیر۔ شربت قند۔ ٹاؤدہ۔ چائے وغیرہ کی دکانیں
 گنتی ہیں طرح طرح کے سامانوں سے سجائی جاتی ہیں۔ ایک طرف میٹریوں کے نیچے
 بساطی۔ بزاز۔ جوتے والے کباڑی۔ خواجہ والے بیٹھتے ہیں۔ نئے نئے سوٹے بیچتے

سید محمد صاحب اپنی آبائے امامت پر قائم ہوئے شیعہ کے دربار قیصری کے موقع پر جبکہ تمام دالیان ریاست ملی میں رونق افروز تھے ہر اسلامی رئیس نے امام صاحب کی نہایت توقیر کی اور نواب سکندر بیگ صاحبہ دالی ریاست بھوپال امام صاحب کے مکان پر تعیش فرما ہوئیں اور شامان تیموریہ کی طرح مابہراری وظیفہ ریاست سے سلا بعد نسل مقرر فرما دیا۔

• اسی زمانہ میں نواب ابراہیم علیخان بہادر دالی ریاست مالیر کوٹلہ کو امام صاحب سے ایک خاص عقیدت پیدا ہوئی چنانچہ جب تک وہ با اختیار رہے۔ امام صاحب کی توقیر حد سے زیادہ فرماتے رہے اور ہزاروں روپیہ سے خدمت کرتے رہے۔ اس کے بعد چند اسلامی ریاستوں نے تیموری سنت کو ادا فرمایا۔ گو فرٹ نظام۔ ریاست راجپوت نے مناسب خطاٹ مقرر فرمائے اور اس جبینی کو جو مصارف سلطانی بند ہو جانے سے امام صاحب اور ان کے متعلقین میں پھیل گئی تھی بالکل اطمینانی حالت سے بدل دیا جناب سید مولوی محمد امام صاحب نے ۳۷ برس کی عمر میں ۳۔ ربیع الثانی ۱۲۸۸ مطابق ۱۱۔ اگست ۱۸۹۹ء کو جہان فانی سے ملک جاودانی کو رحلت فرمائی اور شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حاکم گاہ میں مدفون ہوئے کتبہ لکھا ہے اُس پر ہو الغفور لکھا ہے۔ اور چونکہ آپ کے دادا کا نام بھی غفور شاہ تھا اور الغفور کے معنی وفات بھی لکھتا ہے۔ اس لئے یہ لفظ بہت ہی لطف دیتا ہے جس وقت امام صاحب کا جنازہ اٹھا ہے تقریباً پانچزار آدمی ساتھ تھے اور ہوتے جلتے تھے۔ آدمیوں کی کثرت کی وجہ سے دو مربعہ نما دھوئی آدمی پر آدمی گرنا تھا۔ کنہا تک دینے کو موقع نہ ملتا تھا چھوٹے بڑے اپنے قیدی بادشاہی امام کو یاد کر کے دل کڑھاتے اور آٹھ آٹھ آٹھ کہتے بہاتے تھے +

جناب مولوی سید محمد صاحب امام کے بعد ان کے فرزند کبر مولوی حاجی سید احمد صاحب مستقل امام ہوئے جنہوں نے ۱۲۸۵ء سے باقاعدہ طور پر اپنے جد گ باب کی زندگی میں اس عمدہ جلیلہ کو بحسن الوجہ انجام دینا شروع کر دیا تھا جس کو آج پر ۳۸ میں سال کا عرصہ ہوا +

شہر کے علماء و سافقرا مشائخ نے خدایا رسم کے موافق جامع مسجد کے موقع پر گئی

جس وقت شاہجہان بادشاہ نے جامع مسجد تیار کرائی تو ضرورت پیش آئی کہ جیسے مسجد سید المساجد اور نور علی نور ہے اسی طرح امام بھی متقی برہین گزار سید الائمہ ہونا ضرور ہے۔ بخارا میں حضرت سید عبد الغفور شاہ کا شہرہ سنا۔ شاہ بخارا کی وساطت سے شہنشاہ بھری میں نہایت اعزاز کے ساتھ طلب فرمایا اور سلسلہ بھری میں منصب امامت پر مامور فرمایا۔ اور عید الفطر کا دو گانہ سید صاحب کے اقتدا سے ادا کیا اور خطبہ کے بعد دست خاص سے پیش بہا خلعت عطا کر کے امام السلطان کے خطاب اور جاگیرات عطیہ خسروانہ سے ممتاز فرمایا۔

اس کے بعد ہمیشہ شان و دباروں اور جشنوں کے موقع پر امام السلطان کے ساتھ اعزازی مراسم کا پورا لحاظ رہتا تھا۔

جیسے دست خاص سے خلعت کا مرحمت فرمانا۔ منہ سہی گردہ میں سب پر مقدم کرنا خطاب خاص کے ساتھ کلام فرمانا۔ سبز لباس کا مخصوص فرمانا۔ وندا امر کی طرح بار بار بلی ہونی۔ جیب خاص سے مصارف کا عطا ہونا۔

شاہجہان کے بعد ہر بادشاہ اپنے موروثی امام السلطان اس کے قائم مقام مسلمانی کی وقت اور عزت اسی طرح کرتا رہا جس طرح کہ اس کے قبل کے بادشاہان وقت کرتے چلے آتے تھے اور انہیں خصوصیات کا پابند رہا جو شاہجہان کے وقت میں قائم ہو گئیں تھیں۔

بلکہ عالمگیر اورنگ زیب کے وقت سے یہ عزت اور عطا فرمائی گئی کہ تخت نشینی کی رسم کا افتتاح بھی اسی شخص کے ہاتھ سے ہوتا جو امام السلطان کی اولاد میں سے جامع مسجد کا امام ہوتا اور اس موقع پر اس کو خاص اعزازی خلعت عنایت فرمایا جاتا۔ چنانچہ ابو ظفر سراج الدین بہادر شاہ بادشاہ تک یہ رسم برابر قائم رہی اور ان کی تخت نشینی کا افتتاح حافظ میر احمد علی صاحب جو اس وقت جامع مسجد کے امام تھے اپنے ہاتھ سے کیا۔ اس کے بعد فقہ کا زمانہ ہوا اور میر احمد علی صاحب امام کے صاحبزادہ حافظ میر احمد علی ڈاکٹر میر سید احمد خان کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ بانی محمدن کالج علی گڑھ کے پاس رجو کہ ان کے قریب کے رشتہ دار تھے چلے گئے مسجد ضبط ہو گئی جب تمام فتنہ فرو ہوا اور مسجد و گداشت ہوئی تو لوگوں نے اپنے قدیمی امام کو طلب کیا اور مولوی حاجی حافظ

لاؤ گزرن صاحب چاہو میرے دگور جزل شہر ہند کی جنوری ۱۹۰۲ء کو منعقد فرمائینگے۔ امام صاحب کے مکان کے متصل ہی

حافظ سید منشی امیر الدین صاحب فیض قلم

کا مکان ہے آپ خط نسخ کے وحید العصر استاد ہیں حق یہ ہے کہ اس وقت اپنا نظیر نہیں دیکھتے۔ امام صاحب سے قربت رکھتے ہیں۔ نقش بند یہ خاندان ہیں مجاہدین۔ نہایت متقی پرہیز گار ہیں۔ بچے لوگوں کی یادگار ہیں۔ رہا

شیخ منگلو کا چھتہ

اس میں چند قدم چکر چہنہ آتا ہے۔ اس پر کرو بنا ہوا ہے۔ اس چہتہ کے نیچے متصل ہی جناب

نواب فیض احمد خان صاحب رئیس ملی

کا مکان ہے۔ نواب صاحب صوت رؤسا شہر میں سے نہایت لائق اور فائق منتظم نوجوان معلم یافتہ اور باخلاق رئیس ہیں اور باوجود ان تمام صفات کے جوان صالح۔ مسلمانوں کے سچے ہمداد اور پی خواہ۔ نیک نیت۔ درویش صفت آدمی ہیں۔ آپ کے والد بزرگوار نواب محمد بخش خان صاحب غفرلہ دوزخ خاندان رؤسا و کزناں سے تھے یعنی نواب احمد علی خان صاحب رئیس محکم کزناں کے حقیقی

بھانجے تھے۔ نواب محمد بخش خان صاحب نے خلافت اپنے تمام خاندان کے ازراہ عالی ہستی ملازمت گورنمنٹ اختیار کی۔ اور ۳ سال تک عہدہ ہائے تحصیلدار و ریجنل کلکٹر پر نہایت نیکنامی کے ساتھ حکم کیا۔ صدر شہر کے مفسدہ میں دو تین لڑائیوں میں شامل ہو کر

نمایاں خدمات ادا کیں جس کے صلہ میں سرکار انگریزی سے ایک گائون عطا ہوا۔ آپ گورنمنٹ انگریزی کی ملازمت کے بعد ۱۹ سال تک ریاست ٹونک راجپوتانہ میں عہدہ جلیلہ میری کونسل اور حاکم ایبل پر تازا رہ کر پینشن یاب ہوئے۔ افسوس ہے کہ ٹونک واپس آکر

بعد چہنہ ۱۵ جون ۱۹۰۲ء کو رحلت فرمائی۔ اور مولوی سید محبوب علی صاحب کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ اور اپنی یادگار میں اپنے

خلف الرشید نواب فیض احمد خان صاحب کو چھوڑا۔ جو اس وقت تمام دہلی میں بلحاظ قابلیت اور شرافت و لیاقت و تہذیب اخلاق و

صلاحیت ایک منتخب رئیس ہیں۔ اور جلیلہ اسلامیہ انجمنوں اور کمیٹیوں میں سرگرمی یا عہدہ ہیں۔ اسی گلی میں

مولوی سید محبوب علی صاحب کی مسجد ہے۔ جو مولانا شاہ عبدالعزیز علی الرحمہ کے شاگرد و خلیفہ تھے۔

اس موڑ پر سے اُس گلی کے دو چھتے ہوتے ہیں۔ چھوٹی گلی مولوی عبد المجید صاحب کے مدرسہ کے سامنے ہوتی ہوئی چلتے دروازہ چاؤری بازار میں جا نکلتی ہے۔ دوسری بچہ شکر بازار چوڑی والاں میں گئی ہے۔ یہ بازار ایک طرف اہلی کی بھاڑی کے متصل تڑا ہرے سے جا ملا ہے

دوسری طرف جوتے والوں کی مسجد سے آگے طبرک جنوب کی جانب ستیا رام کے بازار سے جا ملا ہے۔ اور غریب جانب میں سید ہا

صالح مجتبیٰ کے قریب کو نکلتا ہوا لوہے کے کارخانہ کے سامنے چاؤری میں جا نکلتا ہے۔ محلہ

چوڑی والاں

میں مولوی سید حمزہ صاحب بن سید علی شاہ صاحب علیہ السلام کا مکان ہے۔ آپ سادات صحیح النسب جلیلی و نقوی سے ہیں آپ نے اوائل عمر میں قرآن شریف اور کتب فارسی سے فراغت پاکر سرکاری انگریزی مدرسے میں تعلیم پائی۔ اور ٹرل پاس کیا۔ پھر انگریزی

چھوڑ کر علم عربی حاصل کر لیا کی طرف توجہ کی۔ ابتدائی کتابیں شکر علی اکرام معنی مولوی عبد الحق صاحب مولانا فضل الدین صاحب لکھنوی

فرنگی علی کی خدمت میں فیض علی اور سند حاصل کی۔ اور ۱۳۳۰ھ ہجری میں گنگوہیہ چکر مولانا رشید احمد صاحب محدث کثیف دست راسر انوار

میں علم حدیث اور سند حاصل کی۔ اس کے بعد حضرت مولانا شاہ امداد الدین صاحب مہاجریت، الکبیریت میں علم باطنی اور اجازت خلافت

سزاوارتوں کے مجمع میں مولوی سید احمد صاحب کے سر پر دستار باندھی اور اُن کی بات پر خوشی کا اظہار کیا۔ سیر و نجات سے لوگوں نے نذریں اور دستاریں بھجوائیں چنانچہ میرے مہربان مولانا محمد نظام الدین صاحب کراچی نے بھی میرے سامنے حضرت سراج المساکین رحمۃ العارفین جامع معقول و منقول مولانا محمد عمر صاحب فاروقی چشتی صابری مجددی رئیس قصبہ تھانہ بھون کی طرف سے امام صاحب کے سر پر دستار باندھی پے در پے ایک جینہ تک کہیں سے نذریں کہیں سے خوشنودی کے خطوط۔ کہیں سے آپ کے والد مرحوم کے تعزیت نامہ آتے رہے مسٹر کلارک صاحب سابق کسٹرنر دہلی اور مسٹر ڈپوس صاحب بہادر سابق ڈپٹی کسٹرنر دہلی نے لندن سے تعزیت کی چٹھیاں امام صاحب حال کو لکھیں اور مسٹر خٹا صاحب بہادر کسٹرنر دہلی نے بھی جو اُس وقت دہلی کے کسٹرن تھے تعزیت آمیز چٹھی روانہ کی۔ مسٹر وگلز صاحب بہادر ڈپٹی کسٹرنر دہلی کی جانب سے تعزیت کا مراسلہ پہنچا نیز بعض اسلامی ریاستوں نے تعزیت نامہ لکھے اور آپ کی امامت پر نہایت بہت خاطر فرمائی۔ واقعی جناب سید احمد صاحب اہم حال نہایت متقی۔ پرہیزگار۔ لائق وقار جو ان صلح میں۔ سرمایہ علمی کے ساتھ خط و شیخ و نستعلیق وغیرہ میں بھی دستگاہ ہے ہر شخص جو اُن سے ملاقات کرتا ہے اُن کے اخلاق و اشفاق کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔ اسلامی ریاستیں بھی نہایت اعزاز کے ساتھ پیش آتی ہیں۔ اور اپنا مغرور و مکرم بانی ہیں چنانچہ نواب نصر اللہ خان بہادر ولی محمد ریاست بھوپال اور صاحبزادہ عبید اللہ خان بہادر کی تقریب شادی پر بھوپال سے خلعت فاخرہ بھیجا گیا جو یکم اگست سن ۱۹۰۷ء جمعہ کے دن جامع مسجد میں ممبر کے اوپر آپ کو پہنایا گیا۔ نواب صاحب حال والی راہپور کے دربار۔ سندھ نشینی میں بھی آپ کو شریک کیا گیا تھا۔

۱۹۰۷ء کو پرنس نصر اللہ خان بہادر خلف امیر عبدالرحمن خان بہادر مرحوم والی کابل نے جبکہ جامع مسجد میں تشریف لائے مغرب کی نماز آپ کے پیچھے چڑھی اور نہایت تپاک سے مصحف کیا اور ملاقات فرمائی جب تک مسجد میں ہے آپ ہی سے مخاطب ہے اور چلتے وقت مبلغ پانسو روپیہ عنایت فرمائے۔ اور گورنمنٹ عالیہ انگریزی بھی نہایت عزت کی نظر سے دیکھتی ہے موقع موقع پر برابر عزت افزائی فرماتی ہے۔

چنانچہ اب بھی گورنمنٹ نے عظیم الشان تاج پوشی کے دربار میں مدعو فرمایا جس کو حضور

انہاں میں رسالہ راجہ بھگل کے بیڑا سٹر مقرر ہوئے۔ پھر ۱۸۸۶ء میں خود ہی اس سلسلہ کو منقطع کر کے ضلع میرٹھ میں وکالت کرنے لگے۔ پھر ہائیکورٹ اور ایلوہ مجازت حاصل کر کے ۱۸۸۶ء میں منشی متاخر علی شاہ نوید میں ہلی مہاجریت الد سے مطبع مجتبائی دہلی میں سامان اور نام کے غمرو کیا۔ اور اپنے حسن انتظام سے مطبع کو وہ ترقی دی جس سے ہر شخص بخوبی واقف ہے۔ حاجت بیان نہیں۔ غرض کہ مولوی صاحب موصوف اپنی ذاتی قابلیت اور انتظامی حیثیت کے زمانہ کے مشہور مدبر اور مسلم منتظم لوگوں سے سمجھے جاتے ہیں۔ باوجود دولت و ثروت کے ملا و فقیر اور صفا و کھلی طرف قلبی میلان رکھتے ہیں۔ آپ کے خلیف اکبر مولوی سید عبداللطیف صاحب ہیں۔ جو نہایت جوان صالح اور اپنے والد کے قدم بقدم ہیں۔ مطبع کے محاذ میں دو چار قدم کے فاصلہ پر ڈپٹی محمد سلطان صاحب جو کم حویلی ہے نہایت خوبصورت بنی ہوئی ہے۔ چند قدم آگے

منشی کبیر علی صاحب تحصیلدار

کی حویلی کا ہواڑہ ہے منشی کبیر علی صاحب تحصیلدار خان بہادر منشی امیر علی صاحب کے فرزند ہیں نہایت لائق و شریف روسا و شہر میں ہیں۔ اسی مکان میں منشی غلام جیلانی صاحب شتر واری بھی رہتے ہیں۔ جو نہایت شریف اطمینان و اعتماد شرفا دہلی میں سے ہیں۔ اس آگے لوہے کا کارخانہ آتا ہے۔ اور یہ راستہ بازار چاڑھی میں جا نکلتا ہے۔ اب پھر جامع مسجد کے جنوبی راستہ پر آئیے۔

بازار میا محل

کی سیڑھیاں۔ یہ بازار تقریباً ۱۵۵۵ قدم کا طول رکھتا ہے۔ اور دہلی دروازہ تک پہنچ جاتا ہے۔ برابر دوکانوں کی قطار لگی ہے۔ ہر سطح مقابل کی سطح سے برابر چلا جاتا ہے۔ چند قدم پر چنے والوں کی دوکانیں ہیں۔ دلی کے خستہ چنے دور دور مشہور ہیں جامع مسجد سے ۳۴ قدم پر لگی کبابی۔ اس آگے کڑہ گوگل شاہ شہنواز ہے۔ اس میں

مدرستہ حسینیہ

واقع ہے۔ تقریباً تین سال سے مولانا محمد حسین صاحب فقیر نے جاری کیا ہے۔ کئی استاد پڑھاتے ہیں۔ مولانا نے اپنی سعی سے اول نہایت عمدہ عایشان مسجد تیار کرائی۔ پھر مدرسہ جاری کیا۔ مسجد کی کرسی اپنی۔ اور ہر آدمی حرجے۔ بیچ صحن میں بیضوی حوض نہایت پاکیزہ۔ جمعہ جمعہ غلط ہوتا ہے۔ کبھی آپ فٹ پاتے ہیں۔ کبھی آپ کے فرزند مولوی محمد ابراہیم صاحب بیان کرتے ہیں۔ گلی گلی گڑھیا بھلائی ہے۔ اور بھی مدرسہ کا دروازہ ہے۔ گڑھیا کے سامنے ایک بڑا دروازہ حویلی خیمہ اور خان کا ہے۔ اس میں سامنے ہی۔

مدرستہ حسین بخش

کا بڑا اچھا مکان ہے عجیب و غریب مکان بنا ہے۔ مسجد حوض۔ حجرے۔ والان تمام چیزیں قرینہ سے بنی ہیں۔ اس کو حسین بخش صاحب مرحوم سوداگر نے ۱۳۶۸ ہجری میں تعمیر کرا کر وقف کیا ہے۔ اس کے دروازہ پر کتبہ لگا ہے۔

پائی۔ علاوہ ان سلسلہ فخریہ میں میان حبیب علی شاہ صاحب حیدر آبادی سے اور سلسلہ اشرفیہ میں میرٹھ علی حسین صاحب اشرفی سے اجازت حاصل کی۔ چنانچہ سلسلہ پیری مریدی کا آپسے جاری ہے۔ چند سال پہلے میرٹھ و فارسی ہندو کا کچھ کے ہے۔ اربعہ صد و تیرہ سال سے اپنے پیرو مشد حاجی صاحب کی بشارت سے اس سلسلہ کو منتقل کر کے نوکل رہنمائی نہایت نفاذ اور استقلال کے ساتھ بسر کرتے ہیں۔ تدریس علم ظاہری باطنی میں طالبان خدا کے ساتھ دن رات مصروف ہیں۔ انکی طبیعت نظم و نثر اور دفاری میں ملکہ رکھتے ہیں۔ مگر کبھی کبھی اتفاق نفعہ سببی ہوتا ہے۔

اس کے آگے دوسری گلی میں انیس طرف حکیم علی احمد خاں صاحب پیر محمد علی انصاری صاحب جو کم کا مکان ہے۔ آپ کا مطب ہی یہیں ہوتا ہے۔ نہایت لائق اور دیندار آدمی ہیں۔ ہر شخص کا علاج توجہ کے ساتھ کرتے ہیں۔ خصوصاً غریبوں کے ساتھ نہایت خوش اخلاق سے پیش آتے ہیں۔ جتنے والوں کی مسجد سے بڑا ایک راستہ سینا رام کے بازار کو جاتا ہے۔ اس کو چھوڑ کر آگے چلے۔ ایک گلی مسجد کی پشت پر واقع ہے۔ سہر حافظ سید محمد صاحب امام عید گاہ کا مکان ہے۔ اشارہ القرآن شریف بہت اچھا پڑھتے ہیں۔ نہایت لائق شخص ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ سادات نقویں سے ہیں۔ آپ کے اکابر مدینہ طیبہ کے رہنے والے تھے۔ پھر سب دارگاہ ویز میں رہنے لگے۔ اس کے بعد ہندوستان میں آئے۔ شاہان خلیہ کے عہد میں معزز صاحب پیر محمد اول شہزادوں کے تالیق تھے۔ عید گاہ کی امامت سپرد ہوئی اور لاہور لائے۔ آپ تک پہنچی اس کے سامنے

حمام سیتل داس

واقع ہے یہ محلہ سید حمام کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے لاہور اڈاشی محمد سلطان صاحب جو کم کا مکان ہے۔ مگر دروازہ لگے بڑا ہر حمام کے متصل ہی مطبخ مجتہائی کا دروازہ ہے۔ دیکھو تختہ لکھا ہے جس پر۔

مطبخ مجتہائی دہلی

جی قلم سے لکھا ہے۔ یہ مطبخ دہلی کا ملک تمام ہندوستان کے نامی اطباء میں شمار ہوتا ہے۔ ہر انتظام بہت اچھا ہے۔ کلمہ زک و پیرس ہمیشہ چلنے رہتے ہیں۔ بڑی بڑی کتابیں دینی طبع ہوتی ہیں۔ اس نامی گراہی مطبخ کے مالک جناب مولوی حافظ سید محمد عبدالاحد صاحب رضوی رئیس دہلی ہیں۔ جو اعلیٰ درجہ کے لائق خالق۔ بہتم قیم و بلا غلاف خیر خواہ قوم۔ حامی اسلام۔ بحجہ عالم فقیر دوست۔ انجمن یونیاں اسلام اور تحریک خائن منتظم ہیں۔ آپ کے اخلاق آپ کے اوصاف احاطہ تحریر سے باہر ہیں۔ آپ حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ جو کہ آٹھویں امام گزشتہ ہیں۔ آپ کے اجداد میں سے پہلے پہل جو ہندوستان میں تشریف لائے وہ حضرت شاہ باقر علی صاحب رضوی حنفی نقشبندی حجتہ المدنیہ تھے جو مولوی صاحب موصوف سے پانچویں پشت کے۔ اسی طرح سے مولوی حافظ سید محمد عبدالاحد بن حافظ میر غلام محمد بن مولوی سید غلام رسول بن مولوی سید غلام رضا بن مولانا حضرت شاہ باقر علی صاحب رضوی حنفی نقشبندی قدس سہارنم۔ آپ کے والد ماجد یعنی مولوی حافظ سید غلام محمد صاحب نہایت عابد۔ پرہیزگار۔ دیکار۔ باخدا شخص اور حضرت شاہ ابو سید صاحب دہلوی نقشبندی مجددی خانقاہی سے مشرف بیت تھے۔ مولوی صاحب موصوف اوائل ہی عمر سے باقبال صاحب نصیب اور علم کے شیدائے۔ چھ برس کی عمر میں قرآن شریف حفظ کئے اور جمیع کتب درسیہ فی حق و غریب سے فروخت حاصل کئے کہ بعد کو نمٹ کالج بریلی میں داخل ہوئے۔ ۱۹۰۶ء میں انٹرنس کلکتہ یونیورسٹی کا امتحان پاس کیا۔ اور مارچ ۱۹۰۷ء میں گورنمنٹ سکول بریلی میں تھرو ماٹر مقرر ہوئے۔ ۱۲۔ جولائی ۱۹۰۸ء کو ہائیکورٹ الہ آباد میں کالت ضلع کا امتحان دیکر اول درجہ کا ڈیپلومہ حاصل کیا۔ اور اسی سال

دارالہدیٰ والخط الوقت لایک۔ سنگ مرمر کندہ ہے۔ دارالہدیٰ والخط سے تاریخ نکلتی ہے۔ ہر جمعہ کو مولانا کرامت الدخاں صاحب کا خط ہوتا ہے۔ اکثر اولیاء الدار بزرگان دین کے حالات نہایت ذوق و شوق کیساتھ بیان فرماتے ہیں۔ باقی حالات مولوی صاحب موصوف کے ہندو راؤ کے ہاٹے میں ملاحظہ کیجئے۔

دریے کے متصل ہی

مولوی عبدالرحمن صاحب اسخ

خلعت جناب مولانا محمد حسین صاحب فقیر رہتے ہیں۔ حدیث۔ تفسیر فقہ سے واقف ہیں۔ فارسی میں کمال رکھتے ہیں۔ شاعری میں بے نظیر ہیں۔ شیعہ مشنوی مولانا دم اور ایک ضخیم دیوان آپ کی بلند خیالی کا نتیجہ طبع ہو چکا ہے۔ دوسرا دیوان عشقیہ کمال راج عنقریب طبع ہونا ہے۔ تیسرا نعتیہ دیوان زیر طبع ہے۔ دو سال ہوئے آپ نے مدرسین بخش میں مولوی عبدالعلی صاحب علوم دینیہ کا امتحان پاس کیا۔ اور امتحان میں کامیابی کے بعد علماء کے عالیشان محفے میں تکمیل تحصیل کی سند اور دستاوردیلت حاصل کی۔ اب وہ خط گوئی میں مگنی دج کی شہرت حاصل کر چکے ہیں۔ مچھلی والوں کی مگنی کی مسجد میں ہر جمعہ کو قابل شہید و خط ہوا کرتا ہے۔ وہ خط کی نقل تو طولی مل ہے۔ مگر آپ کے چند اشعار مجھے جلتے ہیں۔

دنشین ہر تر ہے در نہانی کی طرح	شیخ قاتل حلق سے اُتری ہو پانی کی طرح
پھر جگر کی چوٹ ابھرائی پھر اٹھا درد دل	اٹھ کرے جو بن کی طرح اٹھی جوانی کی طرح
سربالامیک شد سداے سن	شد قضاے لامکاں صحرائے سن
من بایں دیوانگی شدائے تو	تو بایں فرزانگی لیسائے سن

مٹی محل

ایک محلہ ہے کسی زمانہ میں عجیب غریب محل ہو گا۔ شاہجہاں کے زمانہ میں بنایا تھا۔ مگر اب نشان تک باقی نہیں رہا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ عیشہ سے محلہ ہی آباد تھا۔ اسی محلہ میں جناب

خانصاحب منشی محمد کرم الدخاں صاحب دہلی

کا مکان ہے۔ آپ منشی آغا جان صاحب حرم کے لائق صاحبزادہ ہیں۔ سراپا افتخار۔ ہمدرد خلق۔ صاحب الرائے عالی خیال نہایت لائق و فائق بہمد و قوم۔ حامی اسلام۔ خیر۔ با وضع۔ نمونہ بزرگان دہلی میں سے ہیں۔ آپ کی ذات ستودہ صفات دہلی کیلئے باعث فخر ہے۔ جس قدر قومی اور اسلامی کارنامے خیر اس وقت دہلی میں جاری ہیں تقریباً سب کی آپ ہی کے مبارک ہاتھ سے بنیا و قائم ہوئی ہے۔ ہر در و مندا و مصیبت زدہ کے کام میں محض ازراہ خدا ترسی و ہمدردی شریک ہو جاتے ہیں۔ آپ کا دیوان خانہ

ایسا ہوتا بھی تو سید صاحب کب لگا جیتے۔ فوراً صحت ہو جاتی۔ ۳۰ ہجری میں نواب مولوی حسان الرحمن صاحب نے اپنی اہلیہ مرحومہ کی وصیت کے موافق اس مسجد کی مرمت کرائی۔ اور تین بچتہ دوکانیں تعمیر کرائیں۔ جن کی آمدنی مبلغ دس روپیہ ماہوار ہے۔ مسجد پر یہ کتبہ لگا ہے۔

مخبر حسان الرحمن خاں حسب وصیت اہلیہ مرحومہ خود دوکانیں بچتہ و حمام و متوضا و حجرہ و زینہ وغیرہ ذلک بقطعہ زمین متعلقہ مسجد سیدرفائی سبائے

مصارف مسجد وقف نمود ۳۰ ہجری ۴۴

اس مسجد کے آگے بڑھ کر چلی قبر کا ترا ہے۔ شرقی شمالی گوشہ میں

حویلی اعظم خاں

ہے۔ کسی زمانہ میں اعظم خاں نے حویلی بنائی تھی۔ اب اسی نام سے محلہ بتا ہے۔ اس میں ایک طبع مزار ابو الغفار بیگ صاحب کا افضل لطایع جو ہیں سے افضل الاخبار نکلتا ہے۔ اب دوراستہ باقی ہیں۔

ایک سید ابوجنگش کے کمرہ کو جاتا ہے۔ دوسرا تکیان کو جاتا ہے۔ اسی طرف چلئے راستہ کے گوشہ پر ایک مزار ہے۔

چتلی قبر

کہتے ہیں۔ اسیوجہ سے اس بازار کو بھی چتلی قبر کا بازار کہنے لگے۔ یہ قبر دور دور مشہور ہے۔ گو صاحب قبر میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ سید روشن صاحب شہید کا مزار ہے۔ اور پانسو برس سے اس مقام پر واقع ہے اور بعض کہتے ہیں کہ گھوٹے کی قبر ہے۔ وانیب عن الدہ۔ چتلی قبر کے سامنے

پہاڑی راجان۔ اس کے آگے بائیں طرف

خانقاہ میر محمدی صاحب علیہ الرحمۃ

ہے۔ آپ کا نام سید ملا الدین صاحب تھا۔ آپ حضرت مولانا فخر الدین صاحب چشتی نظامی کے خلیفہ ہیں بااوقات شہس گزے ہیں۔ مزار سلیم آپ کے نہایت عقیدت کے ساتھ خریدے تھے۔ جب میر صاحب موصوف کا انتقال ہوا تو مزار سلیم نے اپنے مکان ہی میں آپ کا مزار بنوایا۔ اور وصیت کی کہ بعد انتقال کے میں بھی یہیں دفن کیا جاؤں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس جگہ سات مزار ہیں۔

ایک میر صاحب علیہ الرحمہ۔ دوسرا مزار سلیم شاہ کا۔ تیسرا انکی بیوی خسرو زانی بیگم کا۔ اور چار باقی مزار میر صاحب علیہ الرحمہ کے مریدوں کے ہیں۔

کہتے ہیں۔ نہایت ستورہ خصال۔ نیک افعال نوجوان رئیس ہیں۔ اپنی نیک نیتی اور حسن کارگزاری اور لیاقت خدا داد سے
 تھوڑے عرصہ میں گورنمنٹ میں نہایت وقعت پیدا کر لی ہے۔ چنانچہ تھوڑا عرصہ ہوا کہ عمدہ خدمات کے صلہ میں عاصی صاحب کا
 خطاب گورنمنٹ سے عطا ہوا ہے اور آئندہ امید ہے کہ بہت جلد دیگر مہاجر علی پرتی کریں گے۔ سامنے
 حاجی نہاری والا دوکان پر بیٹھتا ہے کیسی مزیدار نہاری پکا ہے۔ خریداروں کا تارنگا ہے۔ کٹوہ پر کٹوہ چلا آ رہا
 ہے۔ یہاں سے دو چار قدم چکر تر آ رہا آگیا ہے۔ ہم جامع مسجد سے ملے آتے ہیں غریب کی جانب
 چوڑی والا آج رستہ جاتا ہے اور یہیں سے

اطلی کی پہاڑی پر جاتے ہیں۔ اس کو نہ پراہلی کی مسجد واقع ہے۔ اس پہاڑی پر دو راستے جلتے ہیں۔ دائیں ہاتھ چلے
 آگے چکر مسجد کے متصل حجر ہیں

حضرت شاہ محمد علی صاحب علیہ الرحمۃ و اعظم قادری

اور ان کے صاحبزادے حضرت شاہ اسد اللہ صاحب کے مزار ہیں۔ اورنگ کیے زمانہ میں تھے ہیں محمد عبدالغنی صاحب کی
 تعمیر ہیں۔ ۲۶ شب ۲۷ روز بروج الاول کو شاہ صاحب کا اور ۱۷ شب ۱۸ روز رمضان المبارک کو ان کے صاحبزادہ کا
 عرس ہوتا ہے۔ سید محمد علی صاحب دونوں عرس کرتے ہیں۔ اسی جگہ

سید محمد امیر صاحب ف میر خجہ کش خوشنویس کا مکان ہے۔ میر صاحب جو ۱۲۸۵ھ میں
 غدیں شہید ہوئے۔ اسی مکان میں ان کا مزار ہے۔ ۴ صفر المظفر کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔ میر صاحب جو ۱۲۸۵ھ میں
 میر قطب عالم صاحب کی یادگار باقی ہیں۔ نہایت تکفوت و ضمدار بزرگ ہیں۔ اب اسی ترازو سے چٹلی قبر کی طرف چلے
 مصطفیٰ خاں کی حویلی مشہور ہے۔ مگر نام ہی نام باقی ہے۔ محلہ آباد ہے۔ اس حویلی کے محاذ میں

منشی الف خاں صاحب سوداگر سیما ہی قلم وغیرہ کی جائداد ہے اور یہیں مکان ہے۔ اس کے متصل ہی

سید رفائی صاحب علیہ الرحمۃ کی مسجد

ہے۔ سید صاحب ایک مدت تک اس میں رہے اور مدت بھی کتنی اس لئے یہ مسجد انہی کے نام سے مشہور ہو گئی۔
 سید صاحب اپنے زمانہ کے مقتدا تھے۔ انجمن ہاں ایک مجلس ہو کر تھی تھی جب کا نام حضور مشہور تھا۔ ہمیں خاص
 خاص مرید شریک ہوتے تھے۔ اور یہ قیام تھی کہ آگے پیچھے آس پاس کوئی عورت نہ ہو۔ مریدوں کے ہاتھوں میں چھبرے ہوتے
 تھے۔ جو وقت توجہ و یحیاتی۔ اور سب پر حالت طاری ہوتی۔ تو دنیا و مافیہا سے بالکل بیخبر ہو جاتے۔ اور حکم طیبہ بان سے
 جاری ہوتا۔ اور آپس میں چھبریاں چلنے لگتیں۔ مگر کیا مجال کہ زخم ہو جائے یا کسی کو ایذا پہنچ جائے۔ اور اگر اچھا

۵۱
 وکرم فضل شروع کیا چند وزیں کمال کو پہنچے اور شیخ اشینج بچکے مزار صاحب کے بعد آپ ہی
 جانشین ہوئے ہمیشہ توکل سے بسر کی سیکڑوں طالبان خدا کا کہا ناکہ پڑا اپنے سر کہا اور
 کو میسر آتا وہی آپ بھی استعمال کرتے فقہ حدیث تفسیر کا درس دیتے ساہا سال اسی طرح فیض
 جاری رہا ۱۲۳۰ ہجری بانی صفر ہفتہ کے روز سفر آخرت فرمایا اور خانقاہ میں اپنے پیر کے برابر
 مدفون ہوئے نور احمد مضجعہ سے تاریخ وفات نکلتی ہے ایک کے بعد آپ کے خلیفہ اعظم

شاہ ابوسعید صاحب مجددی

جانشین ہوئے آپ کا سلسلہ نسب حضرت مجدد الف ثانی تک اس طرح پہنچتا ہے شاہ ابوسعید
 بن صفی القدر بن عزیز القدر بن محمد عیسیٰ بن سیف الدین بن خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف
 ثانی اور حضرت مجدد صاحب فاروقی ہیں شاہ ابوسعید صاحب اول مولانا شاہ درگاہی سے
 سلسلہ قادریہ میں مرید ہوئے پھر شاہ غلام علی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے آتے ہی کچھ
 سے کچھ ہو گئے پیر کے انتقال کے بعد سجادہ نشین بنے قدم بقدم چلے پھر حج کو تشریف لیگئے وہیں
 تے ہوئے ٹونک میں وفات پائی لاش مبارک دلی لائی گئی اور اپنے پیر کے برابر مدفون ہوئے
 آپ کی ولادت دوسری ذیقعدہ ۱۱۸۰ ہجری مصطفیٰ پٹنہ اسپور میں ہوئے اس مصرعہ سے تاریخ
 ولادت نکلتی ہے ع (حافظ و عالم و ولی بادا) ۱۱۸۰ ہجری عید کے دن ہفتہ کو وفات پائی
 میز احمد مضجعہ سے تاریخ وفات نکلتی ہے (آپ کے چار فرزند تھے شاہ احمد سعید صاحب شاہ
 عبد الغنی صاحب شاہ عبدالرشید صاحب شاہ محمد عمر صاحب آپ کے انتقال کے بعد آپ کے
 بڑے بیٹے

شاہ احمد سعید صاحب مجددی

سجادہ نشین ہوئے ۱۲۰۰ ہجری میں پیدا ہوئے منظر نیر وال تاریخ ولادت ہے اول اپنے
 والد کی تربیت میں کلام اللہ حفظ کیا۔ مولوی فضل امام اور مفتی شرف الدین وغیرہ سے علوم عقلیہ
 کی تکمیل کی مولوی شمس الدین نجار وغیرہ شاگردان مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب سے حدیث پڑھی
 اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب اور مولانا شاہ عبدالقادر صاحب اور مولانا شاہ رفیع الدین صاحب
 سے بھی شرف تلمذ حاصل کیا اول شاہ غلام علی صاحب سے بیعت کی پھر اپنے والد ماجد سے تلمذ مقام

خانقاہ سے گذر کر حویلی مہابت خاں ہے۔ پھر وائیں جانب

بھوجلا پہاڑی

ہے۔ یہ بھگلی بکلی خانہ شاہ ترکان وغیرہ جانتی ہے۔ اس میں متعدد گلیاں واقع ہیں۔
گلی آٹن۔ اس میں مرزا محمد بیگ صاحب نیچر مطیع بھٹائی اور منشی سید محمد ابراہیم صاحب مصور رہتے ہیں۔
گلی شعلیاں۔ آب سائے چوک پڑتا ہے۔ یہیں منشی سید میر حسن صاحب کا مطیع رضوی ہے۔ جس میں سے
خیر خواہ عالم اخبار نکلتا ہے۔ میر حسن صاحب موصوف بہت لائق و نیکساز شرفاء شہر ہیں۔
بھوجلا پہاڑی سے حویلی میر باشم۔ چہتہ موگلان۔ اس میں شرفاء لوگ رہتے ہیں۔ اور یہیں
منشی محمد ابراہیم صاحب کا مطیع افتخار اطاع ہے۔ یہیں ایک بزرگ
مولوی حاجی رحیم الدین صاحب رہتے ہیں۔ متقی۔ پر پرہیزگار۔ متواضع شخص ہیں۔ چہرہ پر نور برستا ہے۔ بائیں جانب

خانقاہ شاہ غلام علی شاہ ضاعلیہ رحمۃ

واقع ہے۔ سبحان اللہ کیسی نور علی نور درگاہ ہے۔ اس میں حضرت مرزا مظہر جان جاناں۔ شاہ غلام علی صاحب شاہ ابو سعید
صاحب۔ جیسے بزرگ سوتے ہیں۔ یہ خانقاہ شاہ غلام علی صاحب کے نام سے مشہور ہے۔ آپ سادات علوی سے
ہیں۔ آپ کا اصلی وطن موضع وٹالہ ہے۔ جو پنجاب میں اتر کے قریب واقع ہے۔ آپ کے والد شاہ عبد اللطیف صاحب
شاہ ناصر الدین صاحب قادری علیہ الرحمۃ سے مرید تھے۔ جن کا درواریہ گاہ محمد شاہی کے پیچھے حبش پورہ میں واقع ہے۔
شاہ صاحب کے پیدا ہونے سے پہلے ان کے والد نے حضرت علی کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ تیرے گھر لڑکا ہوگا
اُس کا نام میرے نام پر رکھنا۔ اور ہر آپ کی والدہ نے ایک بزرگ کو دیکھا کہ انہوں نے آپ کا نام عبد القادر بتایا۔ اور آپ کے عم بزرگوار
نے رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے عبد اللہ نام رکھا۔ اسی لئے آپ کا نام عبد اللہ عرف غلام علی ہوا۔ آپ ۱۵۷۵ ہجری میں پیدا
ہوئے۔ مظہر خود سے تاریخ ولادت نکلتی ہے۔ جب سولہ برس کے ہوئے تو آپ کے والد نے شاہ ناصر الدین صاحب
سے بیعت کرنے کو دلی بلایا۔ مگر جس رات کو آپ لائے۔ شاہ صاحب کا وصال ہو گیا۔ آپ کے والد نے
آپ کو اجازت مطلقہ دیدی۔ کہ اب جس جگہ چاہو۔ مرید ہو جاؤ۔ آپ مرزا صاحب کی خدمت میں لائے۔ اور
مشرق بیعت سے مشرف ہوئے۔ قادر نسبت تو ادا دل ہی سے موجود تھی۔ نقش بند یہ مجددیہ کے طور پر

حفظ کر کے کتب درسیہ معقول و منقول اپنے والد ماجد اور شاہ عبدالغنی صاحب محدث اور مولانا شاہ محمد مظہر صاحب سے پڑھی تحصیل علم کے بعد اپنے جدا جدا سے بیعت ہوئے اور خاندان نقشبندیہ مجزیہ سہروردیہ تمام طریقوں میں مجاز ہوئے ہر بیت اللہ تشریف لیکے میں برحق قریب مینہ منورہ میں ہے اس جگہ ادائیکے بیس برس کے بعد ہندوستان آئے تو نواب کلب علی خاں صاحب بہادر مرحوم والی رام پور کو آپسے عقیدت ہو گئی رام پور میں بلایا اور پھر کہیں نہ جانے دیا اب بھی رام پور ہی میں تشریف کہتے ہیں کبھی کبھی لاہور آئے شہر بھی کہتے ہیں۔ شاہ محمد عمر صاحب مرحوم کے صاحبزادہ

مولانا شاہ ابوالخیر صاحب نقشبندی مجددی

موجود ہیں ایک کا نام ابوالخیر عبداللہ ہے ۸۰۰ھ ہجری بیح الثانی خانقاہ میں پیدا ہوئے چار برس کے ہوئے تو آپ کے والد ماجد نے شاہ ابوسعید صاحب سے عرض کیا کہ پوتے کو بیعت سے شرف فرمائیں آپ نے انکو خانقاہ بیعت پڑھائے جب ہوش سنبھالا تو اول قرآن شریف حفظ کیا خانقاہ میں بیت اللہ شریف تشریف لیکے مولانا رحمۃ اللہ صاحب کراچی مہاجر کی اور مولوی سید حبیب الرحمن صاحب مہاجر اور سید احمد صاحب دہان کی وغیرہ سے علوم مروجہ کی تحصیل کی عمدہ لیاقت حاصل کی اپنے والد ماجد سے سلوک ملے کیا اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے اب خانقاہ میں تشریف کہتے ہیں کبھی کبھی شب کو حدیث شریف کا درس ہی دیتے ہیں اکثر ترجمہ قرآن بیان فرماتے ہیں دور دور سے لوگ آتے ہیں مگر خلوت زیادہ پسند ہے جلوت سے گہرے ہیں چنانچہ خانقاہ کا دروازہ بھی مکشہ بند رکھتے ہیں خانقاہ سے تقریباً ۲۲ قدم کے فاصلہ پر

شاہ کلن کی ڈگڈگی

مشہور ہے ایک زمانہ میں بیان والاں بنا تھا ہمیں ایک چھوٹی ٹیسی دیواریں بہت سے نشانات چراغوں کے بنے تھے شاہ کلن صاحب مدار یہ خاندان کے ایک درویش تھے وہ ہمیں روشنی کیا کرتے تھے۔ دروازہ پر ایک دھونسہ (دھنکڑہ) رکھا تھا تاہاجب کوئی مہمان آتا اگر ایک ہوتا تو ایک چوب اسیر لگاتا اور دو ہوتے تو دو اسی طرح میں تک میں چوبوں کا حکم تھا اور اگر او زیادہ لوگ ہوتے تو گج بجا جاتا اور اسی حساب سے گھوس کمانا تیار ہو جاتا اسی وجہ سے اسکو شاہ کلن کی ڈگڈگی کہتے ہیں اب یہاں مکانات بٹکے ہیں اس سے پچاس قدم آگے بڑھ کر دین

طے کیے اور آخر وفات کے بعد سند ارشاد پر بیٹے لوگوں کو راہ راست بتانی شروع کی ہر مکہ معظمہ تشریف لگے سلاہ ہجری دوسری ربیع الاول شعبہ کے روز ظہر عصر کے درمیان مینہ منور میں وفات پائی اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ کے قریب مدفون ہوئے آپ کے چھوٹے بھائی

مولانا شاہ عبد الغنی صاحب

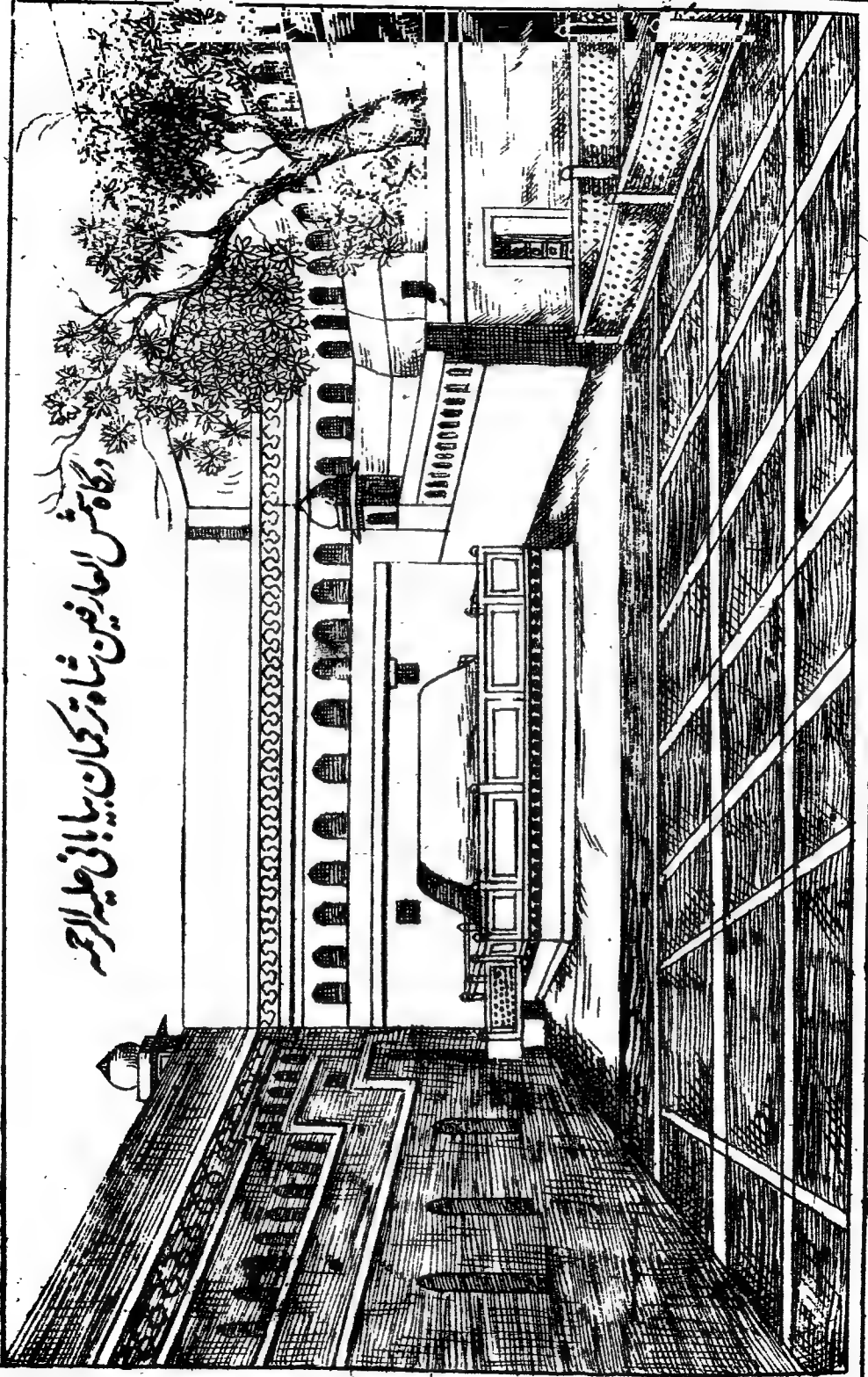
بہی فرخان دان ہوئے پچیسویں شعبان سال ۱۱۳۰ ہجری کو عشا کے وقت پیدا ہوئے خورسائی میں شاہ غلام علی صاحب کے نظر کردہ تھے بڑے ہو کر اپنے والد سے مرید ہوئے اُنکے انتقال کے بعد مرزا شاہ انصوری صاحب علیہ الرحمہ سے جو شاہ غلام علی صاحب کے اعظم خلفائے سے تھے بہت کچھ فیض اُٹھایا تحصیل علوم کا اول ہی سے شوق تھا قرآن شریف حفظ کر کے ابتدائی کتابیں مولانا حبیب اللہ صاحب مرحوم سے پڑھیں وہ اہلسنی کی عمومن اپنے والد کے ساتھ حج کو تشریف لگے شیخ محمد محمود سندی مدنی سے علم حدیث اور حدیث مسلسل بالادیت اور جامع مرویات شیخ کی سند اجازت حاصل کی حج سے واپس کر مولانا شایع الحق صاحب نبیرہ شاہ عبد الغنی صاحب محدث سے حدیث شریف کی تکمیل کی اُنکے بعد دین کی ترویج میں مشغول ہوئے علم حدیث کا درس دینے لگے چنانچہ بہت سے لوگ مستفیض ہوئے اس وقت آپ کے ارشد تلامذہ میں سے جبکہ آپ سے علم حدیث کی سند حاصل ہے مولانا رشید احمد صاحب محدث لنگرہی میں جو علم و فضل تقویٰ طہارت میں اپنے استاد کے قدم بقدم ہیں شاہ صاحب کی تصنیفات میں انجیل الحاجہ ابن ماجہ کا حاشیہ مشہور ہے غدر کے بعد آپ نے ہجرت فرمائی سلاہ ہجری مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا شاہ احمد سعید صاحب کے قریب مدفون ہوئے

شاہ احمد سعید صاحب کے تین صاحبزادہ تھے مولانا شاہ عبدالرشید صاحب اور مولانا شاہ محمد عمر صاحب اور مولانا شاہ محمد منظر صاحب اس وقت شاہ عبدالرشید صاحب کے صاحبزادہ

مولانا شاہ محمد معصوم صاحب قسبندی مجددی

موجود ہیں جو اپنے والد کے خلیفہ اور سجادہ نشین ہیں تقریباً ۵۰ برس کی عمر ہے رات دن کشتعل بن مشغول رہتے ہیں سلاہ ہجری میں شاہ غلام علی صاحب کی خانقاہ میں پیدا ہوئے قرآن شریف

دکاهش امارتین شاهزکمان بیابانی حلیه الرحه



جانب کلان مسجد اور بلی خانہ کو راستہ جاتا ہے یہاں۔

شمس العارفین شاہ ترکان بیابانی علیہ الرحمہ

کی مگاہ ہے شمسہ ہجری میں تعمیر ہوئی ہے نہایت متبرک جگہ ہے آپ بڑے کامل اولیاء اللہ میں سے آپ کے
محامد بیان سے باہر ہیں آپ کا مزار ایک مختصر احاطہ میں ہے قبر کے گرد سنگ مرمر کا کٹھن لگا کر
قبر کے پاس تہوڑی تہوڑی دو تنک سنگ مرمر لگا ہے باقی فرش سنگ سرخ کا ہے اس
درگاہ میں کھرنی کا درخت ہے کہتے ہیں کہ حضرت محمد و جہانیاں جہاں گشت کے ہم
کا لگایا ہوا ہے آپ کے وفات چوبیس رجب شمسہ ہجری کو ہوئی اسی تاریخ ہر برس ایک
عرس ہوتا ہے درگاہ کا نقشہ صفحہ ۹۲ پر ملاحظہ فرمائیے۔ یہاں سے چل کر گلی ڈوواں۔ گلی ماسٹر
شیو پر شاہ۔ گلی ڈکو تال۔ گلی گدھے والاں۔ کلیان پورہ آگے ترکان دروازہ جاتا ہے
ترکان دروازہ سے باہر جا کر تقریباً سو قدم کے فاصلہ پر بچہ سڑک واقع ہے جو دائیں طرف
شاہ جی کے تلاؤ ہوتی ہوئی اجیری دروازہ کی سڑک میں جا ملی ہے۔ اور بائیں طرف دلی دروازہ
کی سڑک سے شاہل ہو گئی ہے ترکان دروازہ سے نکل کر اس سڑک پر سہ راہہ واقع ہے شاہل
سید ہی کی سڑک بوجہ خانہ کو جاتی ہے دائیں بائیں دو قبرستان پڑتے ہیں بائیں طرف چونہ شاہ
اور ایک مسجد پرانی عمارت ہے یہاں شاہ فدا حسین صاحب رسول شاہی علیہ الرحمہ بیٹے تھے
اور اسی خانہ کے لوگ یہاں مدفون ہیں یہاں سے آگے سڑک کے بائیں جانب تقریباً سو قدم فاصلہ

مولانا سید محبوب علی صاحب علیہ الرحمہ

کا قبرستان واقع ہے مولانا مرحوم اپنے زمانہ کے مستند علماء میں سے تھے مولانا شاہ عبد الغفور رضا
علیہ الرحمہ کے ارشد تلامذہ اور احاطہ خلفاء میں سے مانے جاتے تھے آپ سید جعفری نقوی ضوی
ہیں مولانا محبوب علی صاحب علیہ الرحمہ بن میر مصاحب علی بن میر حسن علیخان بن سید روشن علیخان
بن سید رحیم الدین بن سید فہیم الدین حسن جعفری نقوی ضوی یکم محرم شمسہ ہجری میں پیدا ہوئے دہلی
والکچر شمسہ میں رحلت فرمائی سہ راہہ سے دائیں جانب مغرب و جنوبی کے درمیان خواجہ میر علیہ
کے باغچے میں مسجد کی دیوار نظر آتی ہے اس باغچے کے تمام درخت کٹ کٹ گئے صرف قبرستان ہی بستان
یہاں کئی بزرگوں کے مزار ہیں اول مزار

خواجہ ناصر علیہ الرحمہ

ایک طے فرمایا بہت مقامات کا اور اک اور کیفیات کا وجدان کما حقہ حاصل ہوا احاطہ ظلم خلفا
 میں شمار ہوئے ۱۹ لکھ سبھی عالم شباب میں انتقال فرمایا اس کا نقشہ صفحہ ۹۶ پر ملاحظہ فرمائیے
 موت خواجہ ناصر کے حوالہ

خواجہ ناصر سعید صاحب سلمہ

سجادہ نشین بن حرس ہی کرتے ہیں نہایت نیک بخت خوش حلاق با وضع شخص ہیں
 سہ راہ سے بائیں طرف جدید راج بچے کے پاس پاس ہندیوں کو راستہ جاتا ہے تقریباً
 ۶۰۰ قدم کے فاصلہ پر

مہندیاں

واقع ہیں یہ ایک عمارت ہے جو کسی زمانہ میں عجیب و غریب ہوگی نیچے مکانات جیسے درخت
 تھے اور چار کونوں پر چار برجیاں تھیں ایک برجی بیچ میں قائم تھی کہتے ہیں کہ ایک فاضل
 کو حضرت غوث الاعظم کی جناب میں نہایت عقیدت تھی اور ہندوستان میں سم ہے کہ ہر برس
 حضرت غوث الاعظم کی مہندیاں بہا کرتی ہیں یعنی کچھپوں کی ایک برجی اونچی سی بنا کر کاغذ
 سے منڈ بھر اسکو روشن کرتے ہیں ان فاضل صاحب کے بیان ہی ہندی کی روشنی ہوا کرتی
 تھی جب وہ نواب ہوئے تو انھوں نے یہ عمارت ہندی کے صورت کی بنا دی اور ہر برسی میں
 روشنی کرتے تھے اور یہ مقام ہندیاں مشہور ہوا اب بالکل کھنڈ پڑا ہے دیکھنے سے ہرگز نہیں
 معلوم ہو سکتا کہ کیا عمارت تھی اور کس وضع پر بنی تھی
 اس جگہ پر میدان میں دوستانہ نہایت متبرک ہیں ماول

مولانا شیخ عبدالعزیز شکر بار علیہ الرحمہ

کامرانہ ہے جو مسجد کے فرش سے ملا ہوا ہے یہ مسجد بہت پرانی ہے پچھلے دنوں بالکل ہی شدید
 ہونے کو ہو گئی تھی اور تمام انٹی ٹری تھی مگر حق نے خواجہ چند باہت لوگوں کی مدد سے اس کو
 درست کر لیا اور نصف صحن کا فرش ہی بچتہ کر دیا یہ وہ متبرک مسجد ہے جس میں حضرت خواجہ
 باقی باہد صاحب جیسے مقتداؤں کا دروب کشی کیا کرتے تھے اور حضرت شیخ عبدالعزیز صاحب
 شکر بار جیسے پیشوا عبادت کرتے تھے حضرت شیخ کا اصل وطن اچہ لٹان ہے آپ کے والد
 ماجد مولانا شیخ حسن صاحب قدس سرہ جو اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم اور برگزیدہ بزرگ تھے

آپ صبح النوب سید میں شاہ بعد اہم المعروف بہ شاہ گلشن قدس سرہ کے خلیفہ تھے عندیہ
تخلص کرتے تھے نالہ عندیہ آپ کی تصنیف ہے دوسرا مزار آپ کے صاحبزادہ

خواجہ میر درد علیہ الرحمہ

کا آپ ذی قعدہ ۱۰۳۲ ہجری شمسہ کے روز پیدا ہوئے ظاہری باطنی دونوں علوم میں
کمال پیدا کیا نالہ عندیہ کی مبسوط شرح لکھی علم الکتاب نام رکھا نالہ درد آہ سرود در دل
شعاع منحل وغیرہ کتابیں تصنیف کیں ۱۲ صفر ۱۰۳۲ ہجری کو صبح صادق سے پہلے ۶۶ برس کی عمر
میں انتقال فرمایا لوح مزار پر عبارت کندہ ہے

هو الناصر

نور الناصرین اول المجدین خواجہ میر علی محمد المتخلص بہ درد تحیات
اللہ علیہ ولوالدیہ و علی من توسل الیہ

خورشید ضمیر خواجہ میر درد دست ہم میرد فقیر خواجہ میر درد دست
ہم بر زمین خواجہ میر درد دست ہم مرشد و پیر خواجہ میر درد دست
تیسرا مزار

خواجہ محمد میر اثر علیہ الرحمہ

کا ہے آپ خواجہ میر درد علیہ الرحمہ کے چھوٹے بھائی بن لوح مزار پر عبارت کندہ ہے -
ازیکہ غلام خواجہ میریم اثر زیر اقدام خواجہ میریم اثر
از محبت حق زندہ جاوید شویم ہر گاہ بنام خواجہ میریم اثر
انامہ و انالیہ راجون در ضائے راضون و بقاء راجون رضی اللہ عنہ وارضاه چوتھا مزار

خواجہ ناصر وزیر علیہ الرحمہ

کا ہے آپ خواجہ میر درد علیہ الرحمہ کے پوتے ہیں اول حاجی دوست محمد علیہ الرحمۃ سے بیعت
ہوئے پھر حضرت شاہ عبدالرشید صاحب نقشبندی مجددی ابن شاہ احمد سید حساب
سے مرید ہوئے ایک سال کے زیادہ پیر کی خدمت میں حاضر رہے طریقہ مجددیہ کا سلوک ولایت علیا

سلطان سکندر شاہ کی استدعا سے دلی میں تشریف لائے۔ اور بدیع منزل عرف بجے منزل میں
آقا سید کی اور سید بھری میں اسی جگہ انتقال فرمایا چنانچہ وہیں آپکی قبر موجود ہے سلطان اور سکا
بیاض خاں آپ سے محال عقیدت کہتا تھا۔

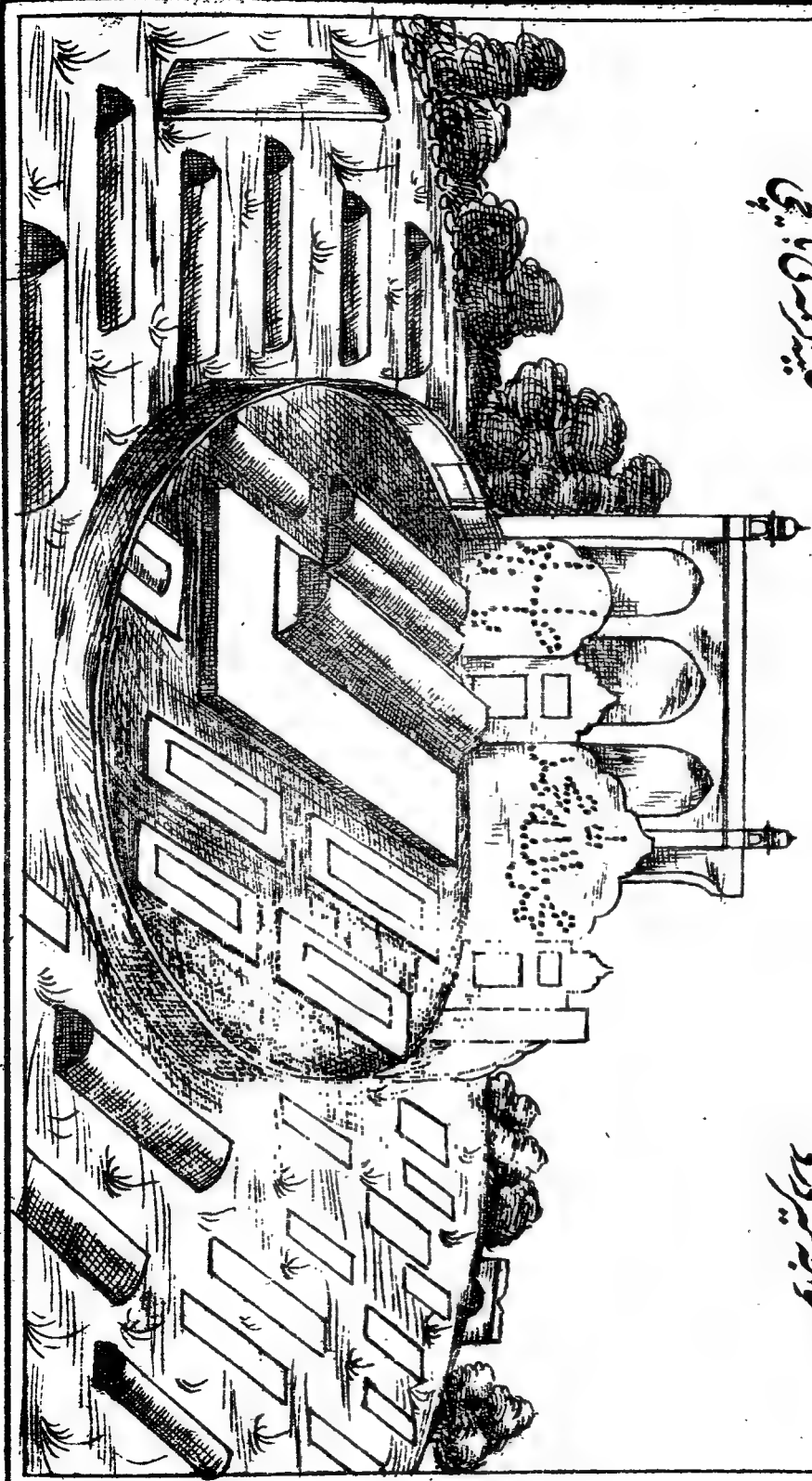
جب تبت مولانا شیخ حسن علیہ الرحمہ نے رحلت فرمائی شیخ عبدالعزیز دہلوی کے تھے لڑکپن سے
بزرگی کے آثار چہرہ پر نمایاں تھے بن تیز کو پہنچے تو علم کا شوق پیدا ہوا مولانا سید محمد بخاری
علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام علوم حاصل کیے اور مولانا کے بیٹے سید حاجی علی
صاحب سہروردی علیہ الرحمہ تصوف کی کتابیں پڑھیں اور انہیں سے صحبت ہوئے چند روز میں
غرقہ سہروردیہ حاصل کیا آپ کا سلسلہ بیعت شیخ رکن ابوالفتح سے تھا شیخ عبدالعزیز نے فرقت
پہنا سید عبدالوہاب سے انھوں نے راجہ قتال سے انہوں نے اپنے بہائی مخدوم جہانپاں
جہاں گشت سے انھوں نے شیخ رکن ابوالفتح علیہ الرحمہ سے (اور انکی سند مشہور ہے) نیز
سید عبدالوہاب کو شیخ عبدالعزیز قرشی سے ہی فیض حاصل تھا۔

شیخ عبدالعزیز دہلوی سید عبدالوہاب سے مجاز تھے اور دوسرے اور مشائخ سے ہی فیض یافتہ
کہا ہے کہ ایک دن شیخ وقت قاضی خضر شاہ علیہ الرحمہ لے اپنے صاحبزادہ شیخ عبدالعزیز کو
آپ کے پاس بھیجا اور کوئی حوالہ یاد دلایا اور فرمایا کہ کہہ دینا کہ کوئی بلا ہے شیخ عبدالعزیز تشریف لے
اور اپنے والد کا پیام پہنچایا حضرت شیخ یہ سنتے ہی غصہ آباد کی طرف روانہ ہوئے اور تمام مل و
اسباب خدا کی راہ میں تحیرات کر دیا اور نہایت تجرد کے ساتھ قاضی صاحب کی خدمت میں رہے
تین سال مجاہدہ کرتے رہے جب پوری تکمیل ہو گئی تو قاضی صاحب کے اشارہ سے پیر دلی میں
تشریف لائے اور کئی وجہ سے احتیاطاً پیر تصوف کی تکمیل کا خیال پیدا ہوا سید ابراہیم انجی
علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے سید ابراہیم تمام فنون میں پوری دستگاہ رکھتے تھے
اور بہت سے خانوادوں کی برکتیں انہیں جمع تھیں مگر قادر یہ نسبت نہایت غالب تھی شیخ و ہاب
الدین قادری سے مجاز تھے شیخ نے سید صاحب سے تصوف کی حساب مراد تکمیل کی اور غرقہ
قادریہ حاصل کیا اسکے بعد سند ارشاد پر قائم ہوئے تمام عمر ذکر شغل رہنمائی ہدایت میں مشغول رہے
رضا تسلیم حلم صبر شکر تواضع شیوہ رہا جمادی الثانی ۱۲۸۷ ہجری میں پیر برہن کی عمر
وفات پائی اس پر خاتمہ ہوا

فَتَحَنَّ الدُّنْيَا بَعْدَهُ وَكَانَتْ كَلْبًا
وَالْيَدُ تَحْتَهُ وَتَحْتَهُ

عابد احمد کی باغیچہ

خواجہ میر درد



ہے پختہ احاطہ بنا ہے احاطہ کے اندر مسجد ہے مسجد کے جنوب میں چوترہ پروجی کٹھ لگا ہے
 کٹھ کے اندر ان حضرات کے مزار ہیں حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب علیہ الرحمۃ
 حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمۃ حضرت مولانا شاہ عبدالغفر صاحب علیہ الرحمۃ
 حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب علیہ الرحمۃ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر علیہ الرحمۃ
 حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب علیہ الرحمۃ والد ماجد حضرت مولانا شاہ اسماعیل صاحب سید
 علیہ الرحمۃ۔ انکے علاوہ دیگر اہل و عیال کی قبریں ہیں صفحہ ۱۰۰ پر نقشہ سے پوری کیفیت معلوم
 ہو گی۔ یہ سب حضرات فاروقی نسب ہیں حضرت امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ
 عنہ کی اولاد ہیں سب سے پہلے حضرت مفتی شمس الدین صاحب فاروقی عرب سے تشریف
 لائے اور شاہک میں مقیم ہوئے سوقت شاہجہاں بادشاہ کا زمانہ ہوا تو مفتی صاحب کی اولاد
 میں سے مولانا شیخ وجیہ الدین علیہ الرحمۃ موجود تھے آپ دلی من تشریف لائے اور سی جگہ
 اقامت کی جس جگہ کہ اب ان حضرات کے مزارات ہیں سوقت یہ مقام چیتہ خوشن سرور
 کے نام سے مشہور تھا اور ایرانی دلی کی آبادی اسی جگہ تھی چنانچہ جا بجا مکانات اور مسجدوں کے
 کہنڈر دکھائی دیتی ہیں مولانا شیخ وجیہ الدین علیہ الرحمۃ کی شہادت کے بعد انکے صاحبزادے

مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب علیہ الرحمۃ

نے درس تدریس کا سلسلہ جاری کیا اور مدرسہ رحیمیہ قائم کیا تمام دن قرآن حدیث کا
 درس دیتے رات کو طالبان خدا کی توجہ دہی اور سلوک طے کرانے میں مشغول رہتے ظاہری
 باطنی دونوں علون کی تعلیم دیتے دور دور کے لوگ حلقہ درس میں آتے عرب عجم کے طلبہ فیض
 اٹھاتے نسبت اس قدر قوی تھی کہ ہزاروں آدمیوں پر کھیاں اثر کرتا۔ خالص اور قرب
 کی یہ کیفیت تھی کہ عمر و کائنات علیہ النجات کی مجلس میں شامل ہوتے جلوت میں خلوت
 رہتی آپ سلسلہ سحری شاہجہاں بادشاہ کے وقت میں پیدا ہوئے شرح عقائد سنفی خیالی
 وغیرہ اپنے بڑے بہائی مولانا شیخ ابلاضاحمد سے شریقی باقی معقول منقول کی تمام کتابیں
 مولانا میر محمد زابد ہرودی بن قاضی اسلم سے بچ میں علم تصوف مولانا خواجہ خور دین حضرت
 خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ حاصل کیا۔ علم سے فارغ ہوئے تو اللہ اللہ کا شوق ہوا بہت سے
 شاخ سے فیض صحبت حاصل کیا تین بزرگوں سے فرقہ خلافت پہنا اول حضرت خواجہ خور علیہ الرحمۃ

آپ کے کئی فرزند تھے سب سے زیادہ متقی پرہیزگار عالم فاضل سخی۔

مولانا قطب عالم علیہ الرحمہ

تھے جبکہ مزار ہی مسجد کے پیچھے واقع ہے مگر کوئی نشان یا کتبہ نہیں ہے اسی لیے معلوم نہیں ہوتا کہ آپ کے قبر کونسی ہے مولانا قطب عالم کے بھی کئی صاحبزادہ تھے انہیں سب سے زیادہ قدر مولانا شیخ رفیع الدین محمد تھے جو ظاہری باطنی دونوں علموں میں کمال رکھتے تھے آپکی صاحبزادی حضرت شیخ وجیہ الدین جد امجد مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث سے منسوب تھیں۔ الکلمہ زار بھی معلوم نہیں کہاں ہیں۔

مگر شیخ عبد العزیز شکر یار کے مزار کے پاس جو دو قبریں ہیں غالباً انہیں صاحبوں میں سے کسی کی ہوں گی حضرت شکر یار کے پائین ذرا الگ کو

مولانا مملوک العلی صاحب نانوتوی علیہ الرحمہ

کا مزار ہے کچھ قبر بنی ہے کوئی کتبہ وغیرہ نہیں ہے اسیلئے جب تک واقف کار آدمی سے نہ پوچھا جائے ہرگز نہیں معلوم ہوتا کہ کسی بزرگ کی خواجگاہ ہی افسوس باوجود ہزاروں شاگردان شاگرد موجود ہونے کے کوئی اتنا ہی نہیں کہ یادگاری کا نشان تو بنادے کہ وادہ صادر فاتحہ ہی پڑ جائے آپ کا اصلی وطن قصبہ نانوتہ ہے جو ضلع سہل پور میں واقع ہے مگر جب سے دہلی میں مدرسہ ہوئے تھے یہیں بود و باش اختیار کی تھی آپ مولانا رشید الدین خان علیہ الرحمہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے تمام ہندوستان آپ کے فیض سے مملو ہے آپ کے صاحبزادہ مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی بھی فخر ہندوستان تھے ایک مدت تک مدرسہ دیوبند کے مدرس اول رہے مولانا محمد یعقوب صاحب کے کئی صاحبزادہ تھے جن میں سے اس وقت مولوی حکیم معین الدین صاحب علیہ السلام موجود ہیں انہیں تشخص امراض میں کمال کہتے ہیں اور نہایت متقی پرہیزگار حکمران متوکل شخص ہیں۔ اپنی اصلی وطن نانوتہ ہی میں قیام رکھتے ہیں۔

دوسرا کرم محترم استاد جسکے انوار تمام ہندوستان کو محیط ہو رہے ہیں۔

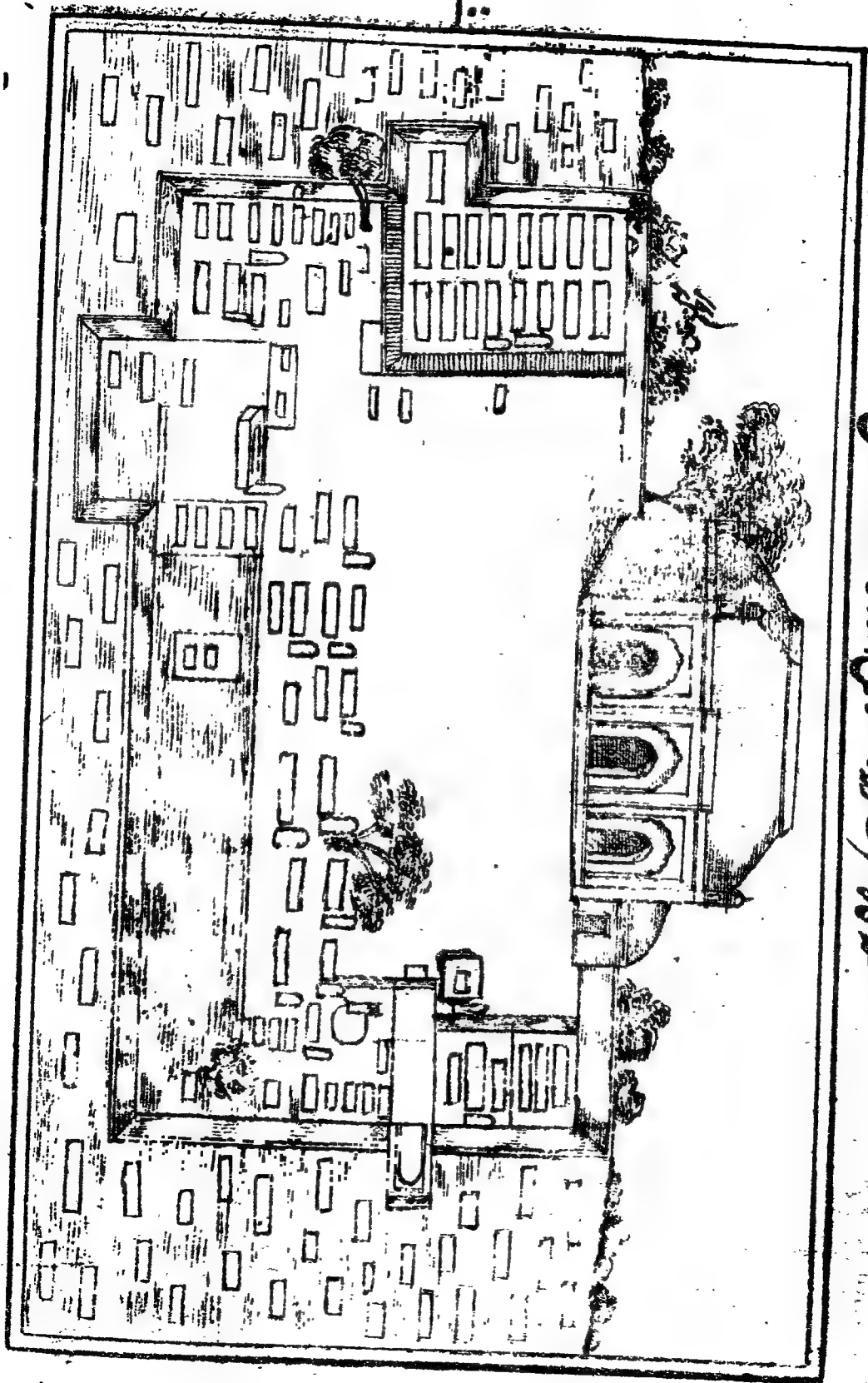
حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمہ کی درگاہ

ہے جو حضرت خواجہ باقی باعد علیہ الرحمۃ کے فرزند اور خلیفہ تھے وہ حضرت حافظ قاری
 سید عبد اللہ صاحب علیہ الرحمۃ سے جو شیخ آدم بالنوری کی صحبت میں ہے تھے تیسرے
 حضرت خلیفہ ابوالقاسم اکبر آبادی علیہ الرحمۃ سے جو ملاولی محمد صاحب خلیفہ حضرت امیر
 ابوالدین صاحب کبر آبادی کی صحبت میں ہے۔ بادشاہ فیضیہ کے عہد میں ۱۱۰۰ھ و ۱۱۰۱ھ و ۱۱۰۲ھ و ۱۱۰۳ھ
 شریف کی عمر میں پکا وصال ہوا اور بی بی گلاب پریؒ کے درمحل کے حجرین مرقوم ہوئے آپ کے بعد آپ کے فرزند ارجمند

مولانا شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمۃ

خلیفہ دارالاشیین ہوئے والد بزرگوار کے قدم بقدم رہے ۱۱۵۰ھ ہجری میں پیدا ہوئے
 درسی کتابیں اپنے والد مرحوم سے سبقاً سبقاً پڑھیں پھر قرآن شریف کا ترجمہ خذ کیا ۱۶ برس کے
 عمر ہی کہ شاہ عبد الرحیم صاحب نے انتقال کیا آپ سجادہ نشین ہوئے اور طالبان بہت
 کو سیدھے مستعد لگانا شروع کیا تدریس کا سلسلہ جاری کیا جو جوق جوق لوگ آنے شروع
 ہوئے سیکڑوں طالب علم متفیض ہوئے لگے عجیب عجیب کتابیں تصنیف کیں طبیعت میں
 اجتہادی قوت ازل سے ودیعت رکھی گئی تھی نئے نئے نکات نکالے زمانہ میں شہرت حاصل
 کی کیا الثبوت استاد مانے گئے مانے ہوئے بزرگ مشہور ہوئے حتیٰ کہ موافق مخالف سب
 آپ کے اقوال سے سند پڑنے لگے ۱۱۷۳ھ ہجری میں خانہ کعبہ کی زیارت کو تشریف لیگے بڑے
 بڑے نامی علماء و مشائخ سے صحبتیں بریں حضرت شیخ ابو طاہر ہمدانی قدس سرہ و ادو دیگر مشہور شیخ
 عرب سے صحیح مستند اور دیگر حدیث کی کتابوں کی سندیں اور روایت کی اجازت حاصل کی
 بہت سے بزرگوں سے خرقہ خلافت پہنا اور ۱۱۸۲ھ جب شمس الدین ولی دہلی تشریف لائے او
 اپنی قدیمی مکان میں اقامت کی مدرسہ رحیمیہ کو رونق دی حدیث تفسیر کا درس دینا شروع
 کیا گو یا شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے بعد اس زمانہ میں آپ نے حدیث شریف
 کو فروغ بخشا اطراف ہندوستان میں آپ کی حدیث و افنی کی شہرت ہوئی طالب علموں کے
 پر یکے پر آئے شروع ہوئے پُرانی دلی دارالحدیث بنگلی روشن اختر محلہ بادشاہ کا زمانہ تھا اس نے
 چاہا کہ مولانا کے دم سے شاہجہان آباد کو عزت ہو تو کیا کرنا ہے لہذا مولانا کو یہاں بلایا او
 ایک عالیشان مکان بننے کے لیے عنایت فرمایا جس کا تفصیلی ذکر درجہ کے متعلق گذر چکا ہے
 آپ مع اہل و عیال شہر میں آئے اور قدیم جگہ غیر آباد پڑے رہے ۱۱۸۵ھ ہجری ۱۱۸۵ھ برس

تقدیر کا حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب تحریک دہلوی



مولانا شاہ رفیع الدین صاحب علیہ الرحمہ

یتیم خانہ تھے ہر علم میں یگانہ تھے حدیث تفسیر کی سند اپنے والد بزرگوار اور اسکے خلیفہ
اعظم شاہ محمد عاشق علیہ الرحمہ سے حاصل کی تھی فنون ادیبہ میں مرجع خلائق تھے علوم عقلیہ
مجتہد الکلیہ تھے کہتے تھے جو وقت مولانا شاہ عبدالغفر صاحب ضعیف ہو گئے تو مدرسین
کا سلسلہ آپ ہی سے قائم رہا رات دن ٹر پاتے بڑے بڑے جید علماء استفادہ کی غرض
سے آتے اور بامراد جاتے اکثر رسائل آپ کی تصنیف سے موجود ہیں کچھ طبع ہو گئی ہیں
کچھ قلمی رکھی ہوئی ہیں ترجمہ اردو قرآن شریف آپ کا یاد گا ہے۔
آخر عمر تک درس تدریس کے شیدائی رہے سنیہ ہجری میں سنہ ۷۷۱ کی عمر میں
وفات پائی۔ اور اپنے والد کی پائنتیوں مدفون ہوئے
تیسرے بیٹے

مولانا شاہ عبدالقادر علیہ الرحمہ

عالم۔ فاضل۔ متوکل۔ مستغنی المزاج تھے دنیا سے نفرت کرتے جماع محافل سے کنارہ
کرتے تحصیل علوم سے فراغت پا کر اکبری مسجد کے ایک حجرہ میں تمام عمر بسر کر دی
رات دن ذکر اللہ میں مشغول رہتے اہل دنیا کی طرف مطلق القات نہ کرتے ایسے
تصنیف و تالیف وغیرہ کی طرف بھی چنداں توجہ نہ ہوئی ترجمہ قرآن شریف اور
موضح القرآن۔ یہ دونایاب حیرتیں آپ کی یادگار ہیں جن پر سے بلا مبالغہ ہزار کتابیں
نشان ہیں۔ ظاہر میں سید ہاسید ہا سخت اللفظ ترجمہ معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں جاہل
کوٹ کوٹ کر برے ہیں بڑی بڑی صنعتیں قائم کیں ہیں اسکا لطیف وہی علما جانتے
ہیں جنکو علم تفسیر اور عربی اردو محاورات میں مہارت ہے عام لوگ کیا سمجھ سکتے ہیں آپ کو
شاہ عبدالحداد صاحب علیہ الرحمہ سے شرف بیعت حاصل تھا اور انکو خواجہ محمد ناصر اور
خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہما سے اور خواجہ ناصر علیہ الرحمہ کو شاہ سعد اللہ صاحب الحرم
یہ شاہ کلن قدر سے نیز شاہ عبدالقادر صاحب کو خواجہ میر درد علیہ الرحمہ سے فیض
حاصل تھا بہت سے لوگ آپ سے مرید تھے متعدد خلیفہ ہوئے

کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی آپسے والد ماجد کے قریب مدفون ہوئے اس مصرع سے
وفات معلوم ہوتا ہے (لوجود امام اعظم دین) آپ کے بعد آپ کے چار فرزند باقی رہے
سب میں بڑے

مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ

تھے علم - عمل - فہم - فراست - حافظہ - تحریر - تقریر - تقویٰ - طہارت - امانت - دیانت
میں یکتا شمار کیے جاتے تھے شہسوار سحری میں پیدا ہوئے تمام کتابیں اپنے والد مولانا
شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمہ اور مولانا شاہ محمد عاشق علیہ الرحمہ اور مولانا خواجہ ابن امیر
صاحب علیہ الرحمہ سے پڑھیں اور حدیث کی سند اور روایت کی اجازت اپنے والد مرحوم کے
حاصل کی بہت سے رسائل تصنیف کیے تفسیر عزیزی کہنی شروع کی مگر افسوس نا تمام رہی
دن کو بڑھاتے رات کو توجہ دہی میں مصروف رہتے ظاہری باطنی دونوں فیض جاری ہے
اور اب بھی برابر وہی بات چلی آتی ہے مولانا سید احمد صاحب دہلوی شہید علیہ الرحمہ مولانا
سلامت اللہ صاحب کا پٹنوری علیہ الرحمہ جیسے مقتدا آپ کے خلیفہ تھے مولانا سید محبوب علی
صاحب دہلوی مولانا رشید الدین خاں صاحب دہلوی مولانا حسن علی صاحب کھنوی
وغیرہ جیسے مستند علما آپ کے شاگرد تھے۔

، شوال روز یکشنبہ ۱۲۹۰ھ سحری میں صبح کے وقت آپ کا وصال ہوا اور اپنے
والد مرحوم کے پاس مدفون ہوئے مومن خان دہلوی نے آپ کی تاریخ لکھی ہے

سعدیل و منیظرو بیتال و بمیل
آگیا تھا کیا کہیں مردوں کے ایام میں خل
کیا کیا یہ ظلم تو نے بچیوں پر اے اجل
لوٹنا تھا خاک پر ہر قدسی گردوں محل
وہاں تھا خاک سر پہ عزیز و مبتذل
جب پڑی تاریخ مومن نے یہ اگر بے بدل
فقروں و فضل و ہنر لطف و کرم علم و عمل

انتخاب شجرہ دین مولوی عبدالغفور
جانب ملک شرف نرما کیوں ہو
ہے شمع ایچرخ تو کس کو یہاں سے لگیا
جب اٹھانی نقش آگ عالم تہ و بالا ہوا
کیا کس و ناکس یہ تھا صد کیا جنت و نر
مجلس و آفرین غریبوں میں ہی تھا
دست بیداد اجل سے بے سرو پا چلے

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمہ کے دوست بڑے شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ چھوٹے۔

پریشان ہوتی تھی۔ مگر یکسی کے ہاتھوں گرفتار تھا۔ کس کہتا اور کون مٹتا۔ مگر خدا کا شکر ہے۔ کہ
تھوڑا سا ٹکڑہ قبرستان کا نزول سے نکل گیا۔ اور اللہ بھری میں اسے قدر کا احقر نے احاطہ بنوا دیا
اور بزرگوں کے مزارات جو غرق میں آگئے تھے۔ ایک چوتھرہ پران کا نشان قائم کیے چوبی کٹھنہ لگا دیا۔ اور
دو آدمی خدمتگار مقرر کرے۔ تاکہ پوری حفاظت ہو جائے۔ اور بول و برازیہ اور دیگر امور جن سے مقابر
کی توہین ہوتی ہو نہ پائیں۔ مگر ابھی تمام قبرستان کی زمین اور قبور نزول میں آئی ہوئی ہیں۔ خدا کرے
بہت جلد کوئی سامان ہو جائے۔ جس سے یہ کرم قبرستان نزول سے نکل جائے۔ اور اہل اسلام کی
برگزیدہ لوگوں کی اور حضرات کے اہل و عیال کی قبریں پیشاب پاخانہ وغیرہ کی نجاست سے محفوظ ہو جائیں۔
مزارات کی حفاظت اور مطہر کے اجرا سے اپنا مطلب صرف یہ ہے کہ بزرگوں کے نشانات
قائم رہیں۔ اور ان حضرات کا فیض جاری و ساری ہے۔

اب تراہ چتلی قبر

سے مکہ بنگش کی طرف چلے۔ ۵۵ قدم کے فاصلہ پر دائیں جانب۔

نواب نصیر الدین احمد خان صاحب فاضل صاحب خلیفہ نواب حمزہ علی خان صاحب

کی حویلی ہے آپ روسا شیخ پورہ بڑا واصلع میٹھ میں سے ہیں۔ آپ کے بزرگ مناسب جلیلیہ پر وکن
میں ممتاز ہے ہیں۔ نواب صاحب موصوف نہایت متقی پرہیزگار و زیندار فقیر دوست روسا و مشرفا
میں سے ہیں۔

بائیں جانب گلی موچیاں۔ گلی کہاں۔ دائیں جانب گلی مری بانس والا۔ بائیں طرف

مدرسہ مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب علیہ رحمۃ

جس وقت عمرہ افسرین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دفتر نیک اختر یعنی حضرت
مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا تو حضرت موصوف کو خیال ہوا
کہ بھتیجوں کے سامنے نواسہ وارث نہ ہونگے۔ اور مولانا محمد اسحاق و محمد یعقوب دونوں بہائی قیدی
مدرسہ کی وراثت سے محروم رہینگے۔ اس لئے مولانا شاہ محمد اسحاق اور مولانا محمد یعقوب صاحب دونوں

آپ ۳۰۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۳۰۰ سال کی عمر میں وفات پائی
اور اپنے جد امجد شاہ عبدالرحیم صاحب علیہ الرحمہ کے پائین مدفون ہوئے
شاہ ولی اللہ صاحب کے چوتھے صاحبزادہ

مولانا شاہ عبدالغنی صاحب علیہ الرحمہ

اتباع شریعت میں بے نظیر تھے باوجود اہل و عیال کے اہل دنیا سے نفرت تھی۔ وضع
لباس۔ خلق تمام باتیں لینے والد بزرگوار سے ملتی جلتی تھیں۔ حدیث تفسیر کی تحصیل
دہلویں پڑھائی مولانا شاہ فیض الدین اور حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ
الرحمۃ حاصل کی ۳۰۰ ہجری، ۵ برس کی عمر میں وفات پائی۔ اور مولانا شاہ عبدالقادر
صاحب علیہ الرحمہ کے متصل مدفون ہوئے۔ اس کثرے کے اندر حسب ذیل بزرگ اور
مدفون ہیں مولانا مخصوص اللہ صاحب۔ مولانا محمد موسیٰ صاحب۔ مولانا محمد عمر صاحب خلف
مولانا اسماعیل صاحب شہید والدہ ماجدہ شاہ عبدالعزیز صاحب۔ والدہ ماجدہ حضرت
شاہ ولی اللہ صاحب۔ مولانا شاہ عبدالقادر مولانا شاہ رفیع الدین مولانا شاہ عبدالغنی صاحب
صاحب کی صاحبزادیاں۔ احقر کی والدہ بیٹے مولوی محمد موسیٰ صاحب کی صاحبزادی
مولوی مخصوص اللہ صاحب کی زوجہ۔ کپڑوں کے باہر احاطہ کے اندر دیگر اہل و عیال حضرت
داغ بند برہان صاحب علیہ الرحمہ شاگرد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب صاحبزادہ
مولانا شیخ محمد صاحب محدث تہانوی علیہ الرحمہ و مولوی عنایت الرحمن خان صاحب
دلی دشمنی اموجان صاحب دیگر معتقدین و متوسلین خاندان وقاضی محمد زبیر صاحب چشتی صاحب
علیہ الرحمہ۔ مولوی حافظ سید محمد صاحب مرحوم امام جامع مسجد اور کثرے کے غزنی صاحب
احاطہ سے باہر مومن خان دہلوی علیہ الرحمہ کی قبر ہے جو دلی کی مشہور زبان دان سخن فہم
قصیح بلغ شاعر گندے ہیں یہ جگہ جہاں ان حضرات کے مزارات ہیں عذر کے بعد سے باطل
خراب ہو گئی تھی احاطہ تک سہارا ہو گیا تمام دن جو وہاں مونی جرات تھے اور جانور قرب
پر بول دہرا کرتے تھے جس سے تمام مسجد کا صحن اور مقابر خراب ہوتے تھے اس کے علاوہ سبیل
نے اس موقع کو نزل میں داخل کر لیا تھا اور یہ زمین ٹیکہ پر دی جاتی تھی اور جاندار ہی
کے حدود میں آجانے سے اس زمانہ میں رستہ تک چلنا محال ہوتا تھا بہر چند طبیعت کو

اسمین شہزادہ امیر الملک مرزا بلاتی صاحب گورگانی کا مکان ہے نہایت خلیق متواضع پاکلیت
 شخص میں ظاہری شہزادگی کے ساتھ باطنی سلطنت سے ہی سرفراز ہیں۔ طریقہ نقشبندیہ میں تبحر
 ہیں آپ کے مکان سے آگے بڑھ کر

چاندنی محل

واقع ہے کسی زمانہ میں عجیب غریب مکان تھا جو حق قوارہ بانچہ سب کچھ موجود تھا گلاب کی حالت
 خراب ہے مگر پھر شاہی عمارت ہے اب بھی جو بات ہے لا جواب ہے اس میں

شہزادہ سکول

قائم ہے۔ انٹرنس تک تعلیم دی جاتی ہے اس نے بانی مساباتی شہزادہ مرزا اثر یا جاہ صاحب بہادر میں
 اور بذات خود اس کے اخراجات کے کفیل ہیں محل میں اپنی قوم کے لیے جاری کیا تھا مگر اب عوام
 پڑھتے ہیں اور قوم کے لوگ اپنے محسن کے جاری کیے ہوئے چشمہ فیض سے محروم ہیں یہی
 راستہ گنج میر خان کو ہوتا ہوا انرکان دروازہ کو جا نکلتا ہے۔

چاندنی محل سے آگے کوچہ روح اللہ خان کوچہ بقار اللہ خان۔ اس سے بڑھ کر

حویلی مرزا خجستہ بھادر

واقع ہے جو اکبر شاہ بادشاہ کے بھائی تھے نہایت عالیشان حویلی ہے دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے
 (مکان خجستہ بنیاد) سے اسکی تاریخ نکلتی ہے۔ اسوقت یہ حویلی بہولانا تھا بشبہ ناٹھ ساکن گلی پہاڑ والی
 کے پاس ہے مقدمہ ہو رہا ہے۔ اس حویلی سے آگے۔

تراہہ بیرم خان

ہے چوٹا سا چوک ہے اس میں ایک کوئی رہتا ہے جسکو ہم چلے آ رہے ہیں۔ دو منزلہ رہتہ
 دتی دروازہ کو جاتا ہے تیسرا بائیں طرف پہول کی منڈی ہوتا ہوا فیض بازار میں جا نکلتا ہے۔

عین تراہہ پر دائیں ہاتھ اول
 محلہ مفتی اکرام الدین خان عوم صدر میں

بھائیوں کے لیے ایک قطعہ زمین علیحدہ خرید کر اس میں عمدہ پختہ مکانات بنا دیے اور انہیں کے نام کر دیے چنانچہ مولانا صاحب چند سال اس میں مقیم رہے اس کے بعد ایک بیک خانہ کعبہ کا شوق پیدا ہوا۔ حج بیت اللہ کا ارادہ ہوا تمام مکان اور اثاثہ بیکر ۵۶ ہجری میں مع قبائل کے ہجرت فرما گئے۔ اب اس مدرسہ میں چھوٹے چھوٹے مکان بن گئے ہیں۔ چوہان۔ کسان وغیرہ عرب لوگ رہتے ہیں۔ یہیں ایک چھوٹی سی مسجد ہے آپ ہی کے نام سے مشہور ہے آپ اس میں نماز پڑھتے تھے۔ یہاں سے ۵۸ قدم پر دائیں جانب

محلہ سوئی والاں

یہ اسین مولانا عبد المجید صاحب مالک مطیع انصاری کا مکان ہے۔ یہاں سے رنگ محل کو رستہ جاتا ہے۔ یہ مکان کسی زمانہ میں نہایت عجیب و غریب ہو گا اب بھی اندر بیچ کا والاں بہت خوبصورت ہے جناب شہانزادہ شریا جاہ مرزا کیوان شاہ بہادر گورگانی اضرعی ٹیٹہ کا نشیمن ہے۔ مرزا صاحب موصوف مرزا الہی بخش صاحب کی ہی حضرت بہادر شاہ بادشاہ دہلی کے صاحبزادہ میں بسہ کار سے ہزار آٹھ سو روپیہ کے قریب وظیفہ پاتے ہیں اسوقت تیموری خاندان چیف مانے جاتے ہیں حکام اہل شہر آپ کا اعزاز کرتے ہیں۔

رنگ محل کے شرقی شمالی گوشہ سے چاندنی محل میں رستہ جاتا ہے۔ سوئی والاں کے سامنے

حکیم صادق علی خان صاحب

کا مکان ہے اس جگہ آپ مطلب کرتے ہیں تشخیص بہت اچھی ہے۔ یہاں سے ۶۸ قدم پر دائیں جانب

کمرہ نگلش

واقع ہے نہایت مینظیر کمرہ ہے رفعت میں آسمان سے باتیں کرتا ہے۔ استواری میں کوہ پر طعنہ اڑاتا ہے۔ ثواب فیض اللہ خان نگلش نے ہزاروں روپیہ کے صرف سے بنایا ہے۔ اسوقت ۱۱۱ بشمبر ہمارے گزشتہ کمسرٹ ساکن جمیری دروازہ کے قبضہ میں ہے۔ اس کے سامنے کوچہ

فولاد خان واقع ہے اسکو چھوڑ کر سیدھے چلو دائیں جانب

محلہ چاندنی محل

اور بید شہر کے رُوسا کا جلسہ کے چندہ لیا۔ اور سکول کھول دیا۔ جو آج محمدن کالج کے نام سے مشہور اور نامور ہے۔
اور سنہ ۱۹۰۶ء میں نیکہ معظلہ اور مدینہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اب دن رات درد و غم میں مصروف
رہتے ہیں۔ کبھی دہلی اور اکثر علیگڑھ میں قیام رہتا ہے۔ یہی راستہ فیض بازار میں جائگتا ہے۔

مکرہ بنگش سے کوچہ فولاد خان

میں چلے۔ ۴۰۰ قدم کے فاصلہ پر دائیں جانب

کوچہ چیلان

واقع ہے۔ محل میں اس کا نام چیل کوچہ تھا۔ عوام میں چیلوں کا کوچہ مشہور ہو گیا۔ اس کوچہ میں چند گلیاں ہیں۔ گلی اولیا گلی آہلیا۔
ایک گلی مولوی ابوالکلیب محبوب احمد صاحب مدرس اول فارسی مدرسہ نورمل سکول دہلی جتے ہیں۔ بٹے دیندار دوستی شخص

ہیں۔ اس کے دائیں طرف۔
خان بہادر شمس العلماء دانش محمد ذکاء اللہ صاحب فیلو الہ آبادیونی ورثی
کا مکان ہے۔ آپ حافظ ثناء اللہ مرحوم کے صاحبزادہ ہیں جو نہایت دیندار اور پابند صوم و صلوة تھے درج ذیل وقتہ نماز مسجد جامع میں
جماوتے اور کتے تھے۔ دانش صاحب صوفی بٹے مشہور اور قابل تھی میں سفن تاریخ اور ریاضی میں کنگاہ کامل رکھتے ہیں۔ ہزار ہا
صفحات کا درجہ اس خوبی کیساتھ کیا ہے کہ تمام ملک میں مقبول ہو گیا۔ بے نقشب نہایت سادہ مزاج بے تکلف اور ترقی وضع و تراش
اور صنعت داری پر قائم ہیں۔ اس کے بائیں طرف کوچہ ناہر خاں اس کے مطبع مرتضوی حافظ خیات الدین صاحب ہے۔ اس کا ذخیرہ
پچاس لکھ دہلی نواب خواجہ قاسم علی خاں عرف نواب شرف الدین خان صاحب حم کا ہے۔ آپ
نہایت لائق با وضع مشہور رُوسا دہلی میں سے تھے۔ آپ کے والد ماجد خواجہ زین العابدین خان صاحب حم ان کے والد خواجہ فرید الدین
مرحوم رحمۃ اللہ علیہ ہجری مطابق ۱۲۷۷ھ کے دہلی میں پیدا ہوئے تھے ان کے والد کا نام خواجہ اشرف تھا۔ ان کے دادا خواجہ عبدالعزیز شہر سے بطریق
تجارت دہلی میں گئے تھے۔ اور شہر یوں کی تجارت کرتے تھے اور شہر کی تجارت کا کارخانہ تھا آخر کو انھوں نے دہلی میں وطن اختیار
کر لیا۔ نواب شرف الدین خان صاحب صوفی نے تاریخ، ایشوال ۱۲۸۷ھ ہجری کو انتقال فرمایا۔ بیرون تکرانہ عوارض متصل بوچر خانہ
چونٹھ کھمبہ میں مدفون ہوئے۔ آپ کے خلف اکبر نواب خواجہ فرید الدین صاحب ایک صوفی صفت اور اپنے والد کے قائم مقام ہیں۔ اس
آگے دائیں طرف پھول کی منڈی میں رہتے جائگتا ہے۔ اور بائیں طرف کالے خاں کی مسجد ہوتا ہوا فیض بازار نکلتا ہے
کوچہ چیلان سے۔

گلی راجان

اس میں خواجہ میر درد علیہ السلام کی بارہوی تھی اب انکی اولاد میں سید ناصر سید صاحب نے اس کا احاطہ کھینچ کر بطور مکان کے بنایا ہوا درختوں پر ہیں

میں تشریف لے چکے۔ اس میں اکثر مفتی صاحب کی اولاد رہتی ہے۔ چنانچہ

جناب خان بہادر مولوی محمد انوار الحق صاحب خلیف مولوی حسان الحق صاحب

نیر مفتی صاحب کا مکان ہے جو حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں تھے۔ مولوی صاحب موصوف نہایت مقدس اور محترم شخصے ذی علم و شکر ازواج۔ فقیر دوست و روستا و شہر میں سے ہیں آپ مدت دراز تک میرٹھی ایجنٹ گورنر صاحب راجپوتانہ کے عہدہ پر ممتاز رہے۔ اس کے بعد حکام نے انہیں قدر وانی و کالت بخت پور کے عہدہ پر مقرر فرمایا تھا۔ لیکن تھوٹے عرصہ کے بعد مولوی صاحب نے خود اس کے کنارہ کشی اختیار کی۔ اب ٹیٹ روڈ کتب بینی و یاد آگاہی میں بس رہتے ہیں۔ ۷۲۔ رجب الاول کو ہر سال تقریب محرم حضرت شیخ عبدالحق صاحب علیہ رحمۃ اللہ مولوی صاحب موصوف مجلس میلاد شریف کمال غلو ص منعقد فرماتے ہیں اس جلسہ سے آگے آپ کے بیٹے صاحبزادہ مولوی اصباح الدین صاحب جو کہ نیک طبیعت فرشتہ صفت لاپرواہ فانی تعلیم یافتہ صالح نوجوان ہیں۔ اس جلسہ سے آگے

والی کی مسجد

ہے۔ ایک برج کی بنی ہوئی ہے۔ اس کی پیشانی پر یہ تاریخ کندہ ہے۔

از شرف مسجد گاہ اہل نظر
گشت آباد کعبہ دیگر

شکر کند کہ گشت این مسجد
سال تاریخ او خبر و گفتا

والی کی مسجد سے کچھ اراچہ۔ چہرہ لال میان۔ کٹرہ بدبان راؤ۔ کوچہ جلال بخاری کٹرہ شہاب رائے۔ گلی مایاں۔ گلی گنا مقرر اور تڑپہ سے پھول کی منڈی جانیو لے راستہ میں۔ فیض بازار تک محلہ سان۔ کوچہ نیل کٹھ۔ سہتہ کوچہ تارا چند۔ اوتیا مسجد پھول کی منڈی کسی زمانہ میں یہاں کلفرو شوں کی دوکانیں تھیں اس لئے پھول کی منڈی مشہور ہو گئی ہے۔ اس میں جناب

مولوی محمد صبیح اللہ خان صاحب بہادر سی۔ ایم۔ جی

کامکان ہے۔ آپ کے والد اجداد کا نام نامی منشی محمد عزیز اللہ خان صاحب تھا۔ برہنیل اختر لونی کے زمانہ میں میرٹھی تھے۔ مولوی صاحب موصوف نے بڑے بڑے علمائے اہل علم و ادب سے استفادہ کیا اور مولانا ملک علی صاحب علیہ الرحمۃ سے علوم و فنون عربی کی تعلیم پائی۔ ۱۳۵۴ھ میں عہدہ مفتی کا امتحان دیا۔ ۱۳۵۵ھ میں منصف مقرر ہوئے۔ اور ۱۳۵۶ھ میں علیگڑھ تبدیل ہوئے۔ اور ۱۳۵۷ھ میں تخفیف میں آئے۔ اور ہائیکورٹ کے وکیل مقرر ہوئے۔ علی ۱۳۵۸ھ تک اول درجہ کی کامیابی حاصل کی۔ اسی سنہ کے اخیر میں سب جج درجہ دوم مقرر ہوئے۔ ۱۳۵۹ھ میں سب جج درجہ اول مقرر ہوئے۔ اور ۱۳۶۰ھ میں اپنے صاحبزادہ منشی محمد زید اللہ خان صاحب کو (جو اب ہائیکورٹ حیدرآباد کے پہلی جج ہیں) ولایت بھیجا۔ جہاں انہوں نے بی۔ اے کی ڈگری کی بیسویں یونیورسٹی کی اور بیسویں کی سند لندن میں حاصل کی۔ ۱۳۶۱ھ لاٹونا ٹھہر کر گورنر جنرل اپنے منشی کے ساتھ مصر لیگئے۔ اور آپ کے صاحبزادہ کو آپ کی مدد کے واسطے بھرا لیا۔ اس خدمت کے صلہ میں سی۔ ایم۔ جی کا خطاب عطا ہوا۔ مصر سے واپسی پر آپ نے بریلی کے ڈسٹرکٹ جج مقرر ہوئے۔ اور پھر شش جج قرار دیئے گئے۔ نومبر ۱۸۹۲ھ میں آپ کی پنشن ہو گئی۔ ۱۳۶۲ھ میں بمقام شملہ ایک کمیشن کے ممبر مقرر ہوئے۔ ۱۳۶۳ھ میں آپ نے دہلی میں ایک بی۔ اے۔ قائم کیا۔ جو کچھ عرصہ جاری رہا اہل ملک کی ناقہروانی کی وجہ سے بند کرنا پڑا۔

علیگڑھ میں تعلیم کا گاہ کا قائم کرنا قرار پایا۔ سید احمد خان صاحب اور آپ میں اختلاف پڑا۔ سید احمد کی یہ رائے تھی کہ بارہ لاکھ روپیہ جمع ہو جائے۔ اس وقت کام شروع کیا جائے۔ مولوی صاحب کی یہ رائے تھی کہ اول کام شروع کر دیا جائے تاکہ اس کی حالت کو دیکھا کہ ملک کی توجہ ہو۔ مولوی صاحب اس وقت علیگڑھ کے سب جج تھے۔ انہوں نے جرأت کے صلے علیگڑھ

ہزار دلیوں کی ایک لیل یہ ہے کہ آج تمام ہندوستان میں انہیں حضرات کا فیضان جاری ہے ان
حضرات کے بعد

مولانا شاہ اسحاق صاحب علیہ الرحمۃ

نے آبائی خدمت کو سنبھالا اور دین کی ترویج میں مشغول ہوئے علم الہی کے سکھانے میں
پوری کوشش کی آپ کے وقت میں بہت سے لوگوں کو فیض ہوا۔ بڑے بڑے لوگ
محدث مفسر ہو کر نکلے۔ جیسے دہلی میں مولانا شاہ عبدالغنی صاحب محدث خالقاہی مجددی۔

نواب قطب الدین خالصا صاحب محدث۔ مولوی سید نذیر حسین صاحب محدث وغیرہ رکن گڑھ آباد

میں مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب محدث۔ تھانہ بہون میں مولانا شیخ محمد صاحب محدث۔

اسی طرح پانی پت میں مولانا قاری عبدالرحمن صاحب محدث۔ مراد آباد میں مولانا عالم صاحب

محدث۔ شہار پور میں مولانا حافظ احمد علی صاحب محدث۔

غرض کہ تمام ہندوستان میں شاہ اسحاق صاحب کا فیض اب تک اُسی طرح قائم ہے بلکہ دن بدن ترقی

ترقی کرتا جا رہا ہے۔ پھر میں آپ نے ہجرت فرمائی تو مولانا مخصوص الدہ صاحب اور مولانا

محمد موسیٰ صاحب خلف حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب علیہ الرحمۃ کو یہ خدمت سپرد ہوئی اور

دونوں صاحب علم دین کی تدریس میں مشغول ہوئے۔ جب ان حضرات نے یہی شہادہ میں

استعمال فرمایا تو صرف مولوی موسیٰ صاحب کے ایک صاحبزادہ میان عبدالسلام خواجہ وقت نہایت

صغیر سن تھے اور ایک صاحبزادی یعنی احقر کی والدہ ماجدہ یہ دو شخص باقی رہے۔

اب کوئی شخص خاندان میں ایسا نہ تھا کہ میان عبدالسلام صاحب سلمہ کی تعلیمی تربیت میں کوشش کرنا محال

یہ کہ انکو آبائی علم سے ورثہ نہ پہنچا اور تدریس کا کام ان کے دم سے جاری نہوا۔

مکان تک دست برد ہونے لگے غدر کے زمانہ میں خاندان کے دشمنوں کی بن پڑی اور بہت سا حصہ

مکان کا خرد ویر و گردیا۔ مکانات منہدم کر دیے گئی تھیں۔ تب بیچڑالا ویران زمین سمجھ کر مختلف لوگوں نے

اپنے مکانات بنائے۔ ادھر قویہ بلانا زل ہوئی اور یہ مصیبت پڑی کہ گواس جگہ خاندان کے

لوگ ہی رہتے تھے شاہ صاحب کے ورثہ موجود تھے مگر تعلیمی سلسلہ کے بند ہو جانے سے کسی کو خیال

بھی نہ تھا کہ کون کہاں رہتا ہے حتیٰ کہ ولی اللہی نسل کو بالکل منقطع سمجھتے تھے شہادہ میں احقر پیدا ہوا

اور کچھ پیش سنبھالا تو دو آفتون میں مبتلا ہوا ادھر بابائی علی وراثت کا خیال اور خرد ویر و گردیا کی فکر کلاوا

میں عرصہ تک اسی خبیث میں بہت سیار با آخر تجارت کاوشنگ نکالا اور خوشحالانہ میں فردی ملک حاصل کر کے

گلیا جان سے چھتہ آغا جان اس سے آگے راستہ

کلاں محل

شاہجہانی عمارت ہے قلعہ محل کے بننے سے پہلے حضور الامین مقیم رہے۔ کسی زمانہ میں بہت بڑا محل تھا موجودہ محل اس کے آٹھویں حصے سے ہی کم ہے۔ صدر کے بعد اللہ چنبال صاحب نے بہت کم قیمت کو خرید اب عرصہ سے نازل سکول ہے۔ اس میں دہلی کشنری کے ڈل پاس طالب علم داخل کیے جاتے ہیں اور مدرسہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ بائیس طالب علموں تک فی طالب علم پانچ روپیہ ماہوار ملتا ہے اس زیادہ کو وظیفہ نہیں دیا جاتا۔ اس میں موڈل سکول بھی ہے جس میں پانچویں جماعت انگریزی تعلیم ہوتی ہے۔ تقریباً ایک ہزار روپیہ ماہوار کا خرچ ہے اشیاء کے سبق کے واسطے نہایت عجیب و غریب چیزیں درس کے وقت بچوں اور مدرسوں کو دکھائی جاتی ہیں۔ عقب کلاں محل سے آگے بائیں طرف

مدرسہ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب علیہ الرحمۃ

واقع ہے یہ مدرسہ کسی زمانہ میں نہایت عالیشان خوبصورت مکان تھا اور بہت بڑا دارالعلوم سمجھا جاتا تھا۔ جو وقت روشن اختر محمد شاہ بادشاہ نے ہمارے مخدوم حضرت مولانا شاہ علی اللہ صاحب محدث علیہ الرحمۃ کو پرانی دلی سے (جہان اب ان حضرات کے مرادات ہیں) شاہجہانی باد یعنی موجودہ دہلی میں قدم رنج فرمانے کی تکلیف دی اور اپنے دلربا شاہ کو علم فضل کے قیمتی زیور سے آراستہ کرنا چاہا تو یہ عالیشان مکان آپ کے لیے تجویز فرمایا اور نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ بلایا شاہ صاحب شاہجہان آباد میں تشریف لائے اور مع قبائل اسی جگہ رہنے لگے درس تدریس کا سلسلہ شروع ہوا اقبال اللہ قال الرسول کا چرچا رہنے لگا۔ تمام ہندوستان میں علم حدیث کی اشاعت شروع ہوئی بڑے بڑے نامی فضلاء آکر سندیں لینے لگے آپ کی وفات کے بعد آپ کے جابر فرزند مولانا سادہ عبد العزیز صاحب علیہ الرحمۃ۔ مولانا شاہ رفیع الدین صاحب علیہ الرحمۃ مولانا شاہ عبد القادر صاحب علیہ الرحمۃ۔ مولانا شاہ عبد الغنی صاحب علیہ الرحمۃ۔ یہ حضرات ہی اپنے وقت کے مستند عالم فاضل عارف کامل محقق محدث مفسر ہوئے۔ رات دن دینی اشاعت میں مصروف رہے حسبہ اللہ حدیث۔ قرآن کا درس دیتے رہے علمی فضائل کے بیان سے زبان قاصر ہے

گئی ہے۔

دھرم پورہ
میں جینی اور بنے لوگ رہتے ہیں اور عموماً متمول اور خوشحال ہیں۔ اپنی وضع کے بڑے بڑے
عدہ عالیشان مکانات بنے ہیں۔ اس محلہ میں۔

جینیون کا بڑا مندر ہے

اسکولالہ ہر سنگ راسے اور لالہ موہن لال صاحب مہاجنوں نے بنایا ہو اگرچہ چونہ اور اینٹ کا بنا ہوا ہو
مگر اسکے بننے میں بہت سارے پیر و پیر مندر ہوا ہوا اند کی عمارت دیکھنے کے قابل ہے دو منزلہ مکانات بنی ہیں۔
پانچ دروازے کا شروع بہت بڑا وسیع دالان سنگ مرمر کا بنا ہوا ستون تک سنگ مرمر کے لگے ہیں تمام دالان میں
سونے کی کلکاری ہوئی ہے دونوں طرف دو منچیاں ہیں جن میں عورتیں ملکی ہیں صدیوں کے کپڑے ہیں
پارسی تھک کی موتی رکھی ہو جو سو لاکھ روپیہ کی تیاری کی بیان کیجاتی ہے یہ مندر مندر بکرمی میں بننا شروع ہوا
اور مندر بکرمی سات برس کی مدت میں بنکر تیار ہوا۔ بیس لاکھ روپیہ کی قیمت میں مراویوں نے اپنی مندر
موافق آئیں پہلی پوجا کی پانچ لاکھ روپے تمام مندر کی تیاری میں صرف ہوئے پڑوہ بدی دوج کو یہاں سے
رہے آشکر ہاڑی دھیرج جاتا ہے۔ تھک میں پارسی تھک کی عورتی رکھی ہوئی ہے ہزاروں سراوگی نرق برقی
کی پوشاک پہنے ہوئے ننگے پاؤں ہمراہ ہوتے ہیں۔ دوسری شاخ رہٹ کے کنوئیں ہوئی ہوئی اس میں
میں جالمتی ہے جو زیر جامع مسجد واقع ہے اور اصل شاخ کا ایک رستہ چھپی دارہ کو چلا جاتا ہو۔

رہٹ کا کنواں

بہت پُرانا اور نامی کنواں ہے۔ شاہجہاں بادشاہ کے وقت میں بہار کاٹ کر بنایا گیا تھا اس میں رہٹ
لگا ہوا ہے اس وجہ سے رہٹ کا کنواں مشہور ہو گیا ہو اس سے جامع مسجد کے حوض میں پانی جاتا ہوا سکے ہوا
پانی کے بڑے بڑے خزانے بنے ہوئے ہیں اہل انیس پانی جمع ہوتا ہے پھر قوار سے جو جامع مسجد حوض میں
لگا ہوا ہے پڑھو جاتا ہے یہ کنواں بہت مشہور ہے اور اتنا اس محلہ کا نام رہٹ کا کنواں ہو گیا ہو۔ اسی محلہ میں
خان بہادر شمس العلماء مولوی شیخ ضیاء الدین صاحب ایل ایل ٹوی
کا مکان ہو آپ داروغہ شیخ محمد بخش جو قوم سے سچ اور موضع بسنی تحصیل دہلی کے قدیم باشندے تھے ان کے
بچے بیٹے ہیں داروغہ صاحب سرکار انگیزی میں تھانہ داری کے عہد پر خدمت کرتے تھے پھر دہلی کے دن جب
سرکاری فوج شہر میں داخل ہوئی تو وہ اپنے مکان ہی میں موجود تھے لاعلمی میں گولی کے زخم سے مارے گئے
مولوی صاحب کے جدا مجید شیخ غلام حسین اور شیخ غلام حسن دونوں بھائیوں کی شکوہ و تبلیغ دہلی میں ہو گیا اور
دہلی میں ہی جس سے وہ اپنا گزارہ کیا کرتے تھے اور دونوں بھائی وہاں بڑے نیرست اور چھپے والے اشخاص قرار ہوتے تھے

اپنے خاندان کے بزرگوں کی تصانیف کے شائع کرنے پر کمر باندھی اور مطبع احمدی قائم کیا جس میں خصوصاً اپنے خاندان کے حضرات کی تصنیفات اور عموماً دیگر کتابیں طبع ہوتی ہیں۔ ان حضرات کی بہت سی مصنفہ کتابیں غدر میں تلف ہو گئیں۔ مگر پھر احقر نے جدوجہد کے بہت سے رسائل کہیں کہیں سے حاصل کئے۔ چنانچہ وقتاً فوقتاً طبع ہوتے رہتے ہیں۔ گرانی اور کم انگلی اور فکر معاش نے مدرسہ اور درس تدریس کے مشغلہ سے قاصر رکھا ہے نہ قاصد سے نہ صیالے نفع مند رہے۔ کے زبیکے ماننے پر ذخیرہ

جامع مسجد کا شمالی دروازہ

پایہ والوں کے بازار کی طرف واقع ہے۔ اس طرف انتالیس سیڑھیوں سے نیچے اتر کر دائیں بائیں چکر کی شرکت ہے۔ سہ راہا ہو گیا ہے۔ جانب شرقی سرد کے مزار کو جاتے ہیں۔ غرب کی جانب چادر ہی میں چلتے آتے ہیں۔ دروازہ کے سامنے

پایہ والوں کا بازار

ہے۔ اس میں آتش باز اور پائے والے بیٹھتے ہیں۔ جو چیز وغیرہ کے لئے چوکیاں اور پلنگ اور دیگر سامان تیار کرتے ہیں۔ اس بازار میں لالہ زارین داس رشتگی کا بیج مندر کوٹھا نہایت عالیشان بنلہ ہے۔ دیواری اور دہرہ کے موقع پر شیشہ والائے سجایا جاتا ہے۔ گیس وغیرہ کی روشنی ہوتی ہے۔ اس کے محاذ میں شرکت سے داہنی طرف

شفا خانہ سرکاری

ہے۔ جامع مسجد سے اتر کر اس لائن میں اول یہی عمارت آتی ہے۔ یہ شفا خانہ ۱۸۹۸ء میں قائم ہوا۔ ۱۸۹۳ء میں شری دو منزلہ عمارتیں بنائی گئیں۔ ۱۹۰۲ء میں اس کے احاطہ میں زنانہ ہسپتال کھولا گیا ہے۔ اس کی دو شاخیں ہیں۔ لال کنواں۔ صدر بازار اور سالانہ خرچ مہر شاخوں کے مریضوں کی دوا۔ خوراک۔ پوشاک وغیرہ سب ملا کر دینا چھبیس ہزار چار سو ستاون روپیہ ہے جو کمیٹی سے

لتا ہے۔ اب یہہ شرکت در یہہ کلاں کو چلی گئی ہے۔ بائیں جانب بیچ منزلہ سے آگے بڑھ کر ایک گلی جاتی ہے اس گلی کی دو شاخیں ہو گئی ہیں۔ ایک شاخ استاماد اور وکیل پورہ ہوتی ہوئی دہرم پورہ پہنچ

اور بازاروں جیسا وسیع نہیں ہے مگر نے انتہا آبادی اور حد سے زیادہ رونق ہے یہیں عموماً زکوٰۃ بجلد ساز بازاران کتب - سادہ کار - صراف - کلاہ فروش - عطر فروش - گلچ فروش - گوشت والے - سبز والے - جلوائی وغیرہ وغیرہ لوگ بیٹھتے ہیں اس بازار میں متعدد چیزیں بیاں کے قابل ہیں جسکو ہم ترتیب کے ساتھ بیان کرتے ہیں آخر سہ ماہیہ کے موڑ پر دو چار قدم بڑھ کر بائیں طرف -

لال مسجد

دوکانوں کے اوپر واقع ہر یہ مسجد پہلے بہت ہی چھوٹی بنی ہوئی تھی پھر نے عذری کی وجہ سے نہایت بوسیدہ ہو گئی تھی دوکانیں بعض آٹھ سو و پندرہ سو پڑی تھیں۔ جناب حاجی محمد احمق صاحب سوداگر صدر بازار نے دوکانیں انہیں سے چھڑائیں اور پھر انہیں سے نو پندرہ لاکھ کا از سر نو عمدہ بچتہ سنگین مسجد تیار کرائی۔ نیچے کی دوکانیں بھی نئی بنوائیں پھر انجمن مؤید اسلام کی نگرانی میں ویدی اب یہ مسجد انجمن کی نگرانی میں ہے یہ نو پندرہ ماہوار تینوں دوکانوں کا گریہ آتا ہے۔ انجمن ہی میں جاتا ہوں جو شخص مسجد میں رہتا ہے اسکی خدمت انجمن کی طرف سے ہوتی ہے۔

وہ پندرہ سو روپیہ جو اسکی تعمیر میں صرف ہوئی ہے ان میں پانسو روپیہ انجمن کی طرف سے بھی جمع ہوئے تھے۔ لال مسجد سے نکل کر دائیں جانب

کوچہ بلاتی بیگم

یہ عذر سے پہلے بہت بڑا کوچہ تھا اب ٹوٹ پھوٹ گیا اسکی اکثر اہل ہندو اور مسلمانوں کے مکانات ہیں اور بدر الدین علیاں صاحب مہر کن کی مسجد ہے۔ نہایت ہوادار جگہ ہے اس میں بدر الدین صاحب مرحوم کے صاحبزادہ سعادت الدخاں صاحب نے ایک مختصر سا عربی مدرسہ جاری کر رکھا ہے۔ ایک مدرسہ پڑھانے کے واسطے مقرر ہیں یہ نو پندرہ ماہوار پاتے ہیں۔ چار پانچ طالب علم ہمیشہ رہتے ہیں جن کو کوئی کس عمارت کے حساب سے وظیفہ ملتا ہے اس مسجد کی پیشانی پر سنگ باسی پر بیچہ عبارت کندہ ہے قطعہ تارخ مسجد بدر الدین مہر کن

شہید مسجد بنا صد شکر و احسان

مہودم وقت آنرا از دل و جاں

وگر بھر مساکین مستحقان

برائے حضرت سبحان و رحاں

تمامی ملک خود زرعی و سکنی

ازاں نصفے برائے دارشان بہت

مولوی صاحب اپنے تین خیر خواہان ہر کام سے ظاہر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ غرضتہ اشاع میں دھیرج کی پہاڑی پر چلا سرکاری فوج پڑی تھی ہم شہر کی خبریں اور اس قسم کی تحریریں بھیجا کرتے تھے۔ چنانچہ اس بنیاد پر مفسدہ دھڑلے کے بعد وہ دہلی سیکرٹری دوسوہ خاں اپنی مولوی صاحب کے نام داگزاشت ہوئی اور اب تک انہیں کے نام ہے گواس میں ان کے بھائی اور بنی اعمام بھی حصہ دار ہیں۔

مولوی صاحب پڑنے دہلی کلج کے تعلیم یافتہ ہیں اور مولانا ملک علی صاحب نانوتوی سے بھی اپنے کچھ تحصیل علم کی ہے اور مولوی حکیم احمد علی صاحب بوریر والہ سے بھی علم ادب حاصل کیا ہے اور خارج از حد مولانا مولوی مفتی محمد صدر الدین صاحب صد الصدور سے فارسی بھی پڑھا کرتے تھے اور مفتی صاحب موصوف آپ پر شفقت بہت فرمایا کرتے تھے۔

ایام غدر سے پہلے ہی کلج میں مدرس ہو گئے تھے بعد ایام غدر کچھ عرصہ نورمل سکول میں درس ہے اور پھر گورنمنٹ کلج دہلی کے عربی پروفیسر ہو گئے۔ ششہ اشاع میں جب کلج ٹوٹ گیا تو بعض حکام سرشتہ تعلیم کی سفارش سے اکسرسٹنٹ کے عہدہ پر ممتاز ہوئے۔ دہلی بارہ برس ہوئے کہ ملازمت سے کناتہ کش ہو کر نیشخوار ہیں۔

گورنمنٹ میں معزز و ممتاز اور چند خطابات سے سرفراز ہیں۔ علم ادب میں حقیقی خداداد رکھتے ہیں اور زبان کے ماہر اور مذاق میں مگر افسوس ہم لوگوں کی قیمتی سے کہ باوجود اتنی قابلیت اور لیاقت کے کمزوریات دنیوی نے حضرت موصوف کو دین تدریس اور تالیف و تصنیف کی مہلت دے دی ہے جس سے کہ سوائے ایک سارے علم طبعی کہ اب وہ بھی منسوخ ہو چکی اور کوئی تالیف و تصنیف نظر نہیں آتی شاید اسکا سبب کینقد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سرشتہ تعلیم کے تفرقات کام بہت کرتے ہیں انہیں میں بائبل کے ترجمہ کی عبارت کی درستی بھی ہو چکی ہے جس کی سیاحتی مشن پنجاب کی فرمائش سے کی تھی۔ نیا اور حریف دلائل و بات یہ ہے کہ حضرت کے چار صاحبزادے ہیں سبھی کسی ایسی کیا حال نہیں کی کہ جس سے امید ہو سکے کہ وہ اپنے والد بزرگوار جیسے اعزاز کو پہنچے یا اسکو قائم رکھ سکے۔ علم و فضل اور جاہ و عزت مولوی صاحب موصوف کی ہوس ہو گا انہیں کے دم کے ساتھ ختم ہوتی معلوم ہوتی ہے۔

اب دریمہ کی سرزمین ہے۔ پنچن لہے آگے بڑھ کر بائیں طرف کو چڑا شاحہ جو جامع مسجد کا شمار تھا اسکے نام سے مشہور ہے اس میں سادہ کاروں کے مکان ہیں اس سے آگے تھ لہذا واقع ہوتا ہے شفا خانہ کا احاطہ ہوتا ہے ہاتھ چلا آ رہے تھ راہ پر چھوڑ کر دے میں ہاتھ شفا خانہ کے قریب قریب اس سڑک میں رہتے جا رہے ہیں جو جامع مسجد سے شمالی جانب آ کر ہادی چوک جانیوالی سڑک میں آتی ہے اور سڑک کے چپے آ کر چلیں یہ میں چلیں ہو اس سڑک کے

دریمہ کلاں

شروع ہو گیا ہے غرض پہلے اس بازار کا نام دریمہ تھا اب اس کو دریمہ کہتے ہیں۔ گوجہ بازار

تردوشی کو سر اوگیوں کے مذہب کے موافق اس مند میں مہالاج براج دان ہوئے ہیں۔ اس مند کو سنہری کلس سے آراستہ کیا ہے۔ اند بہت سے مکانات بنے ہیں مگر سر اوگی غیر مذہب کو مند کے اندر جانے دینے میں ادھرمی کی بات جانتے ہیں لہٰذا اندر کی کیفیت نہیں لکھ سکتے۔
کوچ سبٹھ سے آگے دائیں جانب اشقر کے مطبع کے متعلق

دوکانِ اسلامیہ

ہے جس میں تجارتی کتابیں ہتی ہیں حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب مولانا شاہ عبدالغیر صاحب اور اس خاندان کے دیگر بزرگوں کی تصانیف اور کتبِ نیت و تصوف و غیرہ فروخت ہوتی ہیں
دوکان کی فہرست آدھ آند کا ٹکٹ آنے پر روانہ ہو سکتی ہے
دوکانِ اسلامیہ کے مقابل

حافظ محمد اسحاق صاحب روشتنائی مصطفائی

کی دوکان بہاول درجہ کی سیما ہی جو روانی اور چمک میں بے نظیر ہے اور اعلیٰ قسم کے قلم فروخت ہوتے ہیں۔ آپ کی دینداری اور خوش سالگی قابلِ تعریف ہے اس سے آگے تقریباً پچیس قدم کے فاصلہ پر دائیں جانب

گلاب دھبی کی دوکان

ہے بس کا عطر دُور دُور مشہور ہے۔ بہت پرانی اور نامی دوکان بہو۔ یہاں سے چورانیہ قدم کے فاصلہ پر دائیں جانب

کناری بازار

آتا ہے بازار بہت مشہور معروف ہو اسکی وسعت آند باناروں جیسی نہیں ہو مگر آبادی اور رونق زیادہ ہو۔ ہمیں اکثر گوٹہ والے۔ ٹوٹی والے۔ کانٹا والے وغیرہ بیٹھتے ہیں اسکے اندر حسین پل محلہ آتے ہیں اول بائیں جانب کو جو عالم حید پھر گلی انار (ایس سے دھرم پورہ کو راستہ جاتا ہے) اس سے بائیں جانب چھٹے پر آشاب سنگم ہے ایس باجوہر گویاں سنگم

بریں تقسیم اگر حجت کند کس
زحاکم منہ گردندش مسلمان
ابھی تا بجشہ این را نگہ دار
زیچ و رہن غصب و جہ نقصان
گوسال از سر اللہ نقشی
مساکین جاے بدرالدین علیخان

اس کوچہ میں

خان بہادر محمد اکرام اللہ خان صاحب سب حربہ رار۔ مینو نیل کشنر

فیلو پنجاب یونیورسٹی

کا مکان ہو۔ خان صاحب موصوفہ بخشی محمد انعام اللہ خان صاحب کے صاحبزادہ ہیں جو نانہ سابق
میں ریاست الوریہ بخشی فوج تھے۔ لائق فائق۔ انگریزی خواں۔ مددگارے شہر میں سے ہیں
گوئمنٹ کی جانب سے سب حربہ راری اور آئری اکسپریس سٹی کے عہدہ پر ممتاز ہیں۔ شاہ
ولی البنی صاحب نقشبندی سے ارادت رکھتے ہیں۔ فقیر دوست۔ مخیر آدمی ہیں۔ کچھ عرصہ
بزرگان دین کے فرارات کی مرمت اور زیارت کا بہت شوق ہے۔ فقر کی عزت۔ بزرگان
دین کے آستانوں کی خدمت کو اپنے لئے سعادت کا باعث جانتے ہیں۔
اس کوچہ کے متصل بائیں جانب۔

الف خان صاحب سیاہی فروش

کی دوکان ہو۔ اعلیٰ درجہ کی سیاہی۔ قلم و اظہی۔ پیش قیمت ٹوپیاں فروخت ہوتی ہیں۔
یہاں سے تقریباً گیارہ قدم کے فاصلہ پر بائیں جانب۔

کوچہ سیٹھ

واقعہ حساس میں تمام ہندو ہی ہندو رہتے ہیں۔ اس میں

جینیوں کا چھوٹا مندر

ہے اسکی تیاری پودہ مندی دوج سمت بکرمی میں شروع ہوئی اور سمت میں ہتی سنگسہ بدی

کار مکان پر آب پل کے مشہور ساہوکاروں اور اہل ہنر و پیشہ صاحبان کے معزز رؤساء شہر دہلی میں سے ہیں اعلیٰ درجہ کے رئیسوں میں شمار ہوتے ہیں۔ گڑھ والوں کا خاندان مشہور ہے جس سے شہر کا بچہ بچہ واقف ہو۔ نہایت لیٹنٹ۔ منکسر المزاج متواضع رئیس ہیں اور اپنے خاندان کے گدی نشین میں کناری بازار سے آگے بڑھ کر بائیں جانب۔

مسجد شرف الدولہ

واقع ہو یہ مسجد سرمد قائم ہے اور کئی کرسی دیکھائی گئی ہے اسکے چنے دوکانیں واقع ہیں نہایت خوبصورت خوش منظر مسجد ہے جو اولینٹ سے بنی ہے مگر برج سنگین ہیں سنگ مرمر کے معلوم ہوتے ہیں مگر کچھ ایسی زردی لئے ہوئے ہیں کہ اسکے سنہری کلسوں اور پتھر کے رنگ میں مشابہ پڑتا ہے کناری بازار کی طرف کا برج تقریباً ۴۴ برس کا عرصہ ہوا بارش کے صدر سے ٹوٹ گیا تھا بارہ برس کا عرصہ گزرا کہ پھر بنوایا گیا ہے ایک ردہ اس برج میں کم ہے سیوا سلی جھوٹا ہے غرض سے پہلے اس کے متعلق ایک مدرسہ اسلامیہ بھی تھا مگر اب سکا پتہ تک نہیں ہو سکی پشانی پر سنگ مرمر پر یہ کتبہ کندہ ہے۔

دور زمانہ شہر خورشید سریر

ناصر الدین کہ محمد شاہ است

شرف الدولہ بنا فرمودہ

این دو بیت الشرف علم و عمل

سال تیغ بنا گفت خرد

مسجد سے آگے بڑھ کر دائیں جانب گلی کنجس پھر کمرہ شروع آتا ہے یہیں ایک مسجد اور مسجد متعلق ایک ہے اور اسی محلہ میں لالہ گل مل تاجر کتب کا مکان جو یہیں کتب میں فروخت ہوتی ہیں یہ کمرہ شروع سے آگے بائیں جانب کو چڑھ جمل واقع ہے پھر۔

خونی دروازہ

آجنا ہر یہ دروازہ درجہ شہر واقع ہو کبھی محلوں بنا ہوا تھا اب انوں طرف کے پائے باقی ہیں کہنوں میں نادر شاہ کے حکم سے اس جگہ قتل عام ہوا ہزاروں جانوں کا خون ہوا اس لئے اس دروازہ کو خونی دروازہ کہتے ہیں۔ اسکے سامنے بڑا بازار ہے جس میں چاندنی چوک وغیرہ سب شامل ہیں یہ بازار قلعہ کے لاہوری دروازہ سے فتحپوری تک تقریباً ۱۶۰۰۰ قدم کے طول میں واقع ہے شاہی زمانہ میں کئی بازار الگ الگ ناموں سے مشہور تھے

سپرٹنڈنٹ مینوئیل کیٹی رہتے ہیں اور یہیں

رے صاحب بابو جگل کشن صاحب و مینوئیل کشن

کا مکان ہے۔ رے صاحب قوم کا بیٹے کے اعلیٰ اشخاص ہیں سے ہیں شہر کے مشہور پلیدوں (دو کیلے) میں سے سمجھے جاتے ہیں مینوئیل کشن بھی ہیں۔ اس خدمت کے صلہ میں رے صاحب کا اعزازی خطاب حاصل کیا ہے۔ اسی جگہ

لالہ سلطان سنگھ صاحب مینوئیل کشن

رہتے ہیں۔ لالہ صاحب جینی صاحبان کے اعلیٰ نمبر میں سے ہیں۔ آپ کے بزرگان حکمران کے بڑے مشہور اور عزت دار گماشتہ تھے۔ لالہ صاحب موصوف بہت لائق نوجوان شہر اور مینوئیل کشن میں شمار ہوتے ہیں پختہ تراب سنگھ کے محاذ میں دائیں جانب دھوبی واڑہ ہے۔ اس میں

نواب غلام نبی بخش خاں صاحب مرحوم

کی اولاد ہے۔ نواب ذہن الرحمن خاں صاحب کا مکان ہے جو کہ متولی اور مالک مسجد روشن الدولہ و کا زیر مسجد کے ہیں۔ خوش اخلاق۔ طہار۔ لائق و فائق نوجوان ہیں۔ مسجد کو درمیں الیک مختصر سا درتہ اقرآن بھی جاری کر رکھا ہے۔ طلباء کو وظیفہ بھی دیتے ہیں۔ دھوبی واڑہ سے آگے بائیں جانب چیلوری ہے اس میں

بابو راج نرائن صاحب سیرٹاٹ لالہ

رہتے ہیں شہر کے نامی اشخاص اور سیرٹو نہیں شمار ہوتے ہیں۔ آگے بڑھ کر دائیں جانب کٹرہ روشن الدولہ اور پھر بائیں جانب تائیں کٹرہ اور کٹرہ خوشا لالہ سے اور کٹرہ ہے آگے کا بستہ بنگ واقع ہے۔ پھر یہ بستہ چھوٹے دیہہ۔ بالواڑہ ہوتا ہوا نئی شہر کو قطع کرنا بازار بلباران میں جا نکلتا ہے بالواڑہ

رے بہاؤ لالہ سری کشن اس صاحب ہو گڑوالہ و مینوئیل کشن
و آنریری مجسٹریٹ

سے آتے ہیں قلعہ کے لاہوریدروازہ کے سامنے بتا چکے ہیں۔
دریہ سے آتے ہوئے خونی دروازہ سے بائیں جانب چلتے ذرا آگے چلکر بائیں جانب

سکھوں کا مندر
ہیرو پور میں ۱۶۷۷ء میں بنایا گیا ہے جس کے تیغ بہادر سکھوں کے نوین گرد کی مادہ صحر اور سکھوں
مندر کے کتابین گزرتھ صاحب رکھی ہیں۔ جہاں جہ صاحب پتیل اور جہ صاحب جیند و ناچھ اسکے خج کے مکمل ہیں
کہتے ہیں کہ اورنگ نے یہ عالمگیر کے وقت میں تیغ بہادر کا سر کاٹا گیا اور جہاں جہاں خون کے قطرے گرو
سکھ لوگ اُسکو ادب کا مقام خیال کرتے ہیں انکا سر کوئی انہیں کا چلا اورنگ آباد لیگیا اور دھرم وضع
رکاب گنج بیرون اجمیریدروازہ ضلع دہلی میں مدفون ہوئے ہیں ابھی ایک مندر بنایا جھٹتے ہیں کہ اسی مندر
کے مغربی گوشہ میں ایک مسجد تھی جو عذر کے بعد مہندہ کر دی گئی اور پھر وہ جگہ مندر میں شامل کی گئی۔
کہتے ہیں کہ مقدمہ بھی ہوا مگر راجہ لوگ اپنی کوشش میں کامیاب ہوئے۔
اسکے متصل اسی لین میں۔

کو توالی

یہ یہ موتی ہمیشہ آفت خیر رہا ہر ایک زمانہ میں یہاں دریا چلتا تھا اور بھنور پڑتا تھا سینکڑوں کشتیاں غرق ہوتی
تھیں پھر جنگل ہو گیا اور شیر گھنے لگا پھر ایک عرصہ تک اس میں مدرسہ اسلامیہ رہا اور مولانا نظام الدین عرف
کالے صاحب نیرہ حضرت مولانا فخر الدین صاحب علیہ الرحمۃ اسکے متولی رہے۔ اب کو توالی ہے۔
لوگ پکڑے جاتے ہیں اور عذاب جھگکتے ہیں۔ اکی پانچ شاخیں پانچ موقوفوں پر واقع ہے۔ قاضی کا محل
فیض بانڈار۔ کشمیریدروازہ۔ بھاڑ گنج۔ سپریمینڈی۔ اسکے متعلق حسب ذیل پولس ہے۔ دو انسپکٹر
چار ٹوٹی انسپکٹر۔ پچاس سارجنٹ۔ چار سو مشترک انسٹبل۔ یہیں صاحب سپرٹنڈنٹ کا دفتر ہے۔ تمام
پولیس کا ماہواری خج تقریباً چھ لاکھ ہے۔ اور سالانہ خج لوٹنے سے دوپہ ہے جو کیٹی دیتی ہے
اس کے متصل اسی جانب

سنہری مسجد کو توالی

یہ مسجد نہایت دلچسپ سر بازار واقع ہے اگرچہ صرف چوندہ اور اینٹ کی بنی ہے مگر نہایت خوش وضع تعمیر ہوئی
ہے اسکے بچ سنہری ہیں اسی سبب سے سنہری مسجد کہلاتی ہے۔ اسکو نواب روشن الدوٹا طر خاں مرحوم

قلعہ سے نکل کر اردو بازار شروع ہوتا تھا کوٹوالی کے موقع پر ترپو لہ اور کوٹوالی کا بازار کھلتا تھا۔ گھنٹہ گھر کے موقع پر چاندنی چوک مشہور تھا فچوری کے سامنے فچوری بازار سے نامزد و کھٹا اس وقت تمام بازار چاندنی چوک ہی تمام سے مشہور ہے۔ یہ بازار نہایت وسیع ہے۔ اور حرا دھر سر رکس بیچ میں پڑی ہوئی ہنر جاتی ہے۔ اس بازار میں بڑے بڑے سوداگروں اور جوہریوں کی دوکانیں ہیں۔
 خونی دروازہ سے نکل کر دائیں طرف چلے قلعہ کی طرف جا رہے ہیں دائیں طرف دو چار قدم چل کر سرکاری۔ انگریزی یونیورسٹی وغیرہ کی کتابیں فروخت ہوتی ہیں اور آگے بڑھتے تو اس طرف کو جھٹ سکھانند ہے اس سے آگے ایک بڑی عایشان جوبلی میں ہندو کلج واقع ہے اس میں تے۔ تے ایک تعلیم ہوتی ہے اسکے بانی مانی رہے بہادر لالہ سرکشن داس صاحب گڑوالے ہیں۔ ہر کے اس طرف گرجا گھر۔ اس کے آگے۔

دہلی لندن بنک

واقع ہے۔ یہ اصل میں ہندو کی بیگم جاگیر دار سرحد کی کوٹھی ہے۔ بھول بٹے۔ ہنرکانا سے آہٹ نہایت ادبی کرسی دیکر بنائی گئی ہے ششہ عے ہیں بینک ہو۔ دہلی لندن بینک سے آگے۔

پتھر والا کنواں

مشہور ہے اسکا پانی نہایت لگا اور شیریں ہے اکثر دوساے شہر اسی کا پانی پینے میں۔ صبح سے شام تک خوب جگمگ رہتا ہے اس سے آگے بائیں طرف۔

آیا گنگا دھر کا سوال

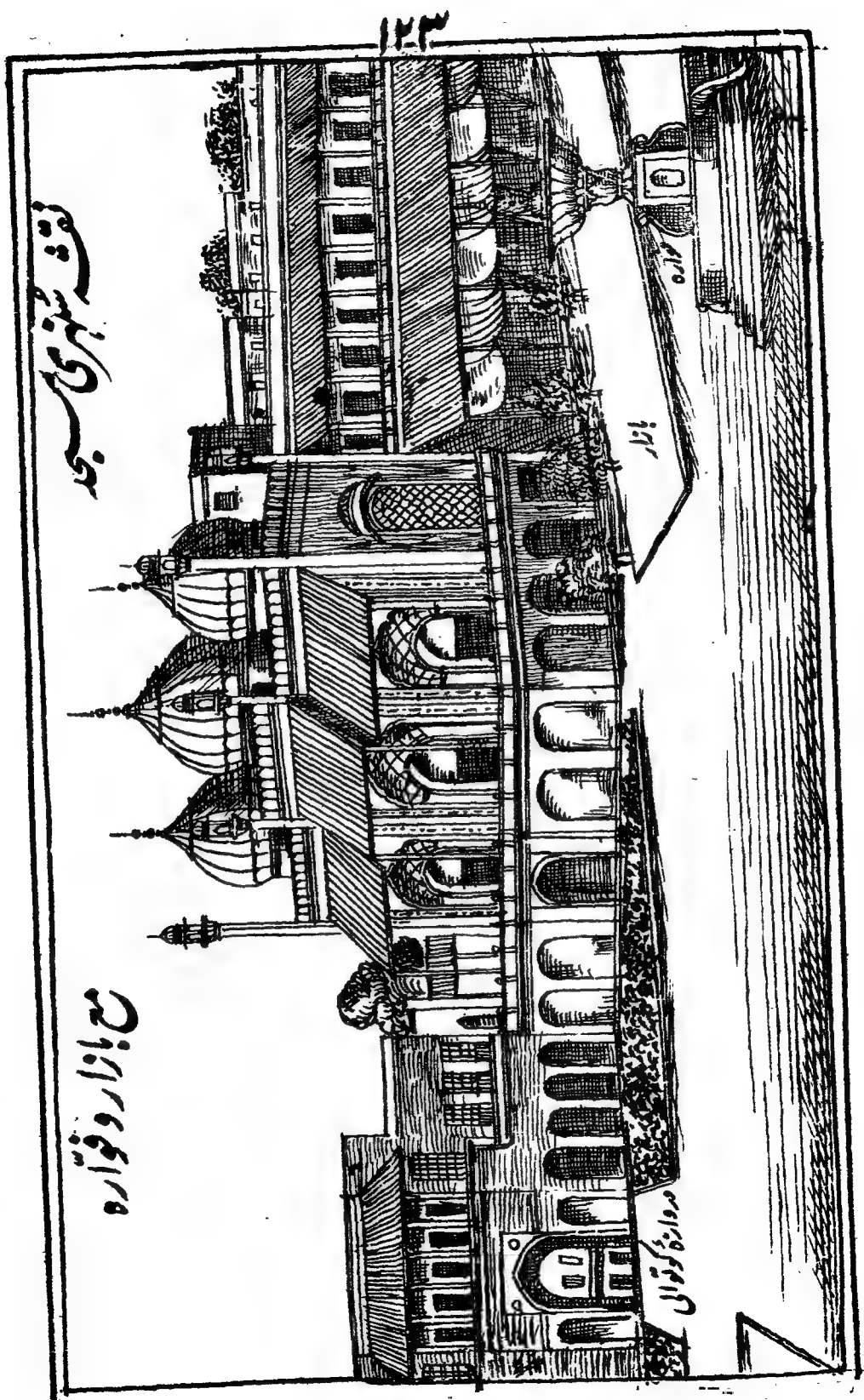
ہے اس کو آجی گنگا دھر ہاراشٹ برہمن ساکن پونانے تقریباً سو سو برس ہوئے جب بنایا ہے۔ ساون کے ہر سو مو اور شور رتری کو اس میں بہت کچھ مدفن ہوتی ہے کناری دی اکاوشی سے ماوس تک سانبجھاں اور جھانجھاں نکلتی ہیں تمام سوالہ شیشہ آلات سے سجایا جاتا ہے ۶ ناہجیم ہوتا ہے کہ کھوے سے کھو اچھلتا ہے۔ اس میں جتنا مندر اور گوبال دی کے مندر بھی شامل ہیں اس سوالہ کا گزارا صرف چڑھا دے پر ہوتا ہے اس کے متصل

سراوگیوں کا مندر

ہر مندر رنگ بھراؤ سنتے ہیں کی ایک سو پچاس برس کی عمر ہو۔ مندر ہی پچھراؤ واقع ہو جو کہ ہم ٹھنڈی شرک

بازار سنه‌ری

بازار و خواره



بازار

مدار و کوچه

نے ۳۴۲ ہجری میں جوایا ہے اسکے پیشانی پر یہ اشعار کندہ ہیں۔

بہد بادشاہ ہفت کشور سیلماں فر محمد شاہ داور

بہ نذر شاہ بیکم آن قطبہ فاق شلایں مسجد زینت دجہاں طاق

خدا بانی است یلک از روی احساں بنام روشن الدولہ ظفر خاں

بتارخیش ز ہجرت تا شمار است ہزار و یکصد و سی و چار است

خدا کی شان ہو یا وہ زمانہ تھا کہ نادر شاہ نے اسیں بیچکر قتل عام کا حکم دیا تھا۔ خدا کے گھر میں سے قماری فرمان جاری ہوتے تھے تمام شہر میں ملک الموت کا پہرا تھا یا اسوقت رحمت نازل ہو رہی ہے دینی علوم پڑھانے جاتے ہیں۔

مدرسہ امینیہ

قائم ہے۔ مدرس عربی فارسی کی جگہ کتابیں پڑھاتے ہیں۔ یہ مدرسہ ۱۳۵۵ ہجری سے قائم ہے مولوی امین الدین صاحب نے اپنی غایت سعی اور نہایت کوشش سے جاری کیا ہے جو غریب سے ہے لیکن خواندگی کے اعتبار سے شہر کے اور متمول مدارس کی نسبت بسا غنیمت ہے۔

ہم شہر کی طرف سے مسجد کا نقشہ دکھاتے ہیں جس میں بازار کی طرف کا رخ خوب واضح طور پر معلوم ہوتا ہے اور شہر کی اور بیچ میں کے درخت برابر دکھائے دیتے ہیں۔

اس مسجد کے سامنے چوک پڑتا ہے بیچ میں

قوارہ نار تھہ بروک

واقع ہے۔ ۲۰ یا ۲۸ برس کا بنا ہوا ہے۔ دس ہزار روپے کی لاگت سے تیار ہوا ہے اسکے اوپر دہات کا نہایت فنی کوڑہ ہے پھول پتے بنے ہیں تمام قوارہ پریمنٹ (انگریزی مٹی) سے استرکاری ہو رہی ہے سنتے ہیں کہ دلی میں یہی اول اسی قوارہ کیلئے آئی تھی اسکے محاذ میں مشرق کی جانب شہر کے گوشہ پر

راما تھیٹر

واقع ہے عجیب غریب خوش منظر نہایت بلند عمارت ہے ۱۸۹۰ء میں رائے بہادر

کبھی نے اسکو ایسٹ انڈیا ریلوے کے ماتھ ایک لاکھ پینسٹھ ہزار روپے کو فروخت کر دی۔ اس کے متصل تراسہ واقع ہو چکی جنگلی واقع ہے ایک راستہ دریا کی طرف جاتا ہے اور ڈاکخانہ کے قریب بدیل کے پاس جو باہر سے ملتا ہے چوکی جنگلی کے محاذ میں شمالی جانب کاٹ کا پل ہے۔ نیچے کو ریل جاتے ہی بہت بڑا لمبا پل بنایا ہے اس پر سے اتر کر کچھری ضلع اور کشمیر بدروازہ۔ گندہ وغیرہ جاتے ہیں۔ چوکی کے متصل ملکہ کے باغ کا دروازہ ہے۔ اب باغ کے قریب قریب شیش چلتے تھوڑی دور چلکر

ریلوے اسٹیشن

آج اتنا ہے یہ اسٹیشن بہت بڑا اور خوبصورت بنا ہوا ہے۔ اسٹیشن اور دریا سے جمن کا پل (جو ۱۹۶۰ء میں بنایا گیا ہے اور ۳۵ روپے کی لاگت سے) سڑک میں بنکر تیار ہوا اور یکم جنوری ۱۹۶۱ء کو یہ پل جاری ہوا غرض دور دور تک اتنا بڑا اور ایسا خوشنما دوسرا اسٹیشن نظر نہیں آتا اور روز بروز وسعت ہوتی جاتی ہے۔ آج کل تو کیا کہنا ہے بہت بڑا وسیع جلیکشن ہو گیا ہے نیز اور بھی بڑھاتے جاتے کی خبریں ہیں۔ سڑک سے تمام اسٹیشن پر بجلی کی روشنی قائم کی گئی ہے تقریباً ۱۵ ہند روشنی کے ہیں اس وقت علاوہ مال گاڑیوں کے ۳۴ سواری گاڑیوں کی آمد برآمد ہے۔ یہ اسٹیشن پانچ شاخوں کا جلیکشن ہے۔ ایسٹ انڈیا ریلوے۔ نور تھ ایسٹرن ریلوے۔ راجپوتانہ مالوہ ریلوے۔ دہلی مراد آباد ریلوے۔ سڈن پنجاب ریلوے۔

ایک تفصیل یہ ہے کہ پورب لین کی ۵ گاڑیاں آتی ہیں پانچ جانی ہے۔ اسپرچ پنجاب لائن کی۔ پانچ آتی ہیں۔ پانچ جانی ہیں۔ علی ہزار راجپوتانہ کی تین۔ دہلی مراد آباد کی دو۔ ریتک کی دو۔ کل ۳۴ گاڑیاں ہوں اسٹیشن کے متعلق بہت بڑا مسافر خانہ ہے۔ درجہ سوم کا ٹکٹ مسافر خانہ سے ملتا ہے۔ درجہ اول و درجہ دوم کا ٹکٹ اور ہیٹ فام کا ٹکٹ اسٹیشن پر ملتے ہیں۔ گو

اسٹیشن کے قواعد

کا کھنا ہماری تاریخ سے چند ان مناسبت نہیں رکھتا مگر عام فائدہ کی غرض سے مختصر طور پر تحریر ہو رہی ہیں۔ تمام اسٹیشنوں پر مدراس کا وقت ہو جو کلکتہ سے تین منٹ پیچ ہو اور الہ آباد سے سات منٹ پیچ اور دہلی تیرہ منٹ آگے ساگرہ سے دس منٹ آگے۔ بمبئی سے تین منٹ آگے ہو۔

لالہ رام کشن داس صاحب نے زندگی صرف کر کے بنائی ہو اس کے اندر عمدہ عمدہ رنگ آئی ہیں
کی تصویریں بنی ہیں۔ تماشاؤں کے موقع پر مجلس کی روشنی کیجاتی ہے۔ کل کے ذریعہ سے پنکھے چلا
جلاتے ہیں۔ اس میں کمپیناں تماشا کرتی ہیں اسکا دوسرا دروازہ برابر کی گلی میں واقع ہو
اسی گلی میں

اندر پرست بنگالی سکول

ہے۔ ۱۹۹۶ء میں قائم ہوا۔ اس میں صرف بنگالی طلباء تعلیم پاتے ہیں جو تعداد میں تقریباً ۱۵
پانچ مدرس تعلیم دیتے ہیں وہ بھی بنگالی ہیں۔ اسکا تعلق کلکتہ یونیورسٹی سے ہو۔ مالو
ہر پچند گھنٹوں میں کلکتہ ڈسٹرکٹ ایجوکیشنل آفیسر کے اسکے سکریٹری ہیں ممبروں کی تعداد
بچپن ہے۔ جس میں بابو ڈاکٹر ہیم چندر سین اور ہیم چندر سانیال صاحبان وغیرہ شامل ہیں۔
اس کے متصل گاڑیوں کا ڈاکٹر ہے۔ اس میں امپریل میڈیکل ہال پریس ہے جسکو ڈاکٹر
ہیم چندر سین صاحب نے جاری کر رکھا ہے اس کے برابر ڈاکٹر صاحب موصوف کا شفا خانہ
ہے اس کے پاس شمال کی جانب

بازار کوڑیا پٹل

واقع ہو اور ڈسٹرکٹ کے دوسری طرف ملکہ کا باغ ہے اور بھی ایک دروازہ ہو کوڑیا پٹل کے بازار میں عموماً
بوٹ (الگریزی جوتا) بنانے والے لوگ بیٹھتے ہیں۔ اب دائیں جانب آبادی ہو اور بائیں جانب
ملکہ کے باغ کی چار دیواری۔ اسٹیشن کو جا رہے ہیں۔ دائیں جانب کٹرہ شائستہ خاں
برف خانہ۔ کٹرہ چاہ اند آرا۔ کلن کی چھوٹی سرائے۔ توپخانہ کی سرائے
برف خانہ کی سرائے۔ آتے ہیں اس سے آگے۔

مورسرا

ہے غدر سے پہلے اس جگہ کاغذی محلہ تھا۔ غدر کے بعد لایہ ۱۲۷۷ء میں مہلٹن صاحب اکثر نے تقریباً
ایک لاکھ پانسو ترہ روپے کی لاگت سے سرائے بنائی اور اسکا نام مہلٹن سرائے مشہور ہوا اسکے بعد مور
صاحب ایجنیر نے اسکے اوپر بیتل کی تصویر لگا دی اس وجہ سے مور سرائے کہنے لگے۔ سن ۱۹۷۷ء میں

کی ہر ہے اسکے دوسرے کنارہ پر

نکیمبرج مشن دہلی

واقعہ یہ پیش شدہ امین قائم ہوا۔ غرض یہ عریضت پورہ سا ہو گیا تھا اسکے پیشہ شاع میں بہر قائم ہوا اسکے احاطہ میں کسی چیز میں ایک چٹوری کو بھی جو بارہ ہزار کو نیلام میں خریدی گئی ہو یہ کو بھی اصل میں نواب بہادر جنگ خان کی محنت جو ضبط ہو گئی تھی۔

ایک گرجا بنا دیا پھر ششہاء میں کلکتہ کے شہر صاحب نے اپنے ہاتھ سے رکھا تقریباً ۱۵۰۰ روپیہ صرف ہوا اور اسی سال میں تیار ہو گیا اس میں ایک اونچا چوبلو منار ہے اور میں گھنٹہ لگا ہوا ہے وقت عبادت کے وہ گھنٹہ بجاتا ہے اس کی آواز ساری لوگ عبادت کی واسطے جمع ہو جاتے ہیں۔

ایک سینٹ سیٹھن کیتھڈرل - اس میں عیسائی مذہب کی کتابیں رہتی ہیں۔

اس مشن کے متعلق شماع میں اسکلن صاحب نے کلان مسجد کی طرف ہندو مسلمان کی لڑائی کی
کسی نے مشن کھولا۔ اور یو ایچ سی۔ کرنا۔ شکر وغیرہ مختلف مقاموں میں اسکی شاخیں جاری ہیں

اسی کے متعلق شہداء میں زنانہ شفاخانہ کھولا گیا اور ایک ڈاکٹر میم صاحبہ علاج کے لیے مقرر ہوئی۔

۱۹۳۳ء میں راجہ نے عساکر کے رکن بن کر ریٹائر ہو کر اپنے گھر میں مقیم ہو گئے۔

سے فام کا جان طاس مٹوئی گی۔

نہیں۔ اول جی پادری لیفرے صاحب دیا لُج میں تعمیر کرائی۔ دوسری سستی مح کر جا اور مکان

پبلکسٹ پادری میلیٹنڈ صاحب نے اجیرید وازہ تیار کرائی۔ - فیسری سٹی سبھری منڈی میں بی

سمن میں حسب ذیل باوری رہتے ہیں۔

۱۔ رپورٹنگ ایس ایس آئنٹ صاحب۔ ۲۔ ڈبلو ایس کیلی صاحب۔

جی اے۔ ڈیرن صاحب۔ عکس این۔ اے مارش صاحب۔ اے سی بریڈر

عسکرہ میں اس مشن میں سے صلیب نکلی۔ عیسائی لوگوں نے اس کے لگنے کی نہایت خوش منائی

اے اپنے تمام متعلقین کو جمع کیا۔

من سے آگے کھڑا کر دے۔ مولوی حفیظ اللہ خان صاحب، ممبئی۔ - اتر مسٹر

نہ کے اے سخی کا سرہ۔ مولوی عیسیٰ اللہ خان صاحب کی سجدہ۔ اس خدیو

۲- تین برس تک کا بچہ مفت جاسکتا ہے۔ اس سے زیادہ بارہ برس تک کے بچے کا نصف کرایہ لگتا ہو۔
۳- اول درجہ کے مسافر ڈیڑھ من۔ اور دوم درجہ کے مسافر تیس سیر اور درمیانی درجہ والا تیس سیر اور تیسرے درجہ والا پندرہ سیر بوجھ مفت لیجا سکتا ہے۔ آدھے ٹکٹ والے بچوں کے لئے نصف بوجھ مفت ہو سکتا ہے۔

۴- جو لوگ لمبا سفر کرتے ہیں وہ سٹومیل چکر جو میں گھٹے ٹھیر سکتے ہیں لیکن ٹھیرتے وقت اس ریل کا نام اور وقت اور تاریخ روانگی اسٹیشن ماسٹر سے ٹکٹ پر درج کرائیں۔

۵- اگر کبکو درجہ یا گاڑی (رزرو) یعنی خاص کرانی ہو تو انکو موٹا اسٹیشن صاحب گنج دینا پڑے گا۔ آدہ آباد ٹونڈلہ۔ دہلی۔ انبالہ۔ کالکا کے اسٹیشنوں پر کم از کم اڑتالیس گھنٹے پہلے اطلاع دینی ہوگی

ہدایت

کوئی شخص دوپیسے کا پلیٹ فارم لئے بغیر اندر نہ جائے۔ ٹکٹ لینے کے بعد ٹکٹ کو دیکھ لے اور اسکا نمبر علیحدہ پاکٹ تک میں رکھ لے۔

اسٹیشن سے آگے باغ کے ختم پر تڑا ہوا قلعہ ہو۔ یہی مغربی سڑک کا بلی دروازہ جاتے ہی چوٹی سڑک فتح پوری جاتی ہے اس کے شرقی گوشہ پر ملک کے باغ کا دروازہ اور غربی گوشہ پر احمد پائی کی سڑک واقع ہے۔ یہ سڑک دو دو مشہور ہے۔ آگے احمد پائی کی مسجد بھرا کے متصل شب سہاے کی سڑک ہے آگے ایک گرجا اور سینٹ شیغز کتب خانہ کا دروازہ ہے اور بائیں طرف

گلی باغ دیوار

واقع ہے اس کے گوشہ پر سڑک دیوار کا واس ہو۔ یہ گلی نیل کے کٹرہ کو جاتی ہے اس کے اندر نہایت عالیشان و صحرانہ سالہ ہے۔ چھناٹ والوں میں سے لالہ امر او سنگھ صاحب نے بنوایا ہے نہایت خوبصورت استحکام عمارت ہو۔ اکثر اہل ہندو دیر و نجات سے آگے یہاں ٹھہرتے ہیں اور آرام پاتے ہیں۔ غرابا کے لئے سادہ بارت جاری ہے۔

گلی باغ دیوار اور سڑک دیوار کا واس سے آگے چکر دائیں طرف گندھی گلی آتی ہے اس میں لالہ سالک رام صاحب کیل اور اسے چھپن داس صاحب سڑک جج کا مکان ہو۔ آگے چکر سڑک فتح پوری سے ملتی ہے۔

اب احمد پائی کی سڑک کے پاس تڑا ہوا قلعہ ہے مغربی سڑک پر کا بلی دروازہ کی طرف چلیے۔ بائیں ہاتھ سادہ تھان

گوینے کا فرار اورنگ آباد میں ہے اور شاہ دوست محمد صاحب خلیفہ ابو العلی صاحب کے تھے۔ تقریباً دو سو برس سے آپ کا یہاں نزار ہے۔ آپ کا ۲۵-۲۶ جمادی الثانی کو عرس ہوتا ہے شاہ فرہاد صاحب کے ایک خلیفہ مولانا برہان الدین صاحب تھے جن کا فرار مقدس موضع بختیار پور ضلع مکھنوں میں ہے اور مولانا برہان الدین صاحب کے دو خلیفہ تھے شاہ عزت اللہ صاحب دوسرے خلیفہ رکن الدین عرف گھسیٹا صاحب خلیفہ آبادی۔ شاہ عزت اللہ صاحب کا فرار قصبہ بگڑ ضلع شیخاوالی ریاست جیپور میں واقع ہے ان کے دو خلیفہ ایک ارادت اللہ شاہ صاحب ان کے خلیفہ قمر الدین صاحب ان کے خلیفہ شاہ سلطان صاحب اور ان کے خلیفہ شاہ حاجی صاحب ان کے خلیفہ شاہ الہی بخش صاحب ان کے خلیفہ شاہ عبداللہ صاحب سلمہ الدین متالی ہیں جن سے سلسلہ اور فیض اب تک موضع جھنجھن ضلع شیخاوالی ریاست جیپور میں باقی ہے۔ اور شاہ ارادت اللہ صاحب کے دوسرے خلیفہ محمد قاسم شیخ حالی ان کے خلیفہ مجدد محمد شفیع خاں صاحب ان کے خلیفہ محمد حسن صاحب ان کے خلیفہ آغا محمد داؤد صاحب چدر آبادی۔ آغا محمد داؤد صاحب کی ذات یار کرشمے فیض اور سلسلہ شاہ فرہاد صاحب کا بڑے نور شہر سے چدر آباد میں قائم ہے آپ بہت بڑے مختیر نیکبخت۔ صالح صاحب فیض ہیں آپ ہی نے اپنی ذات خاص ہے اس بارغ کو جس میں شاہ فرہاد صاحب علیہ الرحمۃ کا فرار ہو چکا ہے روپیہ کو خرید کر کچھ بیرونی فیض محمد ابن میان حسام الدین صاحب رحمہم جانشین شاہ عزت اللہ صاحب علیہ الرحمۃ کی تفویض میں دیدیا ہو بیرونی صاحب موصوف ضلع شیخاوالی علاقہ ریاست جیپور کے رہنے والے ہیں حضرت شاہ فرہاد صاحب کی نزار کی خدمت کرنا اپنی سعادت سمجھتے ہیں اور جو کہ باغ ٹھوڑا سا لائے وصال ہوتا ہے کام میں لائے میں منڈی کے قریب بھلپورہ میں آٹے کی میل کے متصل چھوٹی سی مسجد کی پشت پر احاطہ کے اندر

حضرت شاہ آفاق رضی اللہ عنہ

کا فرار ہے۔ آپ مجددی نقشبندی تھے آپ کا سلسلہ نسب حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی شہید رحمہ اللہ علیہ تک چہ و سطوں میں پھونچتا ہے۔ آپ کی والد ماجد کا نام احسان اللہ محمد والد کا نام شیخ محمد ظہیر بہ نواب الہر الدین خاں کے والد کا نام شیخ محمد نفی۔ ان کے والد کا نام حضرت دلیل اللہ الصمد شیخ عبداللہ المعروف بشاہ گل و المخلص بوحدت۔ ان کے والد کا نام حضرت خازن الرحمۃ خواجہ محمد سیّد۔ ان کے والد ماجد کا نام نامی حضرت مجدد الف ثانی خواجہ شیخ احمد مرہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ اور آپ کا سلسلہ باطنی باتح و سطوں سے حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تک اس طرح پوچھتا ہے

کے سلسلہ کا
کے سلسلہ کا
کے سلسلہ کا
کے سلسلہ کا

بارہ درمی - اس میں ہندو مسلمان امیر غریب سب طرح کے لوگ رہتے ہیں نیز یہ گلی جشن خان کے ٹکڑے میں جاتھلتی ہے۔ آگے چلکر دائیں طرف ریل کا پل ہے اور یہ سیدھی سڑک کا بلی کا دروازہ چلی گئی ہے۔ کابلی دروازہ کے متصل۔

بھولو شاہ کا مزار

ہے آپ قادیسیہ سلسلہ کے بزرگ ہیں ۱۲۱۱ھ میں انتقال ہوا مسنت روز الست سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔ آپ کے مزار کے برابر آپ کے خاص مرید شاہ محمد حفیظ صاحب کا مزار ہے ان کے برابر کچھ صاحبزادہ شاہ غلام محمد صاحب مدفون ہیں۔ ۱۹ مرحوم کو بھولو شاہ صاحب کا عرس ہوتا ہے اب پھر راستہ دونوں طرف پھٹ گیا ہے۔ سیدھا راستہ

سبزیمینڈی

کو جاتا ہے۔ پچ بہت بڑی منڈی ہے۔ چونکہ اس طرف باغات وغیرہ زیادہ ہیں۔ ہر قسم کا میوہ اور ہر طرح کی ترکاری افراط کے ساتھ موجود رہتی ہے آبنوں کے موسم میں دور دور سے آئند آتے ہیں اور سی جگہ فروخت ہوتے ہیں اور پینٹ اور جگھوں کے ارزانی کے ساتھ ملتے ہیں۔ اس جگہ خاصی آبادی مستقل قصبہ معلوم ہوتا ہے ہر قسم کے لوگ رہتے ہیں۔ اگرچہ اصل شہر سے فاصلہ ہے مگر آبادی بڑھ رہے اس وقت یہ قصبہ اور شہر دونوں ایک ہی سمجھے جاتے ہیں۔ اس طرف کئی باغ مشہور اور شہر کے قابل اور کئی بزرگوں کے مزار زیارت کے لائق ہیں۔

جیسے محلدار خاں اس میں بہت بڑا اور خوبصورت حوض بنا ہوا ہے روشن آراغ و ش کا باغ ہے اس باغ کے متصل حضرت بازید اللہ ہو کا مزار ہے۔ آپ چشتیہ خاندان کے بہت بڑے بزرگ ہیں۔ آپ کا عرس بھی ۹ رجادی الاول کو ہوتا ہے چٹھی ٹولیس کی کا مختصر سا باغ ہے مگر جن بنا ہوا ہے اسکی کو بھی اور چھوٹا سا حوض قابل دید ہے۔ اس باغ کے متصل دوسرے باغ میں مغرب کی جانب

شاہ فرہاد صاحب علیہ الرحمہ

کا مزار ہے۔ آپ بہت باخدا عارف کامل ابو العالی خاندان میں سے ہیں آپ خلیفہ شاہ دوست محمد

ثم الدفی سے ہوا۔ ستمبر بمبئی گلی کھار والی کے قریب

شاہ عبد الرزاق

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے قادریہ خاندان کے بزرگ ہیں ۴۴ شب ۵ روز صفر المنظر کو آپ کا عرس تھا
بھو لو شاہ کے مزار سے بائیں طرف تیلی واڑہ کو رہتہ جاتا ہے پنج میں

حافظ عبد الرحمن صاحب قادری علیہ الرحمہ

کا مزار ہے بیان کیا جاتا ہے کہ بڑے ستند اولیاء اللہ میں سے گزے ہیں آپ کی تعریف تحریر و تقریر سے ہے
آپ کی نسبت لوگوں کی زبانی اور بہت کچھ سنا جاتا ہے مگر تحقیق حال مفصل ہو کسی جگہ سے سینا
ہیں ہوا۔

آپ ریل کے پل پر چلے۔ پل اتر کر تراہم ہو جاتا ہے۔ دائیں طرف گندہ نالہ۔ سید مولوی عبد الرزاق
کو رہتہ جاتا ہے۔ بائیں طرف بھولے دروازہ کو سڑک جاتی ہے۔ سیدھی سڑک مورید روانہ کو
جاتی ہے۔ اسی طرف چلے۔ دائیں ہاتھ

شیخ سبحان بخش صاحب کا ناتھ بروک ہوٹل

ہے۔ اس میں سب قسم کے لوگ بھرتے ہیں آگے بڑھ کر متصل ہی مورید روانہ ہے۔ دروازہ
ٹوٹ گیا ہے۔ اس سے آگے چل کر متحدہ سڑکیں ہیں جو ڈویژنل کوٹ۔ پولیس کین
کو بھی جناب کشن صاحب بہادر۔ وڈو پی کشن بہادر اور دیگر مقامات میں جاتی ہیں
ایک طرف سوزنگ پوسٹ۔ لاری ہوٹل ہوتی ہوتی سہر بمبئی چلی گئی ہے۔
اس سڑک سے راستہ چھٹا ہے جو مندر بھیروں جی ہوتا ہوا فتحگڑہ بھونج جاتا ہے۔

فتحگڑہ کامتارہ

قابل دید عمارت ہو تمام سنگ مرمر سے بنی ہو۔ نہایت خوبصورت اور خوش منظر ہے اسکے پانچ درجے
چاروں طرف زینے بنے ہیں اور جانیسکے لیے اندرونی زینہ قائم ہے اسکے اوپر ٹیکہ تمام شہر کا
موجودی نظر آ رہا ہو سکتا ہے یہ عمارت عذر کے ان لوگوں کی یادگار میں تعمیر ہوئی جو عذر میں بھی سہر تک ارکے گنو

اسکے محاذ میں بازار درمہ خورد ہے جو تراہہ سے گزرتا مالو وارہ ہوتا، مو انہی سڑک پر جانگنا ہوتی۔
 زنادرہسپتال سے آگے گلی لسیوہ اسکے مقابل بائیں جانب موقی بازار ہے جو مالو وارہ میں جالٹا ہے
 آگے بڑھ کر دائیں جانب کٹرہ دولت رام سری رام آگے بائیں جانب نواب صاحب کا کٹرہ
 کسی وقت میں اس جگہ ذکر تحصیل تھا۔ اس سے آگے۔

کوٹھی حاجی علیجان

ہے۔ بڑی نامی کوٹھی جو برقم کا اعلیٰ سے اعلیٰ کٹرہ اور ٹوپیاں وغیرہ قیمتی اشیاء فروخت ہوتی ہیں
 اس سے آگے بائیں جانب کٹرہ چوہاں۔ دائیں جانب کوچہ جاجانی۔ آگے دائیں جانب

دفتر روہیلکھنڈ ریلوے

اس میں گدہ کلکٹس۔ مراد آباد وغیرہ کا کٹ ملتا ہے اسکے بالا خانہ پر آلہ آباد بینک ہے۔ اس کے آگے
 دائیں جانب ڈاکٹر ہیرالال صاحب کا شفا خانہ آگے بائیں جانب کٹرہ اشرفی
 پھر دائیں جانب کوچہ نٹواں۔ اس میں بینک اپراٹڈیا ہے بائیں جانب کوچہ خاچن
 آگے بڑھ کر

گھنٹہ گھر

ہے نہایت بلند اور خوبصورت مینارہ ہے تقریباً ۱۷۷ فٹ ۶ انچ میں پچیس ہزار پانسو روپیہ کی لاگت
 سطح زمین سے چوٹی تک ایک سو اٹھائیس فٹ بلند بنکر تیار ہوا ہے اس میں بہت بڑا گھنٹہ لگا ہوا ہے
 جو ہر سال روپیہ کو ولایت سے خرید کر منگایا گیا ہے محصول وغیرہ میں ملاوٹ صرف ہوئے
 یہ گھنٹہ چاروں طرف سے وقت بتاتا ہے۔ پورہ ساوہ۔ پونہ تک بجاتا ہے رات کو اس کی آواز
 تمام شہر میں سنائی دیتی ہے۔ اس میں عجیب غریب صنعت رکھی ہے کہ جب وقت پاؤ گھنٹہ پر
 سوئی جاتی ہے تو چار گھنٹے بجنے کی آواز آتی ہے۔ اور جب آدھ گھنٹہ برسوتی جاتی ہے تو آٹھ گھنٹہ
 بجنے کی آواز آتی ہے۔ اور جب پون گھنٹہ برسوتی ہے تو بجتی ہے تو بارہ گھنٹے بجنے کی آواز ہوتی ہے
 جب پورے گھنٹہ برسوتی جاتی ہے تو سور گھنٹہ بجاتا ہے پھر جو وقت ہوتا ہے بجتا ہے۔ ہر خاص
 عام کو معلوم ہو جاتا ہے کہ پاؤ بجایا آدھا۔ یا پونہ۔ اسکے ادھر ایک مچھلی بنی ہوئی ہے۔

اس سے چند قدم کے فاصلہ پر

راجہ اشوک کا منارہ

ہے۔ یہ منارہ چل میں تیسری صدی قبل مسیح میں راجہ اشوک نے میرٹھ میں گھاڑا تھا ۳۵۰ء میں
فیروز شاہ بادر شاہ نے وہاں سے اکھڑوا کر اپنی کونٹک شکار محل میں نصب کرایا۔ ۱۳۵۰ء
یا ۱۳۵۱ء میں میگن کے اڑ جانے سے اس کے بائیں ٹکڑے ہو گئے اور ایک مدت تک اس طرح ٹڑا رہا
۱۳۵۶ء میں گورنمنٹ انگریزی نے اس کو اکھڑوا کر اس جگہ نصب کر دیا۔ اس پر انگریزی زبان میں
یہی مضمون لکھا ہے۔ اس کے متصل ہی ہندو راؤ کی کوٹھی ہے اس سے آگے۔

پیر غیب کی درگاہ ہے اسی جگہ پانی کا حوض ہے جس میں چنداول سے پانی آتا ہے
اور اس حوض میں صاف ہو کر تمام شہر میں بھوپایا جاتا ہے اس سے آگے پرانی جھاؤنی کو
رستہ جاتا ہے جہاں آجکل جنگل میں تنگل ہو رہا ہے۔

آب شہری مسجد سے فچتوری کی جانب چلیے۔ شہری مسجد سے آگے بڑھ کر

مسکھ لال حلوائی گھنٹہ والا

میشہ ورد کا بازار ہے۔ ہکا فلاقند۔ لوند وورد مشہور ہے۔ بہت نفیس ہوتا ہے اس سے آگے دائیں
جانب کوچہ سنگیاں بائیں جانب حویلی جگمکشور۔ اس سے آگے۔

مشن سکول

ہی جو کیمبرج مشن واقع نہر سعادت خان سے متعلق ہے اس میں ٹرنس تک تعلیم ہوتی ہے اس سے آگے دائیں جانب

زمانہ ہسپتال مشن

ہے۔ بچہ سنگین عمارت ہے کئی ہزار روپیہ کی لاگت سے ۱۹۰۶ء میں پادری و نٹر صاحب کی پیمن
کی یادگار میں بنائی گئی ہے اس میں ایک ولایتی میڈیکل مشنری لیڈی اور کئی ہندوستانی
سحورات دہلی کی مستورات کے علاج کے لیے ہر وقت موجود رہتی ہیں مفت علاج ہوتا ہے
اس کا تعلق بھی آیس۔ جی۔ جی۔ کیمبرج مشن سے ہے۔ ایک ہزار روپیہ سالانہ کی کمیٹی سے مدد ہوتی ہے

اس شخص مکان میں کئی چیزیں ہیں دفتر کمیٹی۔ عجائب گھر۔ پبلک لائبریری
کمیٹی

اس وقت کو برائے نام میں قائم ہوئی اور یکم جنوری ۱۹۳۵ء سے اسکا عملدرآمد شروع ہوا اسکے بعد ٹوٹ گئی
مگر ۱۹۳۵ء میں پھر مستقل طور پر قائم ہو گئی۔

اسکے ممبر اور فنڈ حسب ذیل ہیں

اول میجر ایم ڈبلیو ڈوگلز بھادر ڈپٹی کمشنر و پریسڈنٹ
آپ نہایت دیر منظم۔ بیدار متغز۔ لائق فائق۔ مستعد۔ جزیروس۔ معاملہ فہم۔ منصب مزاج۔ خوش خلق
شخص ہیں۔ آپ کے زمانہ میں بے عنوانوں کا پورا تدارک ہو گیا۔ رشوت ستانی بالکل معدوم ہو گئی۔
اہل علم نہایت مسعدی کے ساتھ اپنے اپنے مناصب پر قائم رہنے لگے دفاتر کی صفائی اور انکی تکمیل
تعمین کے قابل ہے۔ ہر راتحت اپنی فرائض منصبی کو نہایت امانت اور دیانت داری کے ساتھ پورا کرتا ہے
معاملات کی تحقیق نہایت خوبی کے ساتھ کیجاتی ہے۔ امیر غریب کی یکسان شنائی ہوتی ہے۔
ہر دفعہ زبانی حد سے گزر گئی ہے ادنیٰ شخص بھی عرض کرنا چاہتا ہے تو نہایت توجہ کے ساتھ سنتے ہیں
آپ ہی کے زمانہ میں جامع مسجد میں موزہ بوٹوں پر چڑھانے کی عہدہ رسم جاری ہوئی۔ جامع مسجد کے
دروازوں کے سامنے اوپر کی سیڑھی پر پتھر کے ستوں لالٹینوں کے لئے بنوائے گئے ایسے مشفق
حاکم کا ہونا شہر کے خوش قسمتی کی علامت ہے۔

۱۔ رائے بھادر لالہ سری کشن داس صاحب سینیئر

۲۔ خان بہادر محمد الہی بخش خاں صاحب

۳۔ وائس پریسڈنٹ سینیئر

۴۔ عطاء خان صاحب حکیم ظہیر الدین احمد خاں صاحب

۵۔ لالہ شمس الدین صاحب

۶۔ لالہ سلطان سنگھ صاحب

۷۔ کنوینٹ مجسٹریٹ بھادر سینیئر

۸۔ صاحب سینیئر اسسٹنٹ کمشنر بھادر

۹۔ صاحب سول سرجن بھادر

۱۰۔ ایکزیکیوٹو انجینئر پروفیشنل ڈویژن

۱۱۔ کلائن کرک پیٹرک صاحب بھادر

۱۲۔ راجہ لالہ ہریان سنگھ صاحب جو نیئر

وائس پریسڈنٹ

یہ ممبر تھے جو گورنمنٹ کی طرف سے مقرر ہوئے اب وہ ممبر بنائے جاتے ہیں جو علاقوں
کے لئے مقرر ہوئے ہیں۔

اسکے چاروں طرف مشرق مغرب کے صرف بنائے گئے ہیں۔ اس قعر کو

چاندنی چوک

کہتے ہیں کسی زمانہ میں گھنٹہ گھر کی جگہ شمن حوض بنانا اسکے ہر طرف سو گز سے سو گز میں شمن بازار اسی کو چاندنی چوک کہتے تھے اس چوک کے گرد آب بھی دو کانیں بنی ہیں۔ اکثر بازاروں کی دکانیں میں شام کو ہر قسم کے سودے والے بیٹھتے ہیں اس چوک کے چاروں سمتیں ملاحظہ فرمائیے۔ شرقی سمت کی سیر تمام ہو چکی ہے۔ دائیں جانب شمال میں۔

ملکہ کا باغ

ہے۔ یہ باغ اصل میں جہاں آر بیگم بنت شاہجہاں بادشاہ نے بنایا تھا ۴۰ گز طول ۴۰ گز عرض میں تیار ہوا تھا۔ عجیب غریب مکانات بارہ دریاں بنی ہوئی تھیں گو ہوقت وہ شان نہیں رہی مگر پھر بھی خوش منظر مقام ہے شہر کے وسط میں اس سے بہتر کوئی سیر کی جگہ نہیں ہے۔ آجکل پُرانے درخت کاٹ دیئے گئے ہیں۔ نئے نئے چمن لگے ہیں جگہ جگہ بیچ پڑے ہیں۔ بیچوں بیچ میں نہایت خوبصورت گول چوہرہ بنا ہے ادھر ادھر گھاس جی ہے گلے دھرے ہیں۔ بیچوں بیچ غنچے میں متصل ہی حوض بنایا گیا ہے اسکے قریب ایک چھوٹا شاہو حوض دھار ہو جس میں قوارہ لگا ہو موج سے نہر نکل گئی ہے۔ تمام باغ میں چھوٹی چھوٹی نالیاں بہتی ہیں۔ ایک طرف مگنا بنا ہے اس میں اونیری مجسٹریٹ کچہری کرتے ہیں۔ کسی زمانہ میں یہاں چڑیا گھر تھا۔

اس باغ کے پانچ دروازے ہیں ایک دروازہ ڈاکٹر ہیم چندر صاحب کے ہسپتال کے سامنے گز چکا ہے۔ دوسرا کاٹ کے پل کے سامنے۔ تیسرا احوال پانی کی لکڑی کے سامنے اور دو دروازے گھنٹہ گھر کی طرف۔ آجکل ٹینشن کے محاذ میں ایک سڑک اور نکلی ہے جو بیچ باغ میں کو چلی آتی ہے چونکہ اس سڑک نکلنے کے اول سے زن کلارک صاحب تھے اور دراصل انہیں کا عندیہ تھا اسیلئے یہ سڑک انہیں کے نام سے موسوم ہے۔ اور کلارک گیٹ یا کلارک روڈ کہلاتی ہے۔ باغ میں اسی دروازہ کے متصل جو گھنٹہ گھر کے سامنے واقع ہے ایک نفیس عمارت بنی ہے۔ ۱۹۲۳ء میں بنی شروع ہوئی اور ۱۹۲۵ء میں بند کیا ہو گئی اسکے سامنے پہلے تختی کی سنگین تصویر بنی تھی اب وہ دوسری طرف نصب کر دی گئی ہے اور یہاں اسکی جگہ ملکہ مظفر کی تصویر لگا کر اور نصب کر دی گئی

کل آمدنی ٹاؤن ٹیکس تقریباً اٹھاون ہزار چھ سو سات روپیہ ہے۔

(۳) یکم جنوری ۱۹۷۷ء سے تمام شہر میں بجلی کی روشنی کا معززت جون فیلنگ کمپنی انتظام کیا گیا جسکا دفتر چاندنی چوک میں ہر اوقات تمام شہر میں پتیا لیس ہنڈے روشنی کے موجود ہیں اور مبلغ پانسو روپیہ ہمارے کیٹی سے بطور ٹیکہ کے دیے جاتے ہیں اور پانچ سو سات روپیہ تک بائیس ہزار چھ سو سات روپیہ تن آئے پانچ پانی کمپنی روشنی کو کل مصارف وغیرہ کے دیئے گئے۔

(۴) اسی سال ۱۹۷۷ء میں چاندنی چوک کی درمیانی پٹری پر سات سیبلین پختہ بری بنایا دگار جنسن تاجپوشی ایڈورٹو ہفمن شہنشاہ ہند اکثر روساے شہر اور بیرونجات نے اپنی لاگت سے کیٹی کے انتظام سے جوائیں۔ لاگت فی سیبل تقریباً سات سو پچاس روپے آئے ہیں اور دو سیبلین ریل کی سٹر پر بنائی گئی ہیں جسکا پتہ مع نام روساے حسب ذیل ہے۔

۱۔ مقابل غونی دروازہ مشرق کيجان بٹی ہوئی جینی صاحبان دہلی کی جانب ہے۔

۲۔ مقابل مندر کھ صاحبان۔ سیدھ بھجن لال صاحب کلکتہ کيجان سے۔

۳۔ مقابل گلی لبسوہ۔ مرکنٹائل ایسوسی ایشن دہلی کيجان سے۔

۴۔ مقابل کوچہ ٹٹواں۔ رے بہادر لالہ ہر دھان سنگھ جی وائس پریڈنٹ کیٹی وائزیری مجسٹریٹ کيجان سے

۵۔ مقابل کوچہ قابل عطار۔ حافظ اللک حکیم محمد عبد المجید خان صاحب مرحوم مغفور کی جانب ہے

۶۔ مقابل کٹرہ نیل۔ رے بہادر لالہ شیو پرشا صاحب وائزیری مجسٹریٹ کيجان سے۔

۷۔ مقابل کوچہ برجنا تھ۔ لالہ مدن گوبال صاحب کی جانب ہے۔

۸۔ شرک ریکو ایٹیشن پٹری شمالی متصل سا فو خان۔ رے بہادر لالہ سری کشن داس صاحب مینسٹل کسٹرو فائزیری

۹۔ شرک ریکو ایٹیشن پٹری جنوبی متصل چکی چکی۔ لالہ ایسری پرشا صاحب درہنگہ کی جانب ہے۔

ٹاؤن ہال

یہ بہت بڑا عالیشان اور خوشنما کمرہ اسکی ۱۹۷۷ء میں بنیاد پٹری۔ آٹھ برس کے عرصہ میں ایک لاکھ پچیس ہزار

چابو پچھتر روپیہ کے صرف سے کل عمارت مع دیگر کمروں کے بنکر تیار ہوئی ٹاؤن ہال کے جنوب شمال

میں بڑی بڑی محرابیں بنی ہوئی ہیں دیواروں پر نہایت عمدہ کام ہوا ہے فرش پہلے بھی پختہ تھا

مگر آج دربار کے موقع پر تقریباً ۷۵ روپیہ کی لاگت سے سنگ مرمر کا فرش بنایا ہے۔ جو طرز پر

بڑی چوکھٹوں میں بڑے بڑے موزین صاحبان انگریز اور ہندوستانی صاحبوں کی تصویریں بنائی

نمبر	ان ممبروں کے نام جو علاقوں کے منتخب ہوئے	نمبر	نمبر	ان ممبروں کے نام جو علاقوں کے لیے منتخب ہوئے
۱	لاہور لال صاحب	۷	۱	اسٹیشن صاحب بیرٹھریٹ لا
۲	شہزادہ مرزا ثریا جاہ صاحب	۸	۲	لاہور لال صاحب
۳	خان صاحب غلام محمد خان صاحب	۹	۳	بج
۴	شیخ نور الدین صاحب	۱۰	۴	رکھ صاحب بابو جگن موہن صاحب
۵	میاں نصیر الدین صاحب	۱۱	۵	حکیم احمد سعید خان صاحب
۶	جے۔ سی۔ روبرٹس صاحب بہادر	۱۲	۶	خان بہادر محمد اکرام خان صاحب

مسٹر ایف ہری صاحب بہادر مینوٹیل کمیٹی کے سکریٹری

پیشہ صرف مزاجی غریب نوازی ایچکا ذاتی جوہر ہے۔ خوش اخلاقی۔ ہر دلیغیزی۔ آپکی طبعی بات ہو۔ حق گوئی حق شناسی عالمگیر ہو گئی ہے آپ کے دُم سے کمیٹی کو نہایت فروغ حاصل ہے۔ تمام شہر آپ کے محاسن۔ مکالمہ کا ثنا خوان ہے۔ انتظامی قابلیت میں ہمعصروں سے ممتاز ہیں۔ غرض بہت کچھ خوبیوں کے شخص ہیں۔

کمیٹی کی کل سالانہ آمدنی تقریباً ۵۲۹۶۵ روپے ہے اور سالانہ خرچ تقریباً چار لاکھ ستاون ہزار چار روپے ہیں۔

سالانہ ۶۱۹۲ میں تمام شہر میں لی لگائے گئے بیروں کشمیر دروازہ متصل احاطہ طامس صاحب دہلی سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر چندراول پینک سٹیشن ہے وہیں سے انجن کے ذریعہ کنوئیں میں سے پانی حوض میں لایا جاتا ہے جو کہ تنگدھ کے متصل واقع ہے اور وہاں سے تمام شہر میں نلوں کے ذریعہ پہونچایا جاتا ہے۔ نلوں وغیرہ کے نصب کرنے میں تقریباً بارہ لاکھ آٹھ ہزار تین سو نو روپے کمیٹی کے صرف ہوتے ہیں۔ آمدنی سالانہ تقریباً پچیس ہزار روپے ہے اور خرچ سالانہ تقریباً چالیس ہزار روپے ہے۔

(۲) یکم جنوری ۱۹۰۷ء سے ہاؤس ٹیکس قائم ہوا ہے اگرچہ رعایا نے عرض معروض اور غل و شغب پامال کرکے سماعت نہ کی۔ حیثیت کرایہ کی آمدنی پر آدھ آنہ فی روپہ ٹیکس لیا جاتا ہے۔

بج۔ علاقہ نمبر ۲ کے ریشم جینٹل صاحب نے اٹکا انتقال ہو گیا۔ ابھی تک اُنکی جگہ کوئی ممبر منتخب نہیں ہوا۔ اس علاقہ کا کام عارضی لالہ شہباز صاحب انجام دیتے ہیں۔

۲۲- خان بہادر غلام محمد حسن خان صاحب - بی - اے میونسپل کمنشنر

۲۳- کرنیل جمیں سکندر صاحب جی - بی

۲۴- راے بہادر لالہ ہریان سنگھ صاحب جو نیروائیس پریسڈنٹ کیٹی دہلی -

۲۵- معین الدین محمد اکبر شاہ بادشاہ پسر شاہ عالم بادشاہ مرحوم
۲۶- ای - کوپر - سی - بی ڈپٹی کمشنر دہلی ۴ کرنیل جے ڈیو پلٹن صاحب کمشنر دہلی پیش کردہ
نواب مالیر کوٹہ - اسکے قریب کمرہ میں مغرب کی جانب -

پبلک لائبریری

ہے جہیں اخباروں اور انگریزی دائرہ دو اور دیگر کتابوں کا بہت بڑا ذخیرہ موجود رہتا ہے -
یہ لائبریری سنہ ۱۸۹۶ء میں قائم ہوئی - ڈیولپمنٹ صاحب ڈپٹی کمشنر کی سعی اور کوشش سے قائم
کی گئی ہے - اس پر خاص عام کو جانے کی اجازت ہے - جو منگے فخر سے اس کے تک اور نہ گھر
سے ۶ بجے تک کھلی رہتی ہے - اسکے متصل جانب شمال

عجائب خانہ

ہے اس طرح کے مژدہ جانور اور عجیب چیزیں اور نادار نادر تصویریں موجود ہیں -
بجے فجر سے ۱۰ بجے تک کھلا رہتا ہے - ہر شخص بلا فیس جا کر دیکھ سکتا ہے -
ٹاؤن ہال کے شمال میں ایک چوتھرہ چار سارھے چھ گرد طول اور سارھے چار گز عرض رکھتا ہوا پور

سنگین ہاتھی

نصب کیا ہوا اسکے بننے کا حال معلوم نہیں کیا تھا ہاں اتنا معلوم ہو کہ سنہ ۱۸۶۷ء شاہجہاں کے وقت میں
گوالیار سے لایا گیا دہلی دروازہ قلعہ کے باہر نصب کیا گیا - پھر اورنگ زیب عالمگیر نے وہاں سے لکھنؤ لایا
اور لکھنؤ سے کراڈاٹے ایک زمانہ دراز تک نامعلوم کہیں زمین میں ڈبا دیا یا پڑا - مدتوں کے بعد
سرکار انگریزی کے عہد میں زمین میں ڈبا ہوا نکلا اول درست کرایا گیا اور وزیر محبت کی کبری
کے متصل قائم کیا گیا پھر لالہ شمشیر ناتھ صاحب میونسپل کمنشنر کی لاگت سے وہاں سے لکھنؤ لایا
سنہ ۱۸۹۲ء میں ٹاؤن ہال کی جنوبی جانب جہاں ملکہ منظرہ فیض ہند کا بت نصب ہوا پھر کھنڈ کیا گیا
اب سنہ ۱۹۰۲ء میں ٹاؤن ہال کی جانب شمال قائم کیا گیا ہر اسکے متصل پشت کی جانب ایک عود سنگین وضع

جنگی تفصیل ذیل میں درج ہے۔

۱۔ ملکہ مظہر قیصر ہند

۲۔ لفٹنٹ کرنیل سی۔ ڈبلیو۔ ڈیویس۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ گشتہ دہلی ۱۸۷۸ء

۳۔ خان بہادر محمد الہی بخش صاحب سپینر۔ وائس پریسیڈنٹ کمیٹی۔

۴۔ رائے چھٹا مل صاحب نیری مجسٹریٹ ۱۸۶۳ء لغاتہ ۱۸۷۶ء مینو نیل گشتہ ۱۸۷۶ء لغاتہ ۱۸۷۶ء

۵۔ رائے بہادر رام گشتہ اس صاحب او نیری مجسٹریٹ

۶۔ رائے ہمیش داس صاحب او نیری مجسٹریٹ ۱۸۶۳ء لغاتہ ۱۸۷۶ء

۷۔ رائے بہادر رام سنگھ صاحب او نیری مجسٹریٹ ۱۸۷۶ء لغاتہ ۱۸۷۶ء مینو نیل گشتہ ۱۸۷۶ء لغاتہ ۱۸۷۶ء

۸۔ سر روبرٹ ہلٹن ہارٹ۔ کے۔ سی۔ بی۔ ہینس کردہ رائے امبد سنگھ بہادر۔

۹۔ خان بہادر محمد اکرام اللہ خان صاحب سب رجسٹرار۔ مینو نیل گشتہ پنجاب یونیورسٹی

و او نیری مجسٹریٹ۔

۱۰۔ ارٹوکیل صاحب بہادر ہینس کردہ لالہ نازین داس گوڑ والہ۔

۱۱۔ رائے بہادر لالہ سدی بخش داس صاحب گوڑ والہ۔

۱۲۔ ارل اوف ایلیکن اور ککارتھین کے۔ ٹی۔ کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ جی۔ سی۔ بی۔ پی۔ سی۔

ڈائریس و گورنر جنرل ہند ہینس کردہ لالہ چھٹا مل صاحب

۱۳۔ خاندان صاحب حکیم ظہیر الدین احمد خاں صاحب او نیری مجسٹریٹ و مینو نیل گشتہ۔

۱۴۔ جے۔ سی۔ پیری صاحب چیرمین اول مینو نیل کمیٹی دہلی ہینس کردہ منظور

۱۵۔ برگڈیر جنرل جون ہلٹن۔ سی۔ بی۔ جی۔ جی۔ دہلی کے وقت ستمبر ۱۸۷۶ء میں فوت ہوئے

۱۶۔ لارڈ شکان صاحب بہادر ہینس کردہ مرزا الہی بخش صاحب۔

۱۷۔ کرنیل۔ اے۔ آر۔ ای میکیری شمال گشتہ

۱۸۔ او نریل مسٹر روبرٹ کلارک۔ ای۔ سی۔ ایس۔ ڈیوٹی گشتہ اور گشتہ

۱۹۔ ارل کیننگ جی۔ سی۔ پی۔ کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ گورنر جنرل و اول ڈائریس کشور ہند

ہینس کردہ لالہ ہمیش داس صاحب

۲۰۔ سر روبرٹ شگری ہارٹ کے۔ سی۔ بی۔ لفٹنٹ گشتہ پنجاب ہینس کردہ جے۔ سی۔ پیری۔

۲۱۔ رائے صاحب بابو جگل کشور صاحب وکیل چیف کورٹ و مینو نیل گشتہ۔

نقش گھنٹ گھر و تاور مال و غیرہ

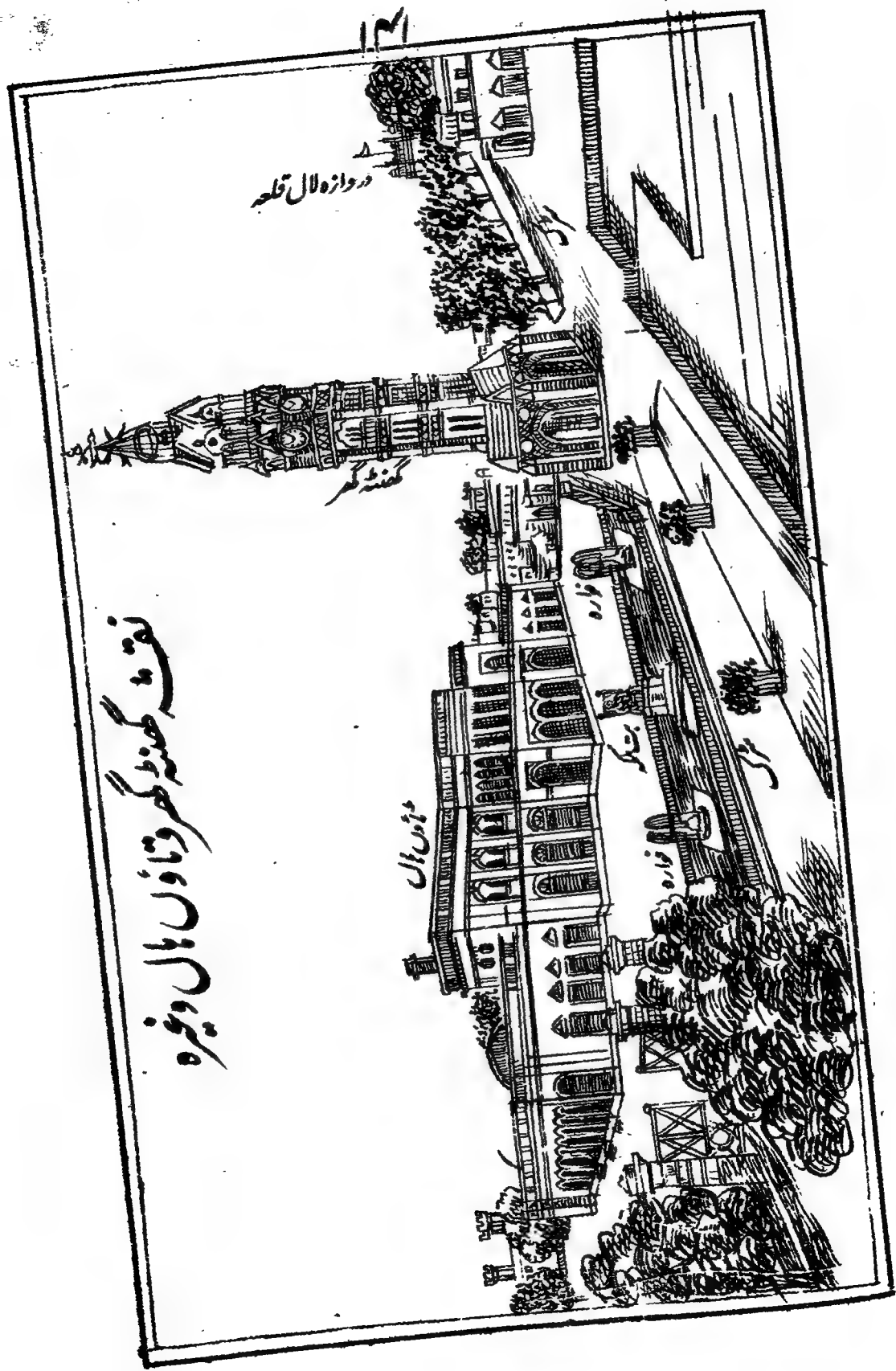
مونس مال

دروازہ لال قلعہ

فوارہ

بتگر

فوارہ



دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے اسکے قریب ہی

سنگ مرمر کا ترشا ہوا حوض

ہے ایک پتھر کا بالکل بے جوڑ۔ اتنا بڑا پتھر اور ایسا بڑا بے جوڑ حوض قدرِ کمالات کہ پر نہ ہوگا اسکی حقیقت یہ ہے کہ یہ اتنا بڑا پتھر کرانہ کی کان سے برآمد ہوا صفائی اور شفافی میں بے نظیر قاشا ہی حکم کی برقی اسکا حوض بنایا گیا چار گز مربع اور ڈیڑھ گز عمیق حوض بنکر تیار ہوا پائے وغیرہ سب اسی پتھر میں سے کھل آئے جب بننا کر طیار ہو گیا تو کرانہ جو دار الخلافہ سے دو سو کوس کی مسافت رکھتا ہے نہایت احتیاط کے ساتھ لایا گیا اور موتی محل میں رکھا گیا۔ غدر کے بعد سے ملکہ کے باغ میں رکھا ہوا ہے۔

ٹاؤن ہال کے جنوبی جانب ایک چمن میں

ملکہ معظہ قیصر ہند کا بت

نصب کیا ہوا ہے یہ بت ملکہ معظہ کی وفات کے بعد تیار ہوا اور سن ۱۹۰۷ء میں انکا یادگار قائم کیا گیا ہے۔ یہ بت جمیں اسکنر صاحب ٹیس دہلی کا پیش کردہ ہے انہوں نے ولایت کے ایک بڑے کاریگر سے بہت سا روپیہ صرف کر کے بنوایا ہے علاوہ بت کی قیمت کے نصب کرنے میں تقریباً اسی سال پہلے صرف ہوا ہے ملکہ معظہ کی یادگار ہونے کی وجہ سے ریل والوں نے اسکا محصول نہیں لیا اس بت کے دائیں بائیں دو حوض بنے ہیں دونوں میں فوارے لگے ہیں آئینہ گھنٹہ گھر اور ٹاؤن ہال اور ملکہ کے بت کا نقشہ دیتے ہیں جس سے اسکی خوبی بخوبی ظاہر ہوتی ہے۔

گھنٹہ گھر کے جانب جنوب

نئی سڑک

واقع ہو۔ یہ بازار تقریباً آٹھ سو ساٹھ قدم لمبا ہے۔ اس بازار میں عموماً گھڑی ساز۔ شمال ووز اور چھپی۔ جرم فروش اور سٹہ والوں کی دوکانیں ہیں۔ یہ بازار غدر کے بعد بنایا گیا ہے۔ اسکے دو طرفہ دوکانیں اور کوٹھے برابر ہوا چلی گئی ہیں شروع بازار سے تقریباً ساٹھ قدم کے فاصلہ پر بائیں جانب کو حہ خاں چندر اور دائیں جانب موتی کٹرہ جو جیس کپڑے کی منڈی ہے اسکے آگے بائیں جانب دفتر بھارت و حرم جہا منڈل ہے جسکے سکرٹری پنڈت دیندیاں ہیں اس سے آگے

جو اس فن میں جواب دہو آپ کے صاحبزادے گناہیں چنی لال صاحب ہیں جو کہ علم موسیقی اور فنِ دہلیز میں کمال رکھتے ہیں۔ بایں جانب راستہ تراہم میں ہوتا ہوا ایک طرف چاندنی چوک میں جا نکلتا ہے اور دوسری طرف کناری بازار ہوتا ہوا بڑے دربیہ میں چلا جاتا ہے۔ اسیں راہے بہادر لال سرگندہ صاحب ساہوگوڑ والہ مینوٹ پبل کٹیز اور انیری مجسٹریٹ کا مکان ہو اس سے آگے بایں جانب

کمرہ غفور بخش

ہے۔ آجکل اسیں کھیلدا جاتا ہو۔ ایک غل دشور رہتا ہے۔ انہو کینز جمع ہوتا ہے۔ شہر کیلئے آفت جان ہو اسکی بدولت ہزاروں امیر فقیر ہو جاتے ہیں اور فقیر روٹیوں سے محتاج ہو کر دو دو دانہ بھیک مانگتے چہتے ہیں۔ اس سے آگے بایں جانب کوٹھی ڈاکٹر نٹھو لال صاحب ملازم ریاست پٹالہ ہے یہ کوٹھی نہایت عظیم الشان اور خوبصورت بنی ہے اس سے آگے بایں جانب محلہ روشن پورہ ہے اس میں عموماً کالیٹھ صاحبان کے مکانات ہیں۔ دائیں طرف راستہ بھاگل میں سے دانی واڑہ گزرتا ہوا بی بی گوہر کے کوچہ سے آگے محلہ چرنہ والاں میں جا ملتا ہو۔ اسی جگہ

حکیم نواب جان صاحب

مطب کرتے ہیں آپ لائق طبیہوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ فن طب میں دستگاہ کامل رکھتے ہیں باوجود اور کمالات کے اخلاق پسندیدہ میں یگانہ روزگار ہیں حکیم محمود خالص صاحب مرحوم مغفور کے خاندان سے کچھ قرابت رکھتے ہیں۔

نئی سڑک کے بایں جانب راستہ روشن پورہ کو ہوتا ہوا دایں جانب چھتہ منسک راہے سگرز کرگلی پہاڑ والی سے آگے مسجد کچور کو جا نکلتا ہے مسجد کچور سے آگے۔

راہے صالالہ گردہاری لال صاحب وکیل

کا مکان ہو۔ آپ شہر کے معزز اہل ہنود اور معزین و کلار شہر میں سے ہیں عرصہ تک مینوٹ پبل کٹیز بھی رہے ہیں لیکن اب اسکو چھوڑ کر دیگر کاروبار و کالت وغیرہ میں مصروف رہتے ہیں۔ اور سیدھا راستہ چیرہ خانہ سے ہو کر مید واڑہ سے آگے مایو واڑہ میں جا نکلتا ہے۔

مید چیرہ خانہ میں

گھنٹہ گھر تقریباً ایک سو تیس قدم پر وائیں جانب

حوض الی مسجد

واقع ہے۔ یہ مسجد بہت خوشنما اور اچھی بنی ہوئی ہے۔ اس میں ایک حوض بھی ہے۔ اس مسجد کے متعلق تین دوکانیں ہیں جسکا کرایہ تقریباً بیس روپیہ ماہوار ہو۔ اس مسجد کے مہتمم حاجی عبدالغفار صاحب نسیرہ حاجی علیجان صاحب مرحوم ہیں۔ اس سے آگے

گلی حاجی علیجان صاحب

ہے۔ اس میں انکا کارخانہ اور مکانات ہیں اس وقت اس میں حاجی عبدالغفار صاحب رہتے ہیں حاجی صاحب بنایت دیندار با وضع خوش اخلاق با مروت شخص ہیں۔ انکی کوٹھی چاندنی چوک میں ہے انکی صفائی معاملہ کی دُور دُور شہرت ہو۔ اس گلی سے آگے دائیں جانب کوچہ خاچند ہے اس سے آگے دائیں جانب کٹرہ راہ ہے بہادر لالہ سری کشند اس صاحب کوڑھوالہ۔ اس سے آگے دائیں بائیں جانب بازار مالواریہ ہیں جانب راستہ بازار لیلپ میں جا نکلتا ہے اور پس پر قمر کوٹن بلنگنی کے مقابل گلی میں

گشتائیں پتالال صاحب سا دھو

کا مکان ہو۔ آپ علم موسیقی اور خصوصاً ستار نوازی میں کمال رکھتے ہیں دہلی اور اسکے گرد و نواح میں اس فن میں آپکا کوئی ہمسر نظر نہیں آتا جو وقت ستار نوازی میں مصروف ہوتے ہیں تو اسکی آواز دُور دُور اور زمین پر تصور کا عالم طاری ہو جاتا ہے اور بخود ہی کے عالم میں سر دھنتے ہیں۔ چھہ راگ اور چھتیس راگ کی اتنا تبحر ہی غلام اور کینز میں واقع میں فن موسیقی اور ستار نوازی میں بیکتا روزگار ہیں۔ ایسے ہی خوش اخلاق منکر المزاج اور سلیم الطبع ہونے میں اپنا فطریہ نہیں رکھتے۔ اکثر راجگان اور قواب انکی بہت قدر کرتے ہیں۔ لاڈ کرزن صاحب بہادر ویراے و گورنر جنرل ہندی سیم صاحبہ نے بھی خوشنودی مزاج کی چھٹی دی ہو۔ انکے بزرگ ہایوں بادشاہ کے ہمراہ قصبہ اوج ضلع بٹیان سے دہلی میں آنے۔ انکے دادا گشتائیں مکھن لال صاحب شاہ عالم کے وقت میں موجود تھے اور حارساں عمر کا رنگیری کی طرف سے مقرر تھا خاچند عذرتک برابر جاری رہی۔ گشتائیں صاحب مصروف ایک باخدا اور نیک طبیعت فقیر صفت آدمی ہیں۔ اپنے علم موسیقی میں ایک کتاب ناو بود گرتہ تصنیف کی ہے

مولوی حکیم محمد جمیل الرحمن جانا بکشاہ

کامکان پر۔ آپ نہایت لائق و فائق ذی علم فقیر دوست صوفی مش متقی برہنہ کا شخص ہیں۔ سینٹ سٹیفن مشن کالج کے عربی کے پروفیسر ہیں۔ آپ صاحبزادہ عالم باعلیٰ فاضل بے بدل جامع شریعت و طریقت جناب مولوی حافظ حاجی شاہ محمد عبدالرحیم صاحب ہادی قادری مرحوم مکتوبہ کے ہیں۔ حاجی محمد عبدالرحیم صاحب ہادی کو طفلی ہی سے تحصیل علوم و تکمیل علم حقائق کا فطرتی شوق تھا چنانچہ جن استاد سے آپ نے ابتدائی قرآن شریف کی تعلیم پائی تھی ان کے فیض صحبت سے اٹھ ہی سال کی عمر میں پیادہ پا منزل بمنزل سوات نیر جناب غوث زکوان قطب دوران حضرت انور شاہ محمد عبدالغفور صاحب قادری علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہیں کلام شریف یاد کیا اور تعلیم علم حقائق کے ساتھ ہی ساتھ صرفہ و نحو فقہ کی سب کتابیں پوری کیں اور بارشاد شیخ دہلی اگر باقی کتب درسیہ طب تمام کر کے پھر واپس وہیں جا کر حاضر ہوئے اور عرصہ تک بقیہ تکمیل سارف حقائق میں مشغول رہے بعد ازاں شیخ نے رخصت فرمایا اور ہندوستان کی اجازت دی۔ پس غدر سے کچھ عرصہ پہلے دہلی آکر آپ تعلیم و ہدایت خلق اللہ میں مصروف ہوئے۔ بعد خدا آپ نے علم دین کو ذریعہ معاش نہ بنایا بلکہ ہمیشہ انوکری سے کسب معاش کی۔ آپ کی مفیدہ تصانیف سے صرف میں چستان صرفیہ اور عالم قرأت و تجوید میں مرآت القرآن فارسی مظلوم اور عام پند و نصائح میں روضۃ النیر و رحمۃ الرحمن فی فکر الہی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی خورد و کلاں و فتح سنت الاسلام وغیرہ مشہور و مقبول کتابیں ہیں۔ ملک ہریانہ میں خصوصاً آپ سے مخلوق الہی کو سجدہ ایت ہوتی ہے اور صد ہا رسوم کفر اور بدعت وہاں سے وضع ہوئیں۔ اور سن جناب خیر الانام صلعم زندہ ہوئے چنانچہ جھجر ضلع ہنگ میں جامع مسجد اور مدرسہ قوت الاسلام رجیمہ انجلی سٹی مشہور کا کافی ثبوت اور زندہ یاد گار ہے۔ آپ کی وفات سنہ ہجری ۱۳۰۴ء واقعہ پچیس برس کی عمر میں ہوئی مادہ تاریخ قدر صنی المدعہ ہے۔ مزار پر انوار آپ کا خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ میں نیاز گاہ ہے اپنے علاوہ حافظ مولوی حکیم محمد جمیل الرحمن نبھا صاحب راشد و ہلوی خلف اکبر کے چار صاحبزادے اور ایک دختر اپنے بعد چھوڑی۔ مولوی حبیب الرحمن صاحب و خدا رکول اسٹراؤل رسالہ۔ مولوی سید الرحمن خان صاحب صوفی۔ مولوی امان الرحمن خان صاحب چشتی حاجی محمد عثمان خاں صاحب لیس و خدا نائب سکول اسٹراؤل رسالہ میں۔ کوچہ لٹان کے محاذ میں دائیں جانب

حضرت شاہ جہاں علیہ الرحمۃ

کا مزار ہے۔ آپ قادیان میں سے ہیں۔ آپ کا وصال ۱۲۸۲ھ ہجری میں ہوا۔ ۱۳۱۷ھ ذیقعدہ کو عرس ہوتا ہوا میان شاہ فیاض الدین صاحب گاہ کے سجادہ نشین ہیں۔ وہی اس خدمت کو بجا لاتے ہیں۔ شاہ صاحب صوف کے پیر مرشد

مخدوم شاہ عالم صاحب

تھے جنگا مزار موضع وزیر آباد ضلع سیالکوٹ میں ہے۔ آپ کا وصال ۱۳۳۶ھ ہجری میں ہوا۔ ۱۳۷۰ھ رجبہ ۱۱۱۱ھ کو عرس ہوتا ہوا۔ دونوں عرسوں کیلئے موضع مولد بند شاہی وقت سے جاگیر میں چلا آتا ہوا اور شاہ فیاض الدین صاحب کے اہتمام میں ہے۔

اور اسی محلہ میں بابو مادھو نرائن صاحب ہیڈ کلرک مینوسپل کمیٹی رہتے ہیں۔ روشن پورہ سے آگے دائیں جانب دیوانخانہ راجہ شوقی رام ہے اس میں مولوی عیسیٰ صاحب وکیل رہتے ہیں نہایت ذی علم دیندار خاندانی پرورش لائق خالق آدمی ہیں۔ اس سے آگے دائیں جانب بابو مدن گوپال صاحب بیرسٹریٹ لاکھنؤ ہیں۔ آگے جا کر یہ بازار شاہ بولا کے بڑے چاٹری بازار میں جاتا ہوا اب گھنٹہ گھر سے فچوری کی جانب چلیے۔ چند قدم چلکر جنوب کی جانب

کوچہ راتمان

ہے۔ اس میں دنیاں ساز اور مصوٰر اور تمام مسلمان لوگ رہتے ہیں۔ یہ رہستہ ایک بڑے کی مسجد کے پاس ہو کر بازار بلپاراں میں جا نکلتا ہے۔ شروع کوچہ پر ایک مسجد ہے۔ پہلے یہ مسجد چھوٹی سی تھی ۱۲۸۲ھ ہجری میں غفور بخش صاحب سوداگر چھڑہ والے نے اپنی عالی ہمتی سے اس کو بہت وسعت دیکر دوسرا بنوایا۔ اور کے درجہ میں مدرسہ ہو۔ چھوٹے چھوٹے سے بچے قرآن شریف پڑھتے ہیں۔ اس مسجد کی جنوب میں ایک بہت بڑا عرص سنگین بنا ہوا ہے اس کے اوپر مکانات بنے ہوئے ہیں۔ جس میں طلباء رہتے ہیں۔ اس مسجد کے پنج کی کفالت غفور بخش صاحب سوداگر چھڑہ والے کرتے ہیں۔ اس میں

بازار بلیماراں

ہے۔ یہ بازار تقریباً آٹھ سو قدم کا ہے جس عوامیچہ ہندو متی فروش۔ عطار اور ریشم والوں اور ہنپاڑوں کی دوکانیں ہیں۔ آگے بڑھ کر تھوڑے فاصلہ پر ایسے جانب گلی سوداگراں و کٹر جگمگ حسین خاں ہے۔ آگے وائیں جانب گلی گپتے والاں ہر یہاں پر چرمی کپتے اور ترازو کے پلڑے بتر ہیں اسی جگہ

حاجی عبدالغنی صاحب

کا مکان ہر آپ پنجابی صاحبان میں نہایت بندار خیر خواہ قوم نامور اور مخیر شخص ہیں آپ موبد اسلام کے بھی ممبر ہیں آپ کے والد حاجی قطب الدین صاحب مرحوم نے زینت المساجد کے چھڑانے میں نہایت کوشش کی اور اوسیں کامیاب ہوئے اور عرصہ تک اوسکے نگراں رہے چنانچہ زینت المساجد کے ذکر میں چلے آگے حویلی حاتم الدین حیدر ہے۔ اس میں

حکیم اسد علی خاں صاحب مضطر

کا مکان ہر آپ حکیم بر علی خاں صاحب کے صاحبزادے ہیں۔ خاندانی طبیب ہیں۔ تشخیص بھی نہایت خوب ہے شاعری میں بھی کمال رکھتے ہیں مضطر مخلص فرماتے ہیں۔ اس سے آگے وائیں جانب کٹرہ حکیم محمود خان ہے اس میں آجکل

مدرسہ نعمانیہ

ہے اسکے مہتمم اور منتظم مولوی عبدالرشید صاحب خلع مولوی عبدالحکیم صاحب مرحوم ہیں اس میں بچوں کو قرآن شریف اور دینی اور انسانی تعلیم دی جاتی ہے۔ کیدی سے چالیس روپیہ سالانہ کی مدد ملتی ہے اس سے آگے وائیں طرف کٹرہ بجواڑیاں ہے اسکے متصل ہی دوکانیں جمال الدین وحید الدین عطار اور فیض الحسن عطار کی ہیں۔ ہر دو دوکانیں بہت مشہور اور معروف ہیں۔ ہر قسم کی عمدہ دوائیں موجود رہتی ہیں۔ فیض الحسن وغیرہ عطاروں کے قریب

حکیم غلام رضا خاں صاحب

کی حویلی ہے۔ اس وقت شریف خاں خاندان میں سب سے بزرگ آپ ہی شمار ہوتے ہیں

کوچہ قابل عطار برائیں باجہ فروش لوگ ہوتے ہیں۔ کوچہ رانان کے آگے بڑھ کر عین العفور حلو سوہن نامی
کی دوکان ہر یہ دوکان تقریباً دو سو برس قلم ہو دوسری کسی مکان پر اسے بہر حلو سوہن ہیں ملتا دوڑ نہ دیکھا می اور
مشہور دوکان ہے۔ اس سے آگے تقریباً پچیس قدم کے فاصلہ پر کٹرہ بنارس سی داس یا شنکر ہے یہیں کپڑے کی تجارت کی
اسکے محاذ میں کریم بخش نان بابی کی دوکان ہے جسکی بناری روٹی مشہور و معروف ہے صبح کو کھانیا والوں کا
تار بندار تیار ہو۔ نان بابی کی دوکان تقریباً پچیس قدم کے فاصلہ پر گلی سیدانی بائیں جانب کوچہ نیچہ بندار
اس سے آگے تقریباً چالیس قدم کے فاصلہ پر بائیں جانب کٹرہ قطب الدین ہے یہیں کپڑے کی منڈی ہے دوکاندار یہاں
اکبر الیجا کر بیچتے ہیں یہیں جنت فروشوں کی دوکانیں ہیں بہت قیمت اور خوش وضع جوتے فروخت ہوتے ہیں۔
گلی سیدانی سے آگے

کٹرہ نیل

ہے اس میں عموماً کھتری صاحبان متمول اور خوش حال لوگوں کے مکانات ہیں۔ شروع ہی میں
راے بہادر لالہ شیو پرشاد صاحب اور میری مجسٹریٹ
کا مکان ہے۔ آپ کھتری صاحبان میں سب سے مغزز اور ممتاز خاندان کے ممبر ہیں یعنی راے بہادر لالہ
رام کشن اس صاحب متوفی کے جانشین ہیں آپ کے اخلاق اور عادات کا ہر شخص مزاج پر آپ بہت بڑے رواسا د شہر میں سے
گئے جاتے ہیں آپ کے مکان کے محاذ میں ایک مسجد ہے اور اسکے نیچے دوکانیں واقع ہیں۔ مسجد وقف ہے۔ دوکانوں
کا کرایہ راے بہادر صاحب کی ملکیت ہے خدا جانے کیا قہقہہ ہے آگے بڑھ کر
راے بہادر لالہ ہر حیدان سنگھ صاحب پائیس پریسڈنٹ میونسپل کمیٹی اور بھی مجسٹریٹ
کا مکان ہے آپ بھی کھتری صاحبان کے منتخب آدمیوں میں سے ہیں اور شہر کے اہل ہندو صاحبان کے مغزین لوگوں
میں شمار ہوتے ہیں۔ نیز اور میری مجسٹریٹ اور وائس پریسڈنٹ گیسٹی ہیں۔ آگے تین کانوں کے اوپر ایک

بڑوالی مسجد

واقع ہوا ان تینوں دوکانوں کا کرایہ تقریباً چھ سو پچیس روپے ہوا انجنیویر اسلام میں جاتا ہے اور وہی سکی لگائی کرتی ہے
اور جو شخص اس مسجد میں رہتا ہے چار سو پچیس روپے ہوا اسے اسکی خدمت کی جاتی ہے۔ آگے جا کر پھر رات باغ دیوار
سے ہو کر لالہ رام کشن صاحب کے دھرم سالہ کو ہوتا ہوا چھتہ جاں تار خان جانے والی سڑک میں
جالا ہے۔ یہی سڑک پر لالہ چھمی نرائن صاحب میونسپل کمشنر
کی کوٹھی ہے۔ آپ بھی کھتری صاحبان کے ممتاز ممبروں میں سے ہیں۔ بااخلاق خوش وضع
بامروت شخص ہیں۔ میونسپل کمشنر بھی ہیں۔ کٹرہ نیل کے محاذ میں

مطلب وقت تھا حکیم صاحب طرح کھیلتے تھے اتنے میں ڈولی آئی حکیم صاحب بنض دیکھنے کیلئے ڈولی میں ہاتھ ڈالا اور بنض پر ہاتھ رکھتے ہی فوراً ڈولی کا پردہ الٹ دیا اور فرمایا کہ قطارہ ڈولی میں ٹھیکر آئی ہے اس کے علاوہ بہت سے قصور شہر میں چونکہ حکیم صاحب کا مزاج بڑا ہوا تھا اکثر ایسی باتیں سرزد ہوتی تھیں کہ بعضوں کو ہنستے ہنستے کچھ دوا بتا دیتے اور وہ لوگ مزاج سمجھتے اور درحقیقت وہ انکا علاج ہوتا تھا۔ غرض تمام ہندوستان میں آپکا سکہ بٹھا ہوا تھا۔ حکیم محمود خان صاحب علاوہ علمی لیاقت و ذاتی شرافت کے فقیر دوست درویش نواز تھے۔ ہیروں کی مطلق پروانہ کرتے فقیروں کا دم بھرتے۔ دیوبند ضلع سہان پور میں شاہ صاحب ایک مجذوب صاحب خدمت تھے حکیم صاحب ہمیشہ ولی سے دیوبند تشریف لیجاتے اور سیاہ و پاکئی کئی روز تک ان کے ساتھ رہتے۔ حکیم صاحب خطہ عبدالرحمن صاحب بنیا جو کہ کمال فقرا اور عظام مشائخ سے تھے جنکا بزرگ حضرت سلطان نظام الدین علیہ الرحمۃ کی خانقاہ کے قریب ہی مر رہے اور انکا وظیفہ فرمایا ہوا حکیم صاحب ہمیشہ بعد مغرب وظیفہ رکھتے تھے اونکے بعد اونکے صاحبزادہ حافظ الملک حکیم عبدالجبار خاں صاحب مرحوم کا بھی طریق رہا غرض کہ حکیم محمود خاں صاحب نہایت آزاد متغنی المزاج تھے یہ فقرا کی صحبت ہی کا اثر تھا۔ دوا کا محض بیانہ تھا اور جو مر ایض آتا بہت جلد شفا پاتا حکیم محمود خاں صاحب نے اپنے بڑے صاحبزادے

حافظ الملک حکیم عبدالحمید خان صاحب

مطلب میں بیٹھے۔ علی علی وجاہت نے زبانیہ کو سن کر لیا اس خاندان میں یہ بات بھی قابل تعریف ہے کہ بزرگوں کے لوگوں سے مطلق نفیس نہیں لیتے امیر غریب سب کا علاج برابر سلیط تشفی اور تسلی سے کرتے ہیں۔ حکیم عبدالحمید خان صاحب نے اپنے زمانہ میں مطلب کو وہ رونق دی کہ دور دور کی تشخیص اور خلق خداداد کا ڈنکان بج گیا وہی حکیم صاحب نے اپنے آبا و اجداد کے نام کو روشن کر دیا چونکہ ولی لکھنؤ کے اہل کمال میں ابتدا سے چشم کجلی آتی ہے شوگر کی باہمی مناظروں سے کتابیں بھری پڑی ہیں اعتقاد کے خیال سے بھی باعموم تضاد کی نسبت ہے اسلئے اکثر بعض معوق بڑوں کے اچھا سے مقابلہ ہوتا مگر کوئی لگانہ کھاتا۔

تیسرے ہجری مطابق ۱۲۷۴ء میں آپ نے ایسے بڑے اور مفید کام کی بنیاد ڈالی جس سے تمام ہندوستان آپکا ممنون احسان ہے یعنی ۳۴ جون ۱۲۷۴ء میں مدرسہ طبیعت کی بنیاد ڈالی اور ایک بڑا جلسہ کیا جس میں مغزین سربراہان و لوگ شریک تھے۔ اس جلسہ میں مدرسہ کا افتتاح ہوا

ہنایت فاضل وقابل آدمی ہیں۔ ہنایت کی بحث باخلاقی۔ باحیثیت۔ ویندار۔ علم طب میں طاقتور
ریاست بردواں وغیرہ میں عرصہ تک تعلق رہا اگر آپ ملی ہی میں مطب فرماتے ہیں آپ کے چھوٹے بھائی

حکیم احمد سعید خاں صاحب

ہنایت لائق۔ فائق۔ نوجوان۔ علم طب میں فارغ التحصیل ہیں جس مکان میں حکیم و ہسل خان صاحب پہلے
مطب کرتے تھے آپ وہاں مطب کرتے ہیں۔ آپ کی ذہانت اور جودت طبع اور توجہ و اخلاق کی وجہ سے
تھوڑے ہی عرصہ میں مطب کو ہنایت رونق ہو گئی ہے ایک دو دفعہ بدیغ بیج کر بھی معرکہ کے علاوہ
کیتے ہیں علاوہ خاندانی اعداء کے شہر کے میونسپل کمشنر اور مختلف اسلامی انجمنوں کے ممبر ہیں۔
آپ تراہمہ آگیا ہے ایک یہ رستہ ہر جس سے آ رہے ہیں شرقی جانب قاسم جان کی گلی ہے اور سید باریات
جنوب میں حکیم عبد المجید خاں صاحب کے مکان کے برابر چاؤرخی میں چلا آتا ہے اول قاسم جان کی
گلی کا حال بیان کرنا ضرور ہے مگر چونکہ مدرسہ طبیبہ واقع ہے اور اس کا تعلق خاص جناب حکیم صاحب
مرحوم سے ہوا ہے اقل حکیم صاحب کے دو لفظ کا ذکر کرتے ہیں۔ حکیم غلام رضا خان صاحب کی چوبلی
سے آگے بڑھ کر بائیں ہاتھ شرقی جانب۔

حاذق الملک حکیم عبد المجید خاں صاحب مرحوم کی چوبلی

کی چوبلی پر آپ شریف خانی خاندان کے فرزند تھے۔ دلی کے تمام اطباء بلکہ ہندوستان کے مشاہیر حکماء ریوانی میں
حکیم محمد شریف خان صاحب کا خاندان مانا ہوا معروف و مشہور ہو اور وہی حکیم شریف خاں صاحب اپنے
زمانہ میں بچتا تھے ایک فن طبیبی نہیں بلکہ دیگر علوم میں بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے بہت سے سائل اور
آپ کی تصنیف میں مگر طبع نہیں ہو۔ شرح اسباب پر آپ کا مسودہ حاشیہ موجود ہے عنقریب طبع ہوگی
امید ہے۔ حکیم شریف خان صاحب کے بعد ان کے صاحبزادہ حکیم صادق بلخان صاحب نے مطب سنبھالا
اور اپنے والد مرحوم کی طرح زمانہ میں نام پیدا کیا ان کے بعد ان کے صاحبزادہ حکیم محمود خاں صاحب کا مشہور
دور دور کے اطباء لوہان گئے تشخیص امراض کے ساتھ قیافہ کو اتنا دخل تھا کہ دور سے مریض کی
صورت دیکھ کر اس کا مرض بتا دیتے ہر شخص کو اس کی حیثیت کے موافق نسخہ دیتے یا نسی میں دلی
حاصل تھا کہ علاوہ امراض کے اور بہت سی باتیں بتا دیتے تھے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک صاحب
نے محض امتحان کے لیے ایک ریڈی کو ڈولی میں بٹھا کر کہاں ساتھ کر حکیم صاحب کے مطب میں لایا

علاج کے لئے آتے ہیں گویا آپکا دیوانخانہ مریضوں غریبوں اور ہر قسم کے اہل حاجات کا لُجّا بنا ہوا ہے
خدا سے تعالیٰ ایسے کرم خاندان کو ابد الابد تک قائم رکھے۔
حکیم صاحب کے دیوانخانہ کے مقابل دوکانوں کے اوپر نہایت خوبصورت مسجد پر حکیم صاحب رحم کی سعی سے
ابیں نہایت رونق ہو گئی ہے اب پہلے قائم جان کی گلی میں چلتے اسکے بعد حکیم صاحب کے مکان
سے چاوڑی میں آجائیں گے۔

گلی قاسم جان

میں بڑے بڑے شریف لوگ آباد ہیں گلی میں گھسکدائیں طرف مدرسہ عنایت اللہ خاں اس سے آگے

غلام بنی خاں صاحب

کامکان پر آپ خاندانی نہیں ہیں۔ لائق۔ فائق باوضع شخص میں نواب محمد سعید خاں صاحب سے قربت
رکھتے ہیں ان کے مکان سے آگے بائیں جانب

نواب محمد سعید خاں صاحب طالب

کی حویلی پر نواب صاحب موصوف نواب محمد ضیاء الدین خاں صاحب بہادر مرحوم کے صاحبزادہ رؤسا و لوہارو میں سے
ہیں نہایت ذہین۔ ذکی۔ ذی علم۔ خوش طبع۔ خوش مزاج۔ موزون طبع۔ بلند خیال شخص ہیں۔
مرزا غالب مرحوم سے تلمذ رکھتے ہیں۔ طالب تخلص کرتے ہیں۔ نہایت پاکیزہ کلام ہے۔ ہائینو
روپیہ ماہوار ریاست سے وظیفہ پاتے ہیں۔ آپ کے مکان سے آگے۔

نواب شجاع الدین خاں صاحب تالان

کامکان پر نواب صاحب موصوف نواب شہاب الدین خاں صاحب مرحوم کے خلیفہ اکبر اور نواب ضیاء الدین خاں
مرحوم بنیرگان میں سے ہیں۔ نہایت خوش خصال شیریں مقال۔ خوش طبع۔ خلیق آدمی ہیں فن شعر
میں دستگاہ کامل رکھتے ہیں تالان تخلص کرتے ہیں۔ چار دیوان ضخیم النوع سخن پر سخن آپکی ادب کا
موجود ہیں۔ طبیعت آپکی بدجہ غایت حاضر ہے حتی کہ روزانہ تقریباً چارپن ساٹھ شعرا و فن توجہ سے کہہ لیتے
ہیں اور اس فن میں نواب حسین علیخان مرحوم شادان تخلص اور آواز اور فصیح الملک و لغ و ہلوی سہروردی تلمذ ہے۔

اور بعد ازاں روز افزوں ترقی ہوئی شروع ہوئی گوکہ میں کئی مدرس لائق رکھی گئے مگر قانون شیخ حکیم صاحب خود پڑھاتے تھے باوجود مریضوں کی کثرت اور ضروری کاروبار کے طلباء کا سبق ناغہ نہ کرتے ہمیشہ اپنے معمول پر سبق پڑھاتے مسائل طبیبہ اور ضروری کارآمد قانون کے مضامین بر زبان یاد دہتے پڑھاتے وقت عجیب عجیب نکات بیان کرتے۔ خوبصورتی خوب سیرتی۔ خوش بیانی۔ خوش اخلاقی بہت ہی صفتوں کے موصوف تھے بڑے حید طلباء فارغ التحصیل آپ کے حلقہ درس میں شامل ہوتے اور نہایت خوش ہو کر جاتے اکثر لوگوں نے آپ کی تقریریں بھی ہیں وہی عجیب غریب باتیں بیان فرمائی ہیں حکیم صاحب کے حلقہ درس میں پٹھکر بلابالغہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ بوعلی سینا بھی بیان کرتا تو اتنا ہی کرتا۔ انہیں کھفتہ کی وجہ سے آپ نے بہت بڑا اعزاز پیدا کیا سرکار دولہذا انگریزی سے حلقہ الملک کا خطاب عطا ہوا مگر فوس ۲۳ صبح الاول ۱۳۸۵ ہجری روز پنجشنبہ فجر کے وقت انتقال فرما گئے۔ اب آپ کے جانشین

حکیم واصل خاں صاحب ریس دہلی

میں جو حکیم محمود خان صاحب کے ننھے صاحبزادہ اور حلقہ الملک مرحوم سے جھوٹے بھائی ہیں۔ آپ کی نہایت صداقت محتاج بیان نہیں اپنے بہائے صاحب کے قدم بقدم ہیں گویا آپ میں اور حکیم صاحب مرحوم میں سرسبز تفاوت نہیں بلکہ اخلاق کے لحاظ سے کئی درجہ بڑے ہوئے ہیں چونکہ آپ اپنے والد بزرگوار کی زمانہ سے مطب کرتے ہیں اور آپ کے والد کو آپ سے خاص نسبت تھی اسلئے آپ کو خاص نسبت اپنے بڑے بہائے صاحب کے انتقال کے بعد خاندانی مطب کی مسند پر آپ ہی متمکن ہیں اسی طرح سکر کی اول جماعت کو قانون غیرہ کا درس دیتے ہیں غرض جملہ امور احسن الوجہ انجام دیتے ہیں۔ کیوں نہ ہو اس خانہ تمام آفتاب است ✽ آپ کے دوسرے بھائی

مولوی حکیم حافظ اجمل خان صاحب

میں۔ جنگی علمی قابلیت اور مباحثات کی حالت اور تائید اور خلاق روشن خیالی۔ سنجیدگی طبع نہ شمر بلکہ تمام ملک کو تسلیم ہے اور آپ کے متعلق یہ ضرب المثل مشہور ہے کہ یہ شخص شرف خاندان ہوا ہر فن طبع کے ساتھ منطق و ادب میں بھی یدِ گہولی رکھتے ہیں۔ اردو۔ فارسی۔ عربی زبان میں اشعار لکھتے ہیں حقیقت میں ایسی جامع قابلیت کا آدمی مشکل سے پیدا ہوتا ہے۔ آپ کے اخلاق آپ کے اوضاع و اطوار نہایت ہی تعریف کے قابل ہیں بحیثیت طبیب باشتی حضور نواب صاحب بہادر امپور آپ کا رامپور میں قیام رہتا ہے دور دور سے لوگ

تفسیر حقانی۔ نامی شرح حسامی وغیرہ بہت سی کتابیں آپ کی تصنیف ہیں۔ مناظرہ ہے خاص طور پر
 مناسبت ہو تحریر تقریر دونوں ترفیق کے قابل ہیں سابق میں مدت تک مدرسہ فقہوری کے صدر مدرس رہے
 آپ مکان پر رہتے ہیں مسئلہ کے طور پر دو چار سبق بھی پڑھاتے رہتے ہیں حیدرآباد سے متعلق تالیفات
 ہیں تمام شہر اور بیرونجات کے مغزین آپکا اعزاز کرتے ہیں۔ نہایت لائق فائق نے تکلف شخص
 ہیں آگے بڑھ کر دینس طرف کوٹھی نواب لوہارو اسکے محاذ میں کوچہ رانمان و جوگی وارہ
 واقع ہیں ہی کوچہ میں میر معظّم صاحب کا مطبع فاروقی ہے اس میں اکثر دینیات کی کتابیں
 طبع ہوتی ہیں۔ میر صاحب توصیف نہایت شریف ینگ بخت سنگر المزاج آدمی ہیں۔ اس سے آگے
 بایں جانب گلی تجو خان ہے اس سے آگے بارہ وری کو رہتہ چلا جاتا ہے اس میں قاضی ابوالخیر
 خلیفہ قاضی محمد میر صاحب جیسی نظامی کامکان ہے۔ آپ نہایت جوان صالح ہیں اس سے آگے
 بھاٹک رشید خان ہے یہ رہتہ نئی ٹرک کو کاٹتا ہوا ایوانہ میں جا ملتا ہے اس سے آگے
 خویلی شیر افگن خاں ہے اس میں مطبع نظامی ہے اس سے آگے دائیں جانب گلی رہے
 باد شیبو سہا ہے بل پھر بائیں جانب کٹرہ گردھر محل۔ دائیں جانب لوٹخارہ و لوہان
 اسکے محاذ میں گلی بڑوالی بھر دین جانب گلی میران والی آگے بدین ٹرک کٹرہ بلاتل
 اس سے آگے گلی دلکشہ راے خزانچی اس کے مقابل دائیں جانب گلی پاسباں۔ آگے
 یہ رہتہ چرخہ والوں میں ہو کر لونیوں کے بازار سے نکل کر چاڑھی میں جا ملتا ہے اور دائیں طرف
 گلی چکر پتیا میں ہو کر چاڑھی میں آتا ہے یا محلہ دتاں سے نکل کر قاضی کے محض پر آ جاتا ہے
 بابو کدرا ناتھ صاحب وکیل بھی اسی طرف رہتے ہیں۔

آب پھر جائن چوک میں چلے دایں جانب نیشنل کٹرہ ہے بائیں طرف بازار بلباران واقع ہے
 فقہوری کی طرف جاتے ہیں اس موقع پر آگے نکل کر کوچہ مرجع ناگھتہ ہے اس میں راسے بہادر
 لالہ ہر دیان سنگھ صاحب دائیں پریسڈنٹ کمیٹی کی کوٹھی ہے آگے دایں جانب کٹرہ ریلوے
 پھر بائیں جانب ینگ بنگال ہے شہر میں یہ بینک بہت نامی ہیں۔

سرکاری لین دین ہی اسی سے ہوتا ہے اس سے آگے بائیں جانب نیشنل بینک ہو دایں جانب
 کوچہ گھاسی رام ہے اس میں عموماً کھتری صاحبان رہتے ہیں۔ اسی میں بھروں کا مندر ہے
 لالہ شبنم ناتھ صاحب اینسپل کشر بھی ہیں رہتے ہیں۔ آگے بائیں جانب عیولی حیدر قلی
 ہے اس میں لالہ کنڈن لال و کشر لعل صاحبان ٹھیکہ دار سرکاری رہتے ہیں۔ سامنے

یاست لوہارو سے معقول وظیفہ پاتے ہیں۔ آپ کے حقیقی چھوٹے بھائی

نواب سراج الدین خان جہاں سائل

آپ نواب شہاب الدین خان مرحوم کے بچھلے صاحبزادے ہیں۔ صاحب لیاقت و ذہانت تیس زادہ ہیں فارسی زبان میں دستگاہ کامل رکھتے ہیں۔ آردو۔ فارسی دونوں زبانوں میں مرزا عالم گم کی طرز پر تحریر فرماتے ہیں۔ اس سے آگے باتیں جانب جو ملی کالے صاحب ہو۔ اس میں متفرق لوگ رہتے ہیں اس دایں جانب خان بہادر ڈپٹی ہادی حسین خاں صاحب کی جو ملی ہو۔ آگے بڑھ کر دایں طرف

مدرسہ طیبہ

واقعہ یہ کہ ۲۵ شوال ۱۳۳۱ ہجری مطابق ۲۳ جون ۱۹۱۱ء سے جاری ہو اسکے بانی حکیم عبد المجید خاں صاحب مرحوم ہیں انہیں دو لائق ڈاکٹر اور تین مدرس تعلیم دیتے ہیں۔ یونانی ڈاکٹری دونوں پڑھائی جاتی ہیں۔ جماعت اول کو حکیم صاحب مرحوم خود پڑھاتے تھے اب انہی جگہ ان کے بھائی حکیم واصل خاں صاحب پڑھاتے ہیں اور حکیم صاحب مرحوم کی جگہ آپ ہی سرکاری ہیں۔ کس مدرسہ کا خرچ تقریباً ۲۷۵ روپیہ ماہوار ہے۔ سو روپیہ کی کمیٹی سے امداد ملتی ہے۔ طلباء وظیفہ بھی ملتا ہے۔ ابتداء سے مدرسہ آج تک جوڑا ہی طالب علم تکمیل کی سند پا چکے ہیں۔ اور مختلف مواقع میں مطب کر رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ اس حبشہ فیض کو قائم رکھے۔ اس سے آگے

نواب بدھن صاحب

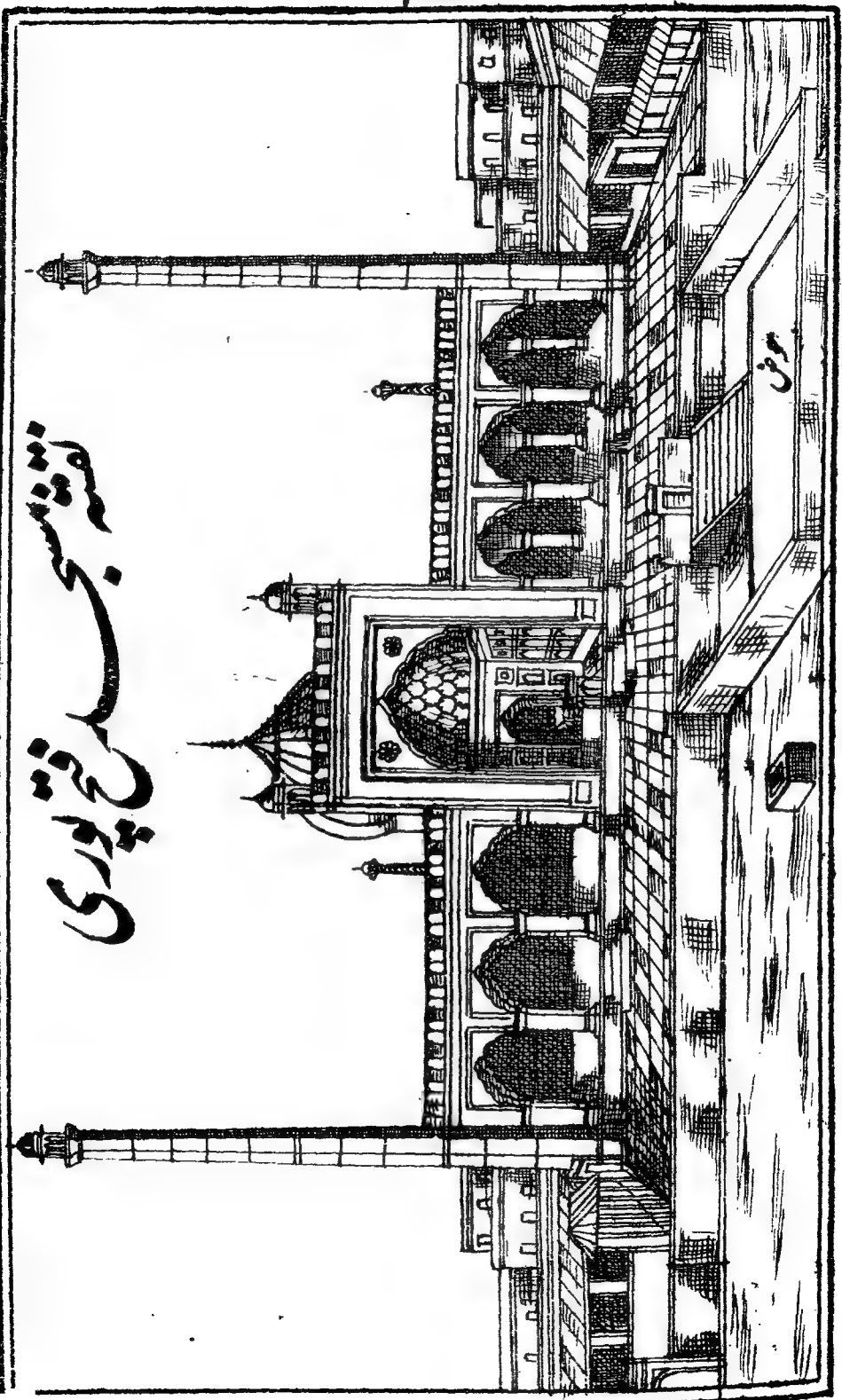
کی جو ملی ہو آپ نہایت لائق خالق خاندانی شخص ہیں روسائے لوہارو سے قریبی قربت رکھتے ہیں نہایت خلیق منکر المزاج فقیر دم اور فقیر دست آدمی ہیں۔

آپ یہ رہتے آگے بڑھ کر لال گویں کے بازار میں جا ملا ہے۔ قائم جان کی لگی ختم ہو گئی۔ اب حکیم صاحب کے مکان سے چاؤڑی کی طرف چلیے۔ دایں جانب کٹرہ عالم بیک اس سے آگے

مولانا ابو محمد عبد الحق صاحب تفسیر حقانی

کا مکان بڑا آپ نہایت ذی وجاہت انخاص میں شمار ہوتے ہیں معقول معقول میں کامیاب کہتے ہیں

تخت جمشید



مسجد فتح پوری

نظر آتی ہے۔ یہ مسجد اس بازار کے ختم ہر واقع ہے۔ نہایت عمدہ۔ خوبصورت۔ سنگین سر سے پاؤں تک سنگ مرمر کی بنی ہے تمام صحن اور دونوں والاؤں کا فرش بھی سنگ مرمر کا ہے۔

اس مسجد کا طول ۵۴ گز اور عرض بائیس گز ہے کنبہ کے دونوں طرف تین تین در کے ایوان ایوان میں کرسی اور اجارہ میں بہت کاری ہوئی ہے۔ دونوں گونوں پر بیس بیس گز کے دو منارے ہیں جو نہایت خوشنما ہے ہیں۔ صحن کے آگے گولہ گز سے چوڑا گز کا حوض ہے۔ ان میں چاندنی چوک کی نہر سے پانی آتا تھا اب چار پانچ سال سے بند ہو گیا ہے۔ مسجد کے دائیں بائیں دالان اور طابعلوں کے رہنے کے جوڑے بنے ہیں نقطہ سے اسکی خوبی ملاحظہ فرمائیے۔

یہ مسجد نواب فتح پوری محل یکم صاحبہ زوجہ شاہجہان بادشاہ نے بڑائی ہے اسکے متعلق بہت مٹی کانیں میں نذر کے زمانہ میں یہ دو کانیں ضبط ہو گئی تھیں اور پھر ۱۹۰۳ء کو بیہ کو نیلام ہوئیں لالہ جہانل صاحب نے خریدیں اسکے بعد ۱۹۱۲ء یا ۱۹۱۳ء میں انجنیئر رشیدین صاحب کل اسلامیہ دہلی کی طرف سے جس میں خواجہ علی احمد اعراری وغیرہ شریک تھے واگڈاشت جاداد واقعی اور عدم نفاذ نیلام کی درخواست دی گئی چنانچہ اس درخواست پر سرکار دولہ دار نے کامل توجہ اور پورا خیال فرما کر اس جاداد کو لالہ جہانل صاحب سے بجا اب ۵۰ سینکڑہ سود ایک لاکھ دس ہزار روپیہ کو خرید لیا اور اسکی عوض میں ایک گاؤں علاقہ بول میں دینا جاہالہ صاحب اسکے لینے سے انکار کیا سرکار نے ۱۹۱۳ء میں اس جاداد کو تحصیل کے قبضہ میں دیدیا۔ گریہ کی آمدنی وغیرہ جمع ہوتی رہی پھر اس گاؤں کو اپنے طور پر ایک لاکھ پچیس ہزار روپیہ کو نیلام کر دیا اور ۱۹۱۵ء ہجری میں ایک لاکھ دس ہزار روپیہ صلہ و باقی سود وغیرہ لالہ صاحب کو وکرا باقی ایک ہزار پانچ سو روپیہ اور مسجد کی کل جاداد میں ممبروں کی نگرانی میں دی ای اسوقت سے برابر دس ممبر چلے آئے ہیں اس موقع پر سرکار دولہ دار کی وکرا دلی اور عسیت نوازی تحسین کے قابل ہے۔ اسوقت اسکے ممبر تین

- ۱۔ شہزادہ مرزا ثریا جاد صاحب اور زبیری مجسٹریٹ و میونسپل کمشنر دہلی۔
- ۲۔ خان بہاد محمد اکرام اللہ خاں صاحب سب رجسٹرار و زبیری مجسٹریٹ و میونسپل کمشنر
- ۳۔ خان بہاد ڈی پی محمد الہی بخش صاحب و ایس پریسیڈنٹ و او زبیری مجسٹریٹ
- ۴۔ خاں صاحب حکیم ظہیر الدین احمد خاں صاحب او زبیری مجسٹریٹ و میونسپل کمشنر
- ۵۔ منشی محمد کرم اللہ خان صاحب رئیس دہلی۔

اور تلک جاری تھا۔ بعد وفات پھر بھی اپنے پیر کی قبر کے برابر دفن ہوئے ماتی اور نزار اچکے مریدوں اور عقیدتمندوں کے ہندو دفنوں حضرات کا عرس سچ الاول کی آٹھویں شب اور نویں دن کو ہوتا ہے پچیس روپیہ سالانہ بابت مصارف عرس اور دو روپیہ ماہوار بابت جاربکشی وغیرہ مزارات محمد عمر نقیب کو آمدنی مسجد فتحپوری سے ملتے ہیں۔
مسجد فتحپوری کے شمالی دروازہ کے سامنے کا

بازار کھاری باولی

کہلاتا ہے۔ یہ بازار تقریباً ۵۶۰ قدم کے طول میں واقع ہے اس بلیج اور گلی کی بڑی بجاری منڈی ہر ہفتہ ہفتوں کی بڑی بڑی دوکانیں ہیں۔ اسکے آگے بڑھ کر دائیں جانب ٹھہرید مارچ ہے۔ اس گلی کی منڈی ہر اس سے آگے گلی کھاری باولی مشہور ہے۔ بیشتر اچکے سات منزلیں کی باولی تھی ۹۵۰ ہجری میں شیر شاہ اور اسکے بیٹے سلیم شاہ کے عہد میں بنی تھی اب دوکانیں لگنی ہیں باولی کا نشان تک نہیں رہا اسکے نام سے بازار موسوم ہو گیا ہے۔
اس سے آگے دائیں جانب کٹر حسین بخش ہے۔ اسکے محاذ میں گلی تبا شہ واقع ہے اس میں کھانڈ اور یوٹری شالے۔ تبا شے والے اور آچار اور ربے والے بیٹھتے ہیں۔ اسی گلی میں

خان بہادر شمس العلماء مولوی ڈپٹی نذیر احمد

صاحب - ایل - ایل - ڈی

کا مکان ٹکڑا پر و ساء شہر دہلی میں سے ہیں۔ اصل وطن ضلع بجنور ہے۔ بچپن سے تحصیل علم کا شوق تھا۔ قرآن اور فارسی اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی پھر مولوی نصر اللہ خاں مرحوم سے جو اس زمانہ میں بجنور کے ڈپٹی کلکٹر تھے علم نحو میں شرح ملا جامی تک اور منطق میں میر تقی علی تک اور فلسفہ میں میڈی تک کتابیں پڑھیں اسکے بعد ملک اندام میں دہلی پنجابی کٹرہ کی اکبری مسجد میں (جو غنہ کے بعد ٹوٹ جھوٹ گئی) اگر طلباء کے زمرہ میں شامل ہوئے۔ اسکے بعد کوشش اور سعی کر کے دہلی کالج عربی کی دوسری عجلت میں داخل ہوئے اور عرصہ تک بقیہ تکمیل علم میں مشغول رہے تکمیل علوم کے بعد بڑے بڑے عہدوں پر تھیں مولوی ڈپٹی کلکٹر وغیرہ پر مامور رہے۔ اسکے بعد حیدر آباد میں ایک منصب قبول پر مقرر ہوئے ورنہ بننے کے بعد دہلی اگر تعلیم و تدبیر میں تا این دم مصروف ہیں۔ ان کی تصنیفات متعدد کتب سے ہیں

علاء نواب فیض احمد خان صاحب رئیس دہلی۔

علاء خان بہادر مولوی محمد انوار الحق صاحب رئیس دہلی۔

علاء مولوی حافظ حکیم اجل خان صاحب۔

علاء حکیم لطیف حسین خان صاحب۔

علاء حاجی احمد اسحاق صاحب سوداگر صدر بازار دہلی۔

اس مسجد میں مدرسہ عربی قائم ہے۔ یہیں چار مدرسہ عربی ایک مدرسہ فارسی ایک مدرسہ قرآن کل چھ مدرسے لازم ہیں مسجد کے کل آمدنی لکھنؤ روپیہ باہا ہے یہیں سے تورو روپیہ مسجد میں خرچ ہوتے ہیں اور دو سو پچاس روپیہ مدرسہ کے صرف میں آتے ہیں باقی روپیہ حج رہتا ہے اور وقتاً فوقتاً حسب ضرورت مسجد کے کام میں آتا ہے تمام مجرب و بابت دار امانت دار بے غرض محض خدا کی واسطے سعی کر رہا ہے اپنی ضروریات پر مسجد اور مدرسہ کی ضرورتوں کو ترجیح دینے والے ہیں خواجہ خلائق ہیں مگر میرے نزدیک ایک ایسے عالم کے جہتم ہونے کی ضرورت ہے جو دینی تعلیم کا دلدادہ زمانہ کی ضرورتوں پر نظر رکھنے والا۔ تعلیمی نصاب کی پوری اصلاح کرنے والا ہو۔

حضرت مسجد سے ذرا بچا ہوا ایک احاطہ میں

حضرت میراں شاہ نانوں رحمۃ اللہ علیہ

کا مزار ہے آپ حضرت شیخ حکیم اللہ جہاں آبادی علیہ الرحمہ کے ہم عصر ہیں۔ آپ کا وطن تھانیسر ہے۔ اور سلسلہ نسب کئی دہائیوں کے حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری علیہ الرحمہ سے جا ملتا ہے۔ آپ ظاہری و باطنی کمالات حاصل کر کے شاہ جہاں آباد میں ولادہ ہوئے اور جریم مسجد فتحپوری میں ایک حجرہ میں سکونت اختیار کی رفتہ رفتہ آپ کی کرامات اور فیوضات باطنی کا یہاں تک شہرہ ہوا کہ چھوٹے بڑے سب آپ کی خدمت میں عیقتہ حاضر ہو کر فیضیاب ہونے لگے۔ بہت عرصہ تک برابر فیض جاری رہا آخر تقریباً اتنی برس کی عمر میں وصال ہوا۔ اسی احاطہ میں مدفون ہوئے۔ آپ کو بعد آپ کے خلیفہ

شاہ جلال علیہ الرحمہ

نے آپ کے حجرہ میں مسند خلافت پر بیٹھ کر تمام عمر یاد الہی میں بسر کی اور تا انتقال اہل دنیا کی طرف التفات نہ کی۔ باوجود توکل کے تمام کے وقت مساکین و فقرا کو آپ کی طرف سے کھانا تقسیم ہوتا تھا

۱۹۰۲ء کے دن مغرب عشا کے درمیان ایک سو دو برس کی عمر میں انتقال فرمایا آپ کے جنازہ کیساتھ بہت بڑا ہجوم تھا۔ شیدی پورہ میں اپنے فرزند مولوی شریف حسین صاحب مرحوم کے سرہانے دفون ہوئے آپ کے صاحبزادہ مولوی شریف حسین صاحب مرحوم تو آپ کے سامنے ہی تسلیہ ہجری میں حلت فرما گئے تھے اس وقت آپ کے پوتے مولوی عبدالسلام صاحب مسجد کی امامت کرتے ہیں اور دستور طلبہ کو پڑھاتے ہیں اس وقت ۱۷ صاحب زوم کے عدم بھوم ہیں علماء کی خدمت اور درس تدریس کی پوری قابلیت رکھتے ہیں مولانا مرحوم کے خویش

مولوی میر شاہ جہاں صاحب

کامکان بھی ہیں آپ نہایت لائق فائق شخص ہیں فارسی میں دستگاہ کامل رکھتے ہیں مطلب بھی کرتے ہیں۔ فن شعر میں کمال رکھتے ہیں۔ مولوی سید محمد صاحب مرحوم امام جامع مسجد کبڑے صاحبزادہ سید محمود مرحوم کی شادی آپ ہی کی دختر نیک اختر سے ہوئی تھی۔ اسی محلہ میں

مولوی حفیظ اللہ صاحب

کامکان ہے آپ بہت بڑے لائق فائق شخص ہیں پڑانے لوگوں کے یادگار ہیں۔ پیر کے دن مسجد نہر سعادت خان میں وعظ فرماتے ہیں۔ صرف سبائل بیان کرتے ہیں۔ اسی محلہ میں

حاجی عبدالرزاق صاحب

سوداگر کلکتہ کامکان ہے آپ پنجابی صاحبان کے اعلیٰ طبقے میں شمار ہوتے ہیں آپ کی بہت بڑی کوٹھی کا تجارتی کاروبار کلکتہ میں ہے ایک جہاز بھی آپ کا چلتا ہے۔ نہایت خلیق۔ باحوصلہ۔ مخیر۔ منکسر المزاج آدمی ہیں۔ دینی کاموں سے نہایت دلچسپی رکھتے ہیں اور خوشی سے شریک ہوتے ہیں اسی محلہ کی دوسری گلی میں

حاجی عمر حیات صاحب

کامکان ہے۔ آپ بھی پنجابی صاحبان میں مغز اور دیندار شخصوں میں تصور کئے جاتے ہیں بہت بڑے نیک صالح بابرکت مخیر شخص ہیں۔ اکثر بزرگان دین کے عرسوں میں اپنی طرف سے حافظ امین الدین صاحب ڈیرے خٹکے ذریعہ سے روٹی تقسیم کرتے ہیں۔ بزرگان دین کی آستانوں کی خدمت کو اپنے لیے نجات کا باعث جانتے ہیں۔

تعلیم نسواں میں مرآت العروس - بنات النعش - تلوۃ النصیح - منتخب الحکایات اور علم صرف میں التعلیم فی الصرف اور منظر میں مبادی حکمت اور ناول میں آبن الوقت اور مختصات اور رویاے صادقہ اور مجموعہ لکچر وغیرہ مشہور و معروف کتابیں ہیں۔ اب حال میں آپ نے کلام اللہ شریف کا ترجمہ بامحاورہ سلیس ہار دو زبان میں تین سال کے محنت اور عرق ریزی سے درست کر کے طبع کرایا ہے اور کئی دفعہ طبع ہو چکا ہے۔ نہایت نفیس ترجمہ ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ مقدود آیات کے ترجمہ میں علمائے محققین کو کلام ہے جسے وَمَا ذَمِّیْتَ اِذْ ذَمِّیْتَ لَکِنَّ اللّٰهَ ذَمَّنِیْ - ٹوٹی صاحب اس موقع پر رمی کا ترجمہ میر بھینکنا کرتے ہیں اسی قسم کے اور چند موقع ہیں جو ابھی تک فروگزاشت ہو رہے ہیں مگر ڈپٹی صاحب کی نصف نواہی سے بلکہ کامل مید ہے کہ ذرا توجہ فرما کر اس خوشہ کو درج کر دینگے اور اپنے ترجمہ کو عام مقبولیت کا زیور پہنائیں گے غرض ڈپٹی صاحب اپنی ذاتی قابلیت اور علمی لیاقت میں یگانہ روزگار ہیں خصوصاً فن ادب میں اجتہاد دخل رکھتے ہیں۔ گلی تباشیر سے آگے بڑھ کر دائیں جانب

پھاٹک حبش خاں

واقع ہے۔ اس میں اکثر زر کوہ اور بڑے سودا گروں کی دوکانیں اور عموماً پنجابی صاحبان کے مکانات ہیں اور اکثر اہل حدیث صاحبان رہتے ہیں اس پھاٹک میں کئی گلیاں تختہ کی مسجد وغیرہ واقع ہیں ایک گلی میں۔

جناب مولانا سید نذیر حسین صاحب رحمہ

کا مکان جو آپ کا نام نامی آفتاب کی طرح مشہور ہے۔ مولانا صاحب موضوع طبع گدھ ضلع میٹیک کے خاندان سادات سے آئے۔ آپ کے بزرگ شہنشاہ اورنگ زیب کے وقت میں عہدہ قضا پر مامور تھے ٹھیک طور پر معلوم نہیں ہو سکتا کہ آپ نے باقاعدہ تعلیم کس سے پائی ۱۳۳۶ء ہجری میں جو وقت مولانا شاہ سید احمد صاحب بریلوی اور شاہ اسماعیل صاحب شہید دہلوی پٹنہ میں پہونچے تو آپ پٹنہ میں موجود تھے ۱۷ برس کی عمر تھی دونوں حضرات سے شرف نیاز حاصل کیا پھر الہ آباد میں چلے آئے چھ مہینے وہاں قیام کر کے دہلی میں تشریف لائے مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب علیہ الرحمۃ کا زمانہ تھا عرصہ تک شاہ صاحب کی صحبت سے فائدہ اٹھایا اور حدیث شریف کی سند حاصل کی بنیاد پر اس کی مسجد میں مقیم ہوئے تمام کمال اہل الرسول میں گزار دی۔ ہزاروں فاراد طالب علم کو حدیث شریف کی سند عطا فرمائی تقریباً ساٹھ برس حدیث شریف کا درس دیا اب ۱۰ رجب ۱۳۳۶ء ہجری مطابق ۱۳ ستمبر

سنتہ البحری میں حرمین شریفین میں حاضر ہوئے چھ مہینہ نہیں مقیم رہے جناب حاجی امداد اللہ صاحب علیہ الرحمۃ سے بیعت ہوئے رخصت کے وقت حاجی صاحب نے اپنی کلاہ اور چار خالوادہ کی سند عطا فرمائی ج سے واپس آکر چند روز تک بھر دریں تدریس کا سلسلہ جاری کہا اسکے بعد در سے بالکل قطع تعلق کر سدا رشاد پر بیٹھے پیری مریدی کا سلسلہ جاری ہو۔ صبح کی نماز کے بعد ثنوی شریف کا درس دیتے ہیں اور آٹھویں دن جمعہ کو مدرسہ حسین بخش میں وعظ فرماتے ہیں

شیخ نور الہی صاحب مینو نسل کشنر

اسی بائجی میں

کا مکان ہو آپ بھی پنجابی صاحبان میں نہایت مشہور اور ممتاز آدمی ہیں مینو نسل کشنر ہیں مینو نسل کشنر کے کار بار نہایت خوبی کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔ آپ کا ایک انگریزی دوا خانہ بھی ہو۔ شعر و سخن کا بھی شوق ہے۔ اکثر مفید نظمیں لکھتے رہتے ہیں پورا نام تخلص فرماتے ہیں۔

حاجی محمد اسحاق صاحب سو اگر صدارت

اسکے قریب

کا مکان ہو آپ پنجابی سوداگر صاحبان میں نہایت مشہور اور بہت بڑی شہرت پر ہنگار دیندار محترم آدمی ہیں صدہا مساجد شہر اور بیرونجات کی تعمیر اور مرمت آپ کی ہمت سے ہوتی ہو۔ دینی کاموں سے آپ کو خاص دلچسپی ہو گویا دلی کے حاتم ہیں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب تہانوی ثم المسکتی علیہ الرحمۃ سے شرف بیعت حاصل ہے اکثر ذکر شغل کرتے رہتے ہیں۔ جامع مسجد اور مسجد فچوری کے ممبر ہیں۔

اسی محلہ میں

حاجی احمد جان صاحب چھتریوں والہ

کا چھتریوں کا کارخانہ ہے۔ ہر قسم کی چھتریاں تیار ہوتی ہیں آپ بھی نہایت باہمت محترم شخص ہیں۔

عقب جامع مسجد

کا نظارہ بھی تعریف کے قابل ہے۔ دیواروں کی اونچائی بڑیوں کی گولائی قطار قطار برجیوں کی خوشناتی۔ بناروں کی لمبائی عجیب عالم دکھائی ہے۔ نیچے مسجد کے ملوک موقوفہ و کانیں ہیں۔ انہی ناچ کی منڈی ہو۔ شمالی گوشہ کے متصل ایک مزار ہو۔ دھڑ کا نشان الگ ہو۔ مزار بالکل جدا ہی بعض لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ صوفی سر کا پزار ہو اور دو سر شرفی دروازہ کے سامنے لوگوں کا مصنیعی ہے۔

جس خاں کے بھانجے آگے دایں جانب کٹرہ تھکا کو اس سے آگے دایں جانب کو کٹرہ چلا
اسکے محاذ میں نیا بانس۔ آگے بڑھ کر کٹرہ دیا شکر اور کٹرہ ہنسی دھڑوا رہے ہیں۔ یہاں
لاہور، ہندوستان تھا جو ٹوٹ بھوٹ کر برابر ہو گیا فیصل کی دیواریں موجود ہیں اس سے آگے
گلا رک بکنج یہ بچ کلاں صاحب پو بی عمر کو سر پہی کی پتھر سے دیا ہندوستان کا ایک کٹرہ کھانا
ہے اس سے آگے ریل اور ہنر کا ریل اور ترکرو دایں طرف تیلی وارڈ کو سڑک جاتی ہے اس محلہ
میں بھی چھوٹا سا بازار ہے سر بازار مسجد میں مولانا عبد الکرم صاحب تشریف رکھتے ہیں۔ باہر
کے رہنے والے ہیں مدت سے ہی جگہ قیام پذیر ہیں نہایت متبرک مقدس متوکل شخص ہیں۔ تمام
علوم سے بخوبی واقف ہیں ہر فن نہایت خوبی سے پڑھتے ہیں علم حدیث بہت اچھا جانتے ہیں
مولانا رشید احمد صاحب کنگوی سلمہ اللہ تعالیٰ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں نہایت منکر المزاج تنگ
طینت آدمی ہیں عموماً پنجابی صاحبان آپکی بہت کچھ غفلت اور خدمت کرتے ہیں۔ بائیں طرف
عید گاہ اور لب نہر خواجہ باقی باللہ کو رہتہ جاتا ہے اور یہ سید صاحب بازار

صدر بازار

کہلاتا ہے اس میں بڑے بڑے پنجابی سوداگروں کی دوکانیں ہیں ولایتی سامان اور ہر قسم کا بساط خانہ اور کٹرہ
موجود ہے یہاں ہی جگہ جی محمد اسحاق صاحب جابی احمد جان صاحب وغیرہ سوداگروں کی دوکانیں ہیں

آگے چلکر
آجٹا ہوا ہنر کا کٹرہ جاتی ہے ہندو جاکر چوک قائم ہو یہاں آجٹے جی کی باغیچہ کی کہلاتی ہے اس میں

مولانا مولوی محمد کریمت خاں صاحب غلط

کا مکان ہے معتول منقول میں کامل استعداد رکھتے ہیں۔ ۱۳ برس کی عمر میں قرآن حافظ ہوئے ہیں
برس کی عمر میں تمام علوم سے فراغت پائی۔ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی اور مولانا محمد یعقوب صاحب
علیہ الرحمہ مدرس اول مدرسہ دیوبند سے حدیث شریف کی سند حاصل کی ریاضی وغیرہ مولانا سید
صاحب مرحوم مدرس اول مدرسہ دیوبند اور مولوی سید الدین صاحب بلوی سے اور معتول
کی کتابیں مولانا عبد العلی صاحب رامپوری اور مولانا محمد حسن صاحب جنہلی سے تحصیل کیں اسکے بعد
مدرسہ حسین بخش میں پانچ برس تک ہر قسم کی کتابیں پڑھائیں بعدہ درویشی کا شوق پیدا ہوا
مدرسہ کا تعلق قطع کر سنگت سید بھری میں عرب تشریف لگے دیگر مقامات کی زیارت پر مشغول ہوئے

شیخ سبحان بخش صاحب اونیری مجسٹریٹ

کامکان پر شیخ صاحب موصوف حافظ عبد الکریم صاحب القاب پٹنیں میرٹھ کے خوش ہیں شہر میں اونیری مجسٹریٹ کے عہد پر ممتاز ہیں نہایت خلیق ملنسار آدمی ہیں عرصہ سے دلی ہی میں زیادہ قیام رہتا ہے۔ آپ کے مکان متصل ہی شیخ مدرسہ مینوسپل لٹوڑ ہے۔ آپس باپنجویں جماعت تک تعلیم ہوتی ہے اسکا تعلق بھی کشمیر ہے۔ کے پیر سے آگے بڑھ کر چھپتہ شاہ جی مشہور ہے۔ آپس حمام گرم و سرد عبدالرزاق کا ہے۔ یہ سستہ سید اکھجور کی مسجد ہوتا ہے میں دایئیں بائیں جھوٹی جھوٹی کلیاں جھوٹا کناری بازار میں جا کھلتا ہے۔ اسکے محاذ میں بائیں جانب کوچہ میر عاشق ہے۔ آپس شیخ محمد اسماعیل جہا اور قاضی زکریا صاحب مرحوم اور حافظ نور الدین صاحب اور شیخ جمال الحق وغیرہ شرفاء لوگوں کے مکانات ہیں۔ اسکے آگے دایئیں جانب طوٹی کی دوکان کے متصل نانی واڑہ ہے آگے چل کر اسی جگہ

شاہ بولا کا بڑہ

مشہور ہے شاہی وقت میں بنگلہ بڑہ کا بہت بڑا درخت تھا اور شاہ بولا ایک فقیر بیاں بہت سے تھے چنانچہ بھی وہی جگہ ہی گو آپ وہ درخت جاتا رہا اسکی جگہ نیم موجود ہے مگر نام وہی چلا آتا ہے اور اس موقع پر شاہ بولا کا بڑہ کہتے ہیں اسکے مقابل گلی تپاشہ ہے۔ آپس راے سالک ام صاحب ٹھیکہ دار ایفون وغیرہ مسکرات کے عالی شان مکانات ہیں۔ راے صاحب موصوف نامی اگرانی کا قوم کے شرفاء و رؤسا میں سے ہیں اور نہایت لائق۔ فائق۔ فیاض طبع۔ مخیر۔ ہرودعیز۔ شکر اللہ راج آدمی ہیں ایک دفعہ جو آپ سے ملتا ہے آپ کے اخلاق کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔ ہمیشہ اپنی قوم اور ملک کے کاموں میں دل کھول کر فیاضی کو کام میں لاتے ہیں چنانچہ گزشتہ متواتر مخط وغیرہ مواقع پر نہایت گرہنہا عطیات سے اپنی مخلوق خدا کی خدمت کی۔ مخطوڑا عرصہ ہو اگر آپ نے کالاجی میں ایک منیہ کے افتتاح کے موقع پر اپنے تمام برادران قوم کا دستہ کو ہر گوشہ ملک سے مدعو کر کے ہزار ہا روپے کے سے انکی مدارات کی۔ یہ قومی و مذہبی جلسہ ایسا شاندار ہوا تھا کہ جبکی نظیر شاید اس سے پہلے کہیں پائی نہیں گئی نہ صرف اپنی برادری کی غیار و بیوگان کی آپ و شگیری کرتے ہیں بلکہ مجسٹریٹ و دیگر اقوام کے قابل امداد آدمیوں کی خدمت بھی نہایت خوشی سے کرتے رہتے ہیں ان ہی وجہ سے تمام شہر اور نیز حکام والا مقام اور آپ کی نہایت وقت کرتے ہیں۔ اسکے محاذ میں نئی شکر کا بازار ہے جو سیدھا چاندنی چوک

تحقیق خدا کو معلوم ہے۔

مسجد کی دوکانوں کے سامنے سیدھا چوڑا بازار شاہ بولا کے بڑھ سے گزرتا قاضی کے عوض ہوتا ایک طرف لاکھوں
دوسری طرف اجیریدہ واہہ۔ تیسری طرف سلیارم کے بازار ہوتا ہوا ترکان دروازہ نکلتا ہے۔

چاوڑی بازار

یہ بازار بہت چوڑا ہے اسلئے کثرت استعمال سے غالباً چاوڑی بازار رہ گیا ہوگا۔
جامع مسجد سے قاضی کے عوض تک سات سو بیس قدم کے طول میں واقع ہر نہایت وسیع اور وسیع
بازار ہے۔ اس میں ہر قسم کے سودے والے بیٹھتے ہیں۔ عموماً بزازوں۔ جوتے والوں۔ کتاغیوں۔ پیازوں
تانبے۔ پتیل کے برتن والوں۔ لہیوں۔ بساٹیوں وغیرہ کی دوکانیں ہیں بارہ بجے رات تک
نہایت رونق رہتی ہے۔ چٹھوں کی پیشیں اور جیکس۔ دل و دماغ کوتاڑی بخشتی ہیں۔ عمدہ عمدہ
اور گہرے فروخت ہوتے ہیں۔ احمد و طرفہ دوکانوں کی قطاریں لطف دکھاتی ہیں ادھر کوٹھوں پر بار بار
نشاط کی ولفریب ادائیں دل لگھاتی ہیں شام سے پری مشوں کا جھگٹ ہو جاتا ہے ہر گیارہ بجے
سے سڑکی آوازوں کا سماں بندھ جاتا ہے گویا چوڑی میں اندکا اکھاڑا اترتا ہے بے مولانا رات
نے کیا خوب کہا ہے

چاوڑی قاف ہو یا خلدیریں ہے راسخ جھگٹے محروں کے پیروں کے پرے لہو میں رو
جوتے والوں کی دوکانوں کے خاتمہ پر دینس جانب چلا دروازہ ہو کہتے ہیں کہ اس جگہ چالیس اہل اللہ شہید
تھے جن میں سے ایک لاکھ تلاتے ہیں حکمے چلی قبر مشہور ہے اسلئے یہ دروازہ چھلتن دروازہ کے نام سے مشہور ہوا
پھر کثرت استعمال سے چلا دروازہ کہلانے لگا۔ اسکے اندر بائیں جانب مولوی عبدالمجید صاحب کا
درس ہوا اور چوڑی والوں اور جامع مسجد کو راستہ نکلتا ہے دائیں جانب شرفاء کے مکانات ہیں۔
اسی طرف مولوی عبدالمجید صاحب کا مطبع انصاری اور حاجی فضل الرحمن صاحب الطاف الرحمن
صاحب کے مکانات ہیں۔

چلے دروازہ کے محاذ میں چھیدی واڑہ غدد واقع ہے۔ اس میں حافظ عبد الکریم صاحب
بالقاہہ رئیس میرٹھ کی جائداد ہے۔ انکے کارندے رہتے ہیں۔ حافظ صاحب موصوف کی
طرف سے غریب کو وظائف تقسیم اور دیگر کام کرنے پر مامور ہیں۔
اسی جگہ۔

ہنایت می علم آدمی ہیں خصوصاً طب میں سنگاہ کامل کہتے ہیں تشخیص امراض اور بنیاضی میں مشہور ہیں
ہنایت توجہ کے ساتھ علاج کرتے ہیں سہ کار کی جانب سے مسجد فتحپوری کے ممبر بھی ہیں۔
اسی جگہ گلی میراں والی ہو گئے جا کر

قاضی کا حوض

ہو بڑا مشہور و معروف حوض ہو گو پہلی ہی خوبی اور آراستگی نہیں ہے لیکن ٹوٹا پھوٹا کچھ باقی جو شہرہ بھری میں تھا
مقتبر الدولہ نے بنوایا تھا بیشتر ایسے ہزار آتی تھی آجکل بند ہے اسکے اندر جو بی دیوار پر سنگ مرمر کے پتھر پر
عبارت کندہ ہو

آب در منہج این نہر جدید کرد چون معتبر الدولہ رواں
ماقب غیب بو صف فیض گفت تارتخ بسا فیض ساں
آب یہ بازار بھی اسی حوض کے نام سے مشہور ہے حوض کے متصل چوڑے پر سنہری فروش دیکھتے ہیں
حوض کے محاذ میں

مولانا مولوی محمد یعقوب صاحب

کی مسجد اور مکان واقع ہو آپ مولانا مولوی محمد کریم اللہ صاحب کے صاحبزادہ اور شاگرد ہیں خفیہ کے
جدید علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ توکل سے بسر کرتے ہیں اکثر اوقات تدریس میں مشغول رہتے ہیں۔
قنواوی نویسی میں کامل ہنر رکھتے ہیں۔ جمعہ کے دن آٹھ بجے سے بارہ بجے تک وعظ فرماتے ہیں
اب اس مقام پر چوراہہ ہو گیا ہے ہم جامع سے چلے آتے ہیں۔ سامنے اجیریدر وازہ کو رہتا تھا
دائیں ہاتھ لال گنواں کو جاتے ہیں۔ بائیں ہاتھ سینا م کے بازار میں آتے ہیں اول سطر و طے
بازار تقریباً ۱۰۰ اقدام کے طول میں واقع ہے۔ دائیں طرف نیشن محل اسکے مقابل بائیں جانب
گلی تھان سنگا گئے دائیں جانب

کوچہ پانی رام

ہے اس میں متعدد محلہ اور گلیاں ہیں اور اکثر اہل ہندو کے مکانات ہیں شروع ہی میں لالہ بالا پر
صاحب اوزیری مجسٹریٹ کا مکان ہو آپ لالہ کنہیا لال صاحب ڈاک والوں کے مندر خاندان میں
سے ہیں خوش اخلاق آدمی ہیں اوزیری مجسٹریٹ ہیں آگے گلی نی بستی ہو اس میں ڈوچی حبشی رام
صاحب کی عیالی ہو جو شہرہ آفاق میں لبس عک کو کہ کے ہاتھ سے مارے گئے۔ انکی حسن کارزاری کے

جلا گیا برنجی سڑک سے آگے وہیں جانب گنج لالہ دوراں پھر بائیں طرف گلی بلوچہ کھانا تھہری آپس آریہ سماج رہتے ہیں
اسکے مقابل دائیں جانب

محکمہ خزہ والاں

ہے اس محلہ میں لالہ سکھ لال صاحب کا غدڑی تاجر کتب کی کوٹھی ہے اسکے بالا خانہ پر ڈاکخانہ
اور تار گھر ہے اس سے آگے
کا مطب ہے آگے بڑھ کر

سنسکرت سکول

ہے اس میں انٹرنش تک تعلیم دی جاتی ہے لالہ رام کشندا اس صاحب وراے بہادر لالہ سریش داس صاحب
اسکے سرپرست ہیں پختہ ماہوار کی کمیٹی سے مدد ملتی ہے اسکے متعلق محلہ دستاں میں ایک اور سکول ہے
جس میں سنسکرت پڑھائی جاتی ہے پختہ سال کی کمیٹی سے مدد ملتی ہے۔ یہ پختہ بلوچاں۔ گلی حکیم
بازار لال چاہ۔ قاضی کے حوض پر جائگلتا ہے۔ چرخہ والوں کے بائیں جانب کوٹھی نوا صاحب
دو جانہ ہے اسکے ایک مکان میں شمام گرم و سرد و عید حکیم واقع ہے۔ آگے بڑھ کر دائیں جانب
نیا بازار ہے۔ یہیں باروں کی دوکانیں اور نئے مل جائگلتا اس کا کارخانہ ڈھلائی لوہا واقع ہے
نئے بازار کے مقابل محلہ چوڑی والاں ہے جو مطبع جیتانی سے گزرتا میٹا محل بازار میں جا ملتا ہے
اس سے آگے بائیں جانب کارخانہ جھانل گلزاری لال آگے بائیں جانب گلی مرغان ہیں
و کوٹھریا سکول ہے۔ یہ گلی ستیہ رام کے بازار میں جائگلتی ہے۔ گلی مرغان سے آگے دائیں جانب
کوٹھی نئے مل و جائگلتا اس۔ تھہر دائیں جانب کوٹھریا رام۔ یہیں سنسکری کا مدرسہ ہے جس کا تعلق
سکول کشمیریدوارہ سے ہے اس سے آگے بائیں جانب گلی روڑا اجار والی آگے دائیں جانب گلی
حکیم بقا اس میں

حکیم قیام الدین خاں صاحب

خلف الصدق حکیم حاتم الدین خاں اعوف حکیم محلہ مطب کرتے ہیں آپ مشہور خاندانی طبیب ہیں تشخیص
بھی نہایت چھٹی پر آہستہ بہل خلاق و عادات تعریف کے قابل ہیں نہایت توجہ سے علاج کرتے ہیں
ایمرغیب سے یکجاں محبت کے ساتھ پیش آنے میں خصوصاً آنکھوں کا علاج آپ کے خاندان کا حصہ ہے
ای جگہ
حکیم لطیف حسین خاں صاحب
کا مکان ہے مطب بھی اسی گلی میں فرماتے ہیں۔ نہایت خواہش صوفی شرب بزرگان شہر سے ہیں۔

آپ کے صاحبزادے

حکیم ہاشم علی خاں صاحب

کامطب ہی جو نہایت لائق نوجوان اور مدبر طبیعت کے تعلیم یافتہ و پاس شدہ طلبا میں ہیں۔ کچھ عرصہ ہمارا صاحب ریاست ٹیک گڑھ کے ہاں معالجہ کرنے کی واسطے تشریف لیجاتے رہتے ہیں۔ اسٹاڈنٹ ٹیچنٹ اور سعادت اخلاق میں اپنے والد ماجد کے قدم قدم ہیں۔ اللہ عز و جل فرمادے۔

آپ کے مطب سے آگے دائیں جانب کو چھ شیدی قائم آگے بائیں جانب گلی راجہ سوہن لال دہیں جانب کو مٹی راسے جواہر لال صاحب آگے دائیں جانب ہندو پریس آگے دائیں جانب کٹرہ گوشت خانہ

اس میں

حبیب شاہ علیہ الرحمۃ

کا فرار ہی آپ کا دیر خاندان کے بزرگ ہیں آپ کے وصال کو دو سو برس کے قریب ہوئے۔ پیر جی اشرف علی صاحب اشوال کو عرس گئے ہیں اور اسی جگہ بہتے ہیں۔ اس سے آگے بائیں جانب سر بازار مندر ٹھیکہ مبارک اسکی پشت پر بائیں جانب کو چھ ماہیدا اس کے متصل گلی ٹکھالیاں آگے بڑھ کر وہیں جانب گلی چھتین رنگ پر والی آگے دائیں جانب کٹرہ جانی خاں پھر بائیں جانب ٹرک بندت پریم نرائن ایس کے بہادر بندت جانی ناٹھ صاحب کا مکان ہی راسے صاحب بوضو و نہایت لائق۔ شریف الطبع۔ منکر المزاج۔ صوفی مشرب آدمی ہیں۔ دیلوے کے محکمہ میں بڑے منور عہد پر مامور ہیں اب پشن حاصل کر لی ہو۔ نگاہ عام کاموں میں بہت دلچسپی رکھتے ہیں۔

ایس گلی پیدل والی اور محلہ بدلیاں واقع ہیں یہاں برائین محرم سالہ ہے۔ آگے بڑھ کر یہ رہتے بائیں جانب چورواں کو چلا جاتا ہے اس سے آگے دائیں جانب عقب کلاں مسجد کو سہ جاتا ہے اس محلہ میں مسلمان رہتے ہیں اور اکثر ہندو کشمیری صاحبان آباد ہیں اسی محلہ میں ایک بہت بڑا کنواں اغارہ ہی اس سے آگے سیدھا رہتہ بلبل خانہ کو جاتا ہے جو دائیں جانب شاہ ترکمان علیہ الرحمۃ کے سامنے جا نکلتا ہے اور بائیں جانب بھو چلا پہاڑی کو چلا جاتا ہے شروع رہتہ پر سے بائیں جانب گلی مڑتی ہے وہ

سلطانہ ضنیہ بیگم مرحومہ

کے مزار پر پہنچ جاتی ہیں یہاں محلہ آباد ہو گیا ہے ایک سنگین احاطہ میں دو قبریں واقع ہیں ایک

آپ کے صاحبزادے

صلیہ میں سرکار کیرٹنے انکی بیوہ عورت کو تنور پو پیا ہوا ریشن ملتی ہو اس سے آگے گلی اندر والی گلی بری والی
اسیں دھرم سالہ ہو آگے گلی دودھاں پھر لالہ بالکنڈ صاحب سب نجیر کا مکان پھر محلہ املی
اسیں چوک شاہ مبارک - کوچہ خیالی رام - گلی لہسوہ - چاہ نورنگ - آگے -

کوچہ پانی رام سے آگے بائیں جانب گلی مرغیاں یہ گلی چاڈری میں نکل آتی ہو آگے چلکر دائیں جانب
کوچہ شریف بیگ پھر بائیں جانب کوچہ کاشغری اسیں دھرم سالہ ہو آگے دائیں جانب گلی اوکھڑ
والی اسیں لالہ مینال دھولیا مل طے سہتے ہیں - آگے لالہ مند کشور صاحب انکسپر داس کا مکان ہو -
پھر بائیں جانب کوچہ سر بلنڈھاں اسیں لالہ جواہر لال صاحب مینو نیل کمشنر کا مکان ہو -
لالہ صاحب موصوف ایک نامی گرامی دھولہ والوں کی کوٹھی کے قریب ہیں اور نہایت بااخلاق اور
شکر المزاج آدمی ہیں مینو نیل کمیٹی کے ممبر بھی ہیں تمام علاقہ آپکی ہر دلعزیزی اور حسن خدمات کا
شکر گزار ہے اسکے آگے دائیں جانب کوٹھی نرسنگ اس ہے یہ کوٹھی اصل میں لاسیلا رام صاحب کی
بنائی ہوئی ہے جن کے نام سے یہ بازار مشہور ہے آجکل مالک سکول لالہ کو بی ناتھ صاحب ہیں -

اس سے آگے حکیم عظیم علی نصاحب

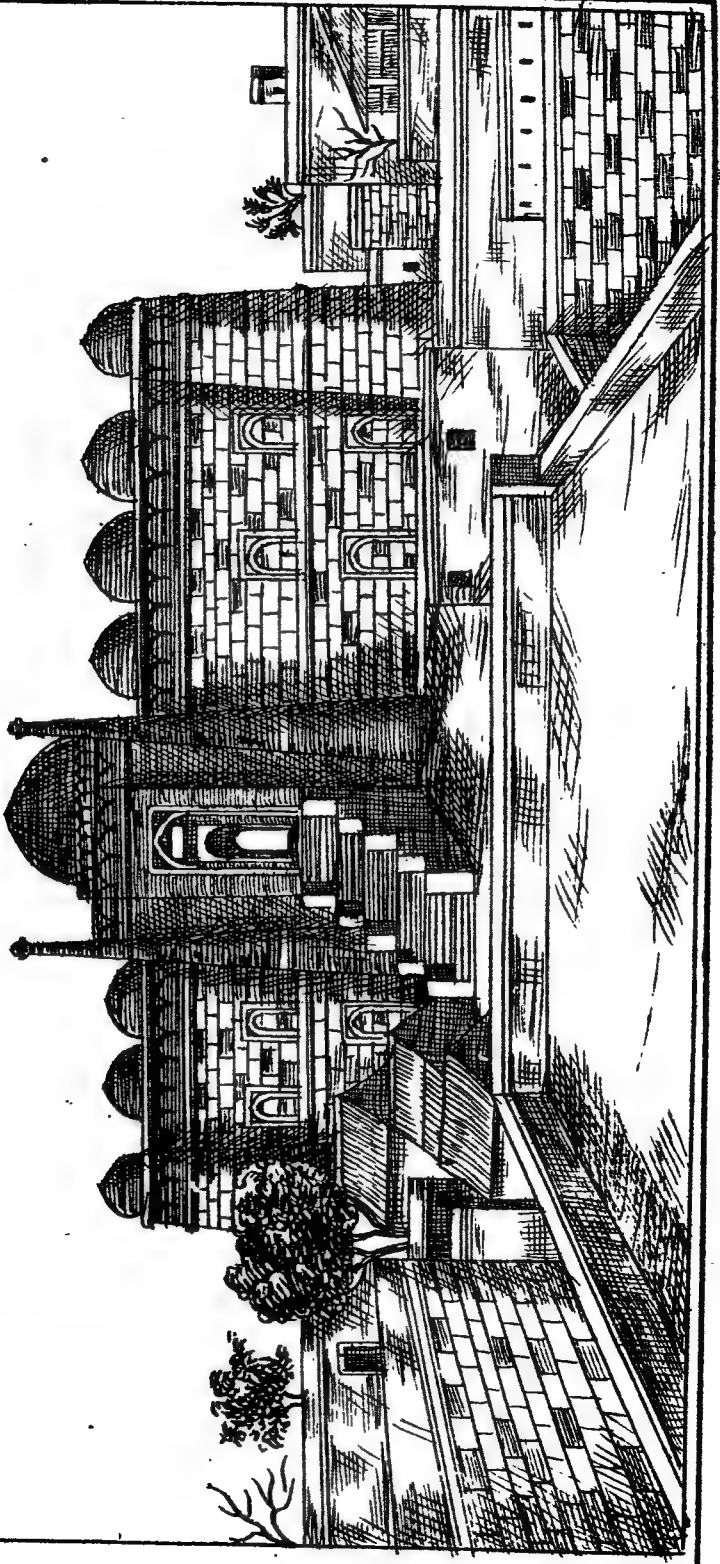
کا مکان ہو آپنا بت سلیم الطبع شریف خاندانی طبیب ہیں یہیں مطب کرتے ہیں - آپ حکیم قاسم علی صاحب کے
برجیتی ہیں - صوفی منش خوش اخلاق لائق فائق آدمی ہیں - ڈاکٹر اور یونانی بڑے ہوتے ہیں -

اس سے آگے حکیم قاسم علی صاحب پورہ

کا مکان ہو - آپ حکیم مولوی احمد علی خاں صاحب کے صاحبزادے ہیں اپنی والدہ اجد کی گدی پر مطب کرتے ہیں
فن طب میں کامل بہارت کہتے ہیں - تمام کتابیں حاذق الملک حکیم عبدالحق صاحب مرحوم سے سبقا سبقا
پڑھی ہیں قانون تمام و کمال خباب مولانا مولوی صوبہ صاحب مرحوم سے پڑھا ہو - عرصہ تک حکیم محمد علی
صاحب مرحوم کے مطب میں بیٹھے ہیں - نہایت دیندار خوش اخلاق شکر المزاج آدمی ہیں - اکثر
ایوس الحلاج انکے علاج سے شفا پاتے ہیں حکیم صاحب علاوہ اعلیٰ طبیب خاندانی ہونیکے شہر کے
ہم عزت لوگوں میں شمار کئے جاتے ہیں سنگے بائیں طرف

تہذیب کے آپ ہوجہ سے مشہور ہیں کہ آپ کے مورث اہلی نے ایک محل آباد کیا جس میں بیوہ بنیا ہوئے آباد ہوئے اور اس محل کا نام پورہ
مشہور ہو گیا حکیم صاحب کے والد حکیم مولوی احمد علی صاحب نے محلہ پورہ لالہ کو چھوڑ کر راجہ متیال کی مجلس ارحیزہ کو میں ناخدا کی قیادت میں

نقشه کاران برج



سلطانہ رضیہ بیگم کی دوسری بیگم کی عوام اسکو برجی سبھی کی درگاہ کہتے ہیں۔ کئی ہاڑیں
 عمدہ مقبرہ بنا ہو گا مگر اب خراب ہو تویند تک سا کم نہیں ہے۔ خدا کی قدرت ہو سلطانہ رضیہ ہند کی بادشاہ
 جس سے تمام ملک شاد و آباد تھا اسکی قبر ایسی خراب اور ویرانی کی حالت میں پڑی ہے۔
 یہ رضیہ بیگم سلطان شمس الدین کی بیٹی ہو بادشاہوں کی تیاری کے ذیل میں سکنا ذکر کر چکا ہے
 ۳۳۰ ہجری میں تخت پر بیٹھی ۳۳۱ ہجری میں سلطان معز الدین نے پکڑ کر قلعہ تبرہند میں قید کیا۔
 چند روز کے بعد وفات پائی اور یہاں مدفون ہوئی۔ بلیلی خانہ سے آگے بائیں جانب گلی میں

مولوی عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کامکان واقع ہے۔ مولوی صاحب صوف مولانا نواب قطب الدین خاں صاحب محدث دہلوی مصنف مطالعہ الحق
 کے شاگرد ہیں نہایت متقی پرہیزگار۔ دیندار۔ متوکل پرانے لوگوں کے یادگار ہیں۔
 آگے بڑھ کر دائیں جانب

کالی مسجد

ہے۔ محل میں کلاں مسجد ہو کالی مشہور ہو گئی۔ ۳۸۵ ہجری میں جو تان شاہ الخاٹب جان جہان ابن
 خان جہان وزیر نے فیروز شاہ کے وقت میں بنائی ہے کرسی نہایت بلند ہو تینتیس میٹر جہاں
 چڑھ کر صحن تک جاتے ہیں دروازہ کی پیشانی پر یہ نبتہ لکھا ہوا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بفضل و غایت پروردگار در عہد دولت بادشاہ و دیندار الوائے تباؤد الرحمن ابو المنظر فیروز شاہ السلطان
 خداوند ملکہ ابن مسجد بنا کر وہ بندہ زادہ درگاہ جو تان شاہ مقبول الخاٹب بر جان جہان خدا برین بندہ
 رحمت کند ہر کہ درین مسجد یاد بدعاے خیر بادشاہ مسلمانان و این بندہ بفاخر و اخلاص یاد کند۔
 حق تعالیٰ این بندہ را بامزد و بجزمتہ البنی و آلہ۔ مسجد مرتب شد بتاریخ دوم ہامہ جمادی الآخر سنہ ۷۸۰
 شمانیہ و سبجائے ہجری

اس مسجد کی تمام وضع قطع پٹھانوں کے وقت کی عمارت کا نمونہ ہے یہ مسجد پانچ گہری ہے۔ ہر گہ میں پانچ پانچ دریں
 صحن میں کئی قبریں تھیں جو فرش میں ہوار ہو کر چھپ چھپا گئیں بچھلا گئے ایک قبر جو تان شاہ جان جہان
 بانی مسجد کی اور دوسری لنگے باب خان جہاں کی تھی۔ اس موقع پر ہم اس کا نقشہ دیتے ہیں جس سے
 صورت اور وضع واضح طور پر معلوم ہوتی ہے۔

کی کوٹھی ہو اور یہیں کان ہر آپ شہر کے مغز انشاخص سے ہیں وطن اصلی دیوبند ہی لیکن عرصہ دراز سے دہلی ہی وطن ہو گیا ہے آپ عرصہ دراز تک محکمہ نہر میں ڈپٹی کلکٹری پر ممتاز رہے پشپن ہو جائیکے بعد دہلی میں اور بری مجسٹریٹ و انسپریڈنٹی کمیٹی سے سرفراز ہیں لائق فائق تجربہ کار شخص ہیں رفاد عام کے معاملات اور کاروبار سے نہایت دلچسپی رکھتے ہیں۔ اکثر اسلامی انجمنوں کے سکریٹری اور ممبر ہیں اس سے آگے دائیں جانب

بکرسٹ ہال (یعنی عیسائیوں کے وعظ کا مقام)

یہ ہے چونہ اور اینٹ کی بنائی تختہ عمارت بنی ہوئی ہے اس میں عیسائی مذہب کے موافق لکچر وغیرہ ہوتے ہیں کاتھولک کیمبرج مشن سے ہے اس سے آگے۔ کلی جاجم پوریاں۔ پھر دائیں جانب حویلی عبدالرحمن ہے جو مسلمان ہوئی میں بنی ہے اسکے محاذ میں دائیں جانب حویلی بل سیک خاں اسکے دروازہ کے سامنے

حکیم حسن اللہ خان صاحب جوہم

کی حویلی کا پچھلا ٹک ہے آپ خاص شاہی حکیم تھے عند کے بعد اس حویلی کو نواب علیخان صاحب نے خرید لیا اسکے بجٹشی انعام اللہ خان صاحب جوہم نے خرید کیا اب خان بہادر محمد اکرام اللہ خان صاحب کے پاس ہے۔

اس حویلی کے عقب میں جا کر

مولوی سید عبدالحق صاحب شملہ

کاسکان ہو۔ آپ رئیس عربی تھے عمدہ سادات اور اپنے وقت کے صلحیاریں سے ہیں سخاوت اور تواضع میں نہیں کھتے باوجود کہ عرصہ دراز تک مغز اہلکار یہاں تک ریاست سیکت کے وزیر بھی رہے پر وہی عادات آپ کی رہیں جو کہ صلح بزرگ کی ہوئی چاہئیں۔ جہاں نوازی آپ کی نزدیکی دور مشہور ہے۔ علوم ظاہری میں ذی استعداد ہونیکے علاوہ فیوض باطنی بھی آپ نے وسیع کامل سے حاصل کئے اور خاندان شریف صابریہ میں آپ نے دونوں سے اجازت اور خلافت پائی نیشن لینے کے بعد اکثر اوقات قرآن شریف کی تلاوت داؤ کار و اشخالی میں گزارتے ہیں۔ آپ کے چار صاحبزادے چاروں لائق اور مغز اہلکار ہیں سب بڑے مولوی سید محمد صاحب اونے چھوٹے مولوی سید عبدالغفور صاحب اُنے چھوٹے مولوی سید صاحب اور سب چھوٹے مولوی سید عبدالغفور صاحب ہیں۔ آپ کے بزرگوں کو مسلمان ہوئی میں حاجی حکیم صاحب ہایوں بادشاہ کی بیوی نے عرب سے لاکر مقبرہ ہایوں کے قریب آباد کیا جب ہی کسان عرب سے کجوا

کالی مسجد سے آگے دائیں جانب گلی تقا چھاں اس سے آگے دہلیں جانب حویلی منظر خان۔ اس حویلی کا صرف چھا ملک جو دہری جس سے اسکی فوت و شان کا اندازہ ہو سکتا ہے خدا کی قدرت کہ ابلاس میں ایک محلہ آباد ہو گیا ہے جس میں اکثر تلی بہتے ہیں صرف ایک مکان نامی آدمیوں میں سے

مولوی سید محمد صاحب مصنف فرہنگ اصیف

کا ہے۔ مولوی صاحب صوفی کے نام نامی سے تمام ملک اقصیٰ نہایت لائق و فائق بزرگان قوم میں سے ہیں اور دوزباں کی خدمت میں آپ نے خاص حصہ لیا ہے۔

اس سے بائیں جانب چلی قبر کو رہتہ جانا جو اور سامنے ترکماندواڑہ نظر آتا ہے۔

اب حوض قاضی سے لال کنویں کی طرف چلے یہ بازار تقریباً ۱۰۸۰ قدم کے طول میں واقع ہے دائیں طرف گلی حکیم بقا آگے بائیں جانب منڈی نمک پھر بائیں جانب

لال مسجد

یہ مسجد ۳۳۰ ہجری میں مسما مبارک بگم نے بنوائی تھی جو ایک انگریز کے گھر میں دیوہی کی حشمت سے رہتی تھی اور اسکی تمام جائداد اور ملکیت پر قابض تھی اسی مال میں سے اسے یہ مسجد اور اسکے پاس کا مکان جس میں تھانہ بکمر واقع ہے تعمیر کرایا۔ غدر کے بعد مسجد سرکاری قبضہ میں آئی اور دیوان پڑی رہی۔ پانچ سال کا عرصہ ہوا کہ انجمن مؤید الاسلام کی درخواست پر سرکار نے واگذاشت کی اور انجمن نے اسکی درستگی کرائی دوکانیں از سر نو بنوائیں۔ نماز کے جواز عدم جواز میں اختلاف ہوا تو حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی سلمہ اللہ تعالیٰ سے فتویٰ منگایا نماز جماعت شروع ہوئی ایک انجمن کی جانب سے تنواؤ مقرر ہے۔ مسجد کے متعلق چھ دوکانیں اور بیچ میں مختصر سا مکان ہے کہ اس کی آمدنی تقریباً عیسے ہوتی ہے جو انجمن میں پہنچ جاتی ہے۔

اس سے آگے بائیں جانب تھانہ پولس نمبر ۲ ہے اسکے محاذ میں پمپل جہادو اس کے اندر لالہ بلال قی داس جی کا میسور رہیں ہے۔ بابو کو از ناٹھ صاحب کیل کا مکان بھی یہیں ہے اس سے آگے بائیں جانب بدل بگی خان کا چھا ملک ہے۔ کسی زمانہ میں بہت بڑی حویلی تھی اب اسکے اندر

خان بہادر دہی الہی بخش جہا نسیر میں سید طیب کیسی اور دہی بکٹر

شریف خاندانوں سے اکثر رشتہ داریاں ہیں آپ کی تصنیفات کثرت سے ہیں آپ نہایت لائق فائق تعلیم تیز طبع نوجوان خیر خواہ قوم مانے جاتے ہیں علی لیاقت ترجمہ قرآن شریف اور کزن گوٹ سی خواہر یہ آپ کی لیاقت کا ثمرہ ہر کتاب کے اخبار کی اشاعت میں ہزار کے قریب، دہلی اور دہلی کے نواح میں اس لیاقت اور کثرت اشاعت کا اور کوئی اخبار نہیں ہو۔ تمام لوگوں میں وقت اور شوق کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے اس سے آگے

صاحبزادہ شاہ عبدالصمد صاحب سلمہ

کا مکان ہر شاہ عبدالسلام صاحب کے صاحبزادہ اور حضرت غلام نصیر الدین عرفا لے صاحب کے نواسہ نہایت بیچخت صالح با اخلاق مسکین طبع با اوقات ذاکر شغل اپنے بزرگوں کے قدم بقدم عرصہ علیہ طاری ہو دیوی آرائش سے بالکل محترز ہیں اول اپنے والد ماجد سے سینہ بسینہ فیض حاصل کیا اسکے بعد شاہ الحدیث صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت ہو کر خلافت سے مشرف ہوئے اب رات دن الدعا کرتے ہیں پری مریدی کا سلسلہ جاری ہو آپ کی صحبت بھی غنیمت ہو۔

اسی جگہ خواجہ شہاب الدین صاحب ہیڈا سٹر گورنمنٹ اینگلو عربی سکول دہلی کا مکان ہو جاوے ہر وغیرہ سلیم الطبع شرفاے دہلی سے ہیں۔ اس سے آگے شاہ گنج ہے۔ یہ رہتہ کلی شاہ تارا میں جا نکلتا ہے پتہ دت کے کوچہ سے آگے بائیں جانب کٹرہ میجران اس سے آگے بائیں جانب کٹرہ دینا بیگ خاں ہیں

خان صاحب حکیم ظہیر الدین صاحب منوچل کشر

ماونیری مجسٹریٹ کا مکان ہے آپ حکیم غلام نجف خان صاحب میں شیخ پورہ علاقہ دیووں کے صاحبزادے ہیں عرصہ سے دہلی ہی وطن ہے شہر کے ممتاز لوگوں میں شمار ہوتے ہیں آپ زیری مجسٹریٹ منوچل کشر اور اکثر اسلامی میٹروں کے ممبر ہیں رفاہ عام کے کاروبار میں قدرتی طور پر دلچسپی رکھتے ہیں بہت سے مفید کام آپ کی لیاقت سے انجام پاتے دہتے ہیں اسی جگہ آپ کے صاحبزادے

حکیم رضی الدین خان صاحب

مطب کرتے ہیں قریب طب میں کمال رکھتے ہیں اعلیٰ درجہ کی شخصیت ہے۔ تعلیم یافتہ۔ نوجوان خوش خلق منکر المزاج ہیں اس سے آگے وائیں جانب کلی قائم جان ہو جو بیماروں میں جان بکلی ہو آگے

ابن چند سال سے آپ نے عیسٰی کو چھوڑ کر یہاں کی سکونت اختیار کر لی ہو۔

اسی جگہ

مولوی محمد سعید صاحب

مدرسہ فارسی و عربی مینوسپل بوڑھیم بی ہائی سکول دہلی مکان ہجو نہایت لائق آدمیوں میں شمار ہوتے ہیں
سرکاری مدرسے کے تعلیم یافتہ ہیں۔ فارسی۔ عربی اور ریاضی میں اعلیٰ درجہ کی قابلیت رکھتے ہیں شاعری میں
بھی درجہ کمال کو پہنچے ہوئے ہیں چنانچہ آپ کے دو قصیدے نغمہ قیسری اور آہنگ غم اور
شعوی مدرسہ طبیہ جو خاصی چھوٹے چھوٹے سے رسالے ہیں مشہور و مستداول بین الناس ہیں۔ ذخیرہ
کافی کے دونوں حصے آپ کی تالیفات سے آپ کی ریاضی دانی کا کافی نمونہ ہیں آپ کے والد شیخ
محمد حبیب صاحب مرحوم بادشاہی رسالہ دار اور شاہیر مترقائے شہر میں سے تھے۔

یہ رہتہ پنڈت کے کوچہ میں جا نکلتا ہے اس سے آگے دائیں جانب لال دروازہ اسکے متصل
دائیں جانب کٹرہ شاہ قاضی اور محاذ میں بائیں جانب کوچہ نور الدین خاں آگے بائیں جانب

کوچہ پنڈت

اس میں اکثر مغزین شہر کے مکانات ہیں اور عموماً مسلمان آباد ہیں یہیں اندھا کر دائیں جانب گلی سوانا
آگے اسکے چلک

حضرت شاہ سید حسن صاحب مودودی حشری

ہا مکان پر آپ حضرت خواجہ مودودی حشری علیہ الرحمہ حضرت شاہ عیاض الدین رحمہ اللہ عرف خواجہ کبھاری صاحب
اولاد میں سے ہیں جگہ منار پور اور کٹانی ڈھانڈے متصل وہ گاہ حضرت سید حسن رسول خاں صاحب زمین
آپ نیک طبیعت پاک حُصَلت درویش آدمی ہیں یکم حبیب کو خواجہ صاحب کا عرس بھی کرتے
آپ کے مکان سے آگے بائیں جانب ایک مکان میں

کرزن گزٹ

ہے اسکے ایک دہم خباب امر اور مرزا صاحب حیرت ہیں آپ خاندان مغلیہ سے ہیں مرزا
ابراہیم بیگ صاحب اسکے صاحبزادے ہیں آپ کے دادا مرزا دین محمد بیگ صاحب کابل کے رہنے والے
تھے شاہد عین ہندوستان تشریف لائے بڑے بڑے عہدوں پر مرفوز رہے آپ کی پہلی

سیون کمانچے۔ کمرے۔ کوٹھریاں ہیں۔ صحن میں حوض تہر مختصر سا باغچہ غرض نہایت فرحت بخش اور رونق کا مکان ہے غدر میں ضبط ہو گیا اسکے بعد مہاراجہ پٹالہ کو غایت کر دیا گیا اب انیس کے پاس اسکی بیٹھانی پر سنگ مے کے اوپر یہ شجر کندہ ہو کر لے ظفر زینت محل تعمیر قصر بے بدل شد بر محل سال بنا این خانہ زینت محل آگے بڑھ کر بائیں جانب گلی مرد ہانی اسپس

مولوی عبد الرشید صاحب امام فچتوری مولوی عبد المجید صاحب

کا مکان ہے دونوں صاحب نہایت نیک بخت خوش اخلاق ذہین فکی تیر طبع ہیں۔ مولوی رحیم بخش صاحب امام مسجد فچتوری کے صاحبزادہ ہیں جو بہت بڑے عالم اور درویش تھے نقشبندیہ خاندان میں مرید کہتے تھے فتویٰ ندوی میں مشہور تھے گلی مرد ہانی سے آگے دائیں جانب کمرہ غلام محمد خان اسپس مطیع خادم الاسلام اسپس سے وکیل ہنداخبار نکلتا ہے اس سے آگے دائیں جا چھتہ زمان شاہ بائیں جانب کمرہ کی فرستخانہ

اسپس اکثر مسلمان شرفاء کے مکانات ہیں اور چند کلیاں اور بڑی بڑی عویلیاں واقع ہیں اندر جا کر دائیں جانب گلی سموک بھر گلی راجان بھر کوچہ حکیم حامد خان عین گلی چاہ شیریں اس میں

حکیم بدر الدین خان صاحب

کا مکان ہے آپ حکیم قطب الدین خان صاحب ہکا ملیک کے صاحبزادہ ہیں اب جگہ مطب فرماتے ہیں حکیم حسن اللہ خان صاحب مرحوم کے شاگرد ورشید ہیں۔ عرصہ تک انکے مطب میں رہے ہیں جمیع فنون سے واقف ہیں خصوصاً فن طب میں کمال سمجھتے ہیں۔ اعلیٰ درجہ کی شخص ہے معالجہ میں اکثر معاصرین سے فائق ہیں نہایت خلیق۔ دیندار۔ متواضع شخص ہیں اور سچ یہ کہ پڑانے اہلاد و ہلی کے آپ ہی ایک یادگار باقی ہیں کہتے ہیں کہ حکیم حامد علیخان صاحب کی اولاد میں سے ہیں۔

حکیم شجاع الدین خان صاحب

انکے صاحبزادہ بھی بڑے لائق۔ ذی استعداد۔ خلیق میں شخص جتھی۔ علاج باقاعدہ۔ دست شفا رکھتے ہیں۔

محلہ رودگران

اس محلہ جا کر بیچ شرک میں کپڑہ کے اندر تین قبریں ہیں بیچ کی قبر منصور صاحب کی ہر آپ کے متعلق کچھ حالات نہیں ملے اسکے سامنے اندھا کد

مدرسہ اراوت اللہ خان

ہے اسکے اندر سنگ مرمر کے جوڑہ پر نواب اراوت اللہ خان شرف الدولہ کی قبر ہے جو محمد شاہ بادشاہ کے وزیر تھے شہنشاہ بھری میں انتقال ہوا انکی بایں جانب انکی زوجہ اور دایں جانب انکے سالنہ نواب موسیٰ خاں کی قبر ہے اسی جگہ

مولوی اموجان حبیبی

کا مکان ہی نہایت دیندار شخص ہیں عرصہ تک گورنمنٹ سکول میں فارسی کے مدرس اول رہے آپشن پائے میں مولوی غوث علی شاہ صاحب پانی پتی قادری علیہ الرحمۃ کے خلفاء میں سے ہیں۔ مدرسہ آگے

مطبع نصرت المطابع

واقع ہے اس میں اکثر رد نصاریٰ کی کتابیں طبع ہوتی ہیں اسکے مالک مولوی منصور علی صاحب ہیں فن مناظرہ کے امام مانے جاتے ہیں رد نصاریٰ میں انکی بہت سی تصنیفیں ہیں۔ محلہ رودگران سے نکلتے ہی ٹکمرہ ڈاکٹر رام سنگھ صاحب شفا خانہ ہو آپکی تشخیص اچھی ہی نہایت توجہ اور غور کے ساتھ علاج کرتے ہیں بچوں کا علاج خوب جانتے ہیں۔ آگے بڑھ کر گلی مدرسہ میر محلہ اسکے نکلے پر سرکاری شفا خانہ۔ آگے دایں جانب

لال کنواں

ہے یہ بازار اس کنوئیں کے نام سے مشہور ہے اس سے آگے بایں جانب کٹرہ شیخ چاند آگے بایں جانب گلی بہرام بیگ دایں جانب گلی میر جگہ پھر دایں جانب گلی سواراں بایں جانب کٹرہ سپہدار خاں اس سے آگے بایں جانب

کمرہ زینت محل

ہے نہایت مالیشان شاہی عمارت ہر اسکے اندر بہت بڑے بڑے دالان دروازے

ہر جمعرات کو نہایت عقیدت کے ساتھ قدم شریف اور خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ میں فاتحہ پڑھنے کیلئے حاضر ہوتے ہیں ۹-۱۰-۱۱ محرم کو اپنے مرشد کا عرس کرتے ہیں گیارہویں تاریخ صدامغربا کو جو فاتحہ میں شریک ہوتے ہیں کھانا کھلاتے ہیں آپاٹا منے کھڑکی فراشناہ ہر جو شہر پناہ کی غنیمت میں واقع ہر پتھر ہی کھڑکی کے نام سے مشہور ہے۔ کھڑکی سے باہر نکل کر نہر کے پل سے اتر کر بائیں طرف ٹرک قدم شریف ہوتی ہوئے زچیریدروازہ چلی جاتی ہے۔ دائیں طرف لاہوریدروازہ کو ٹھکنگ ہے پل کے سامنے کچھ بہتے ہیں طرف خواجہ باقی باللہ اور بائیں جانب قدم شریف سے ہومانہی عید گاہ سے گزر گیا ہے جو بادشاہ اورنگزیب کی بنائی ہوئی ہر جس کا نصف فرش پختہ سابق کا بنا ہوا تھا اب تین چار سال کا عرصہ ہوا حاجی محمد صاحب بوداگر صدر بازار دہلی نے چند اہل ہم کی ہمت سے حوض تک پختہ بنوایا ہے۔

اول حضرت خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمہ کی زیارت کو چلیے یہ خطاب آپ کو پیر و مرشد سے عنایت ہوا ہے آپ کا اصلی نام سید رضی الدین احمد ہو گا بل میں ۱۹۱۲ء ہجری میں پیدا ہوئے ظاہری علم اسی جگہ حاصل کیا پھر باطنی فیوض مدینہ منورہ میں حضرت خواجہ گل المکنی علیہ الرحمہ سے حاصل کیے اور اپنے مرشد کی اجازت سے ہندوستان میں تشریف لائے اور دہلی میں مقیم ہوئے حضرت مجدد الف ثانی امین مہدی تاج الدین نارنولی وغیرہ آپ کے خلیفہ میں آپ ہندوستان میں نقشبندیہ خاندان کے پرانے مانے جاتے ہیں اگر آپ کی ذات بابرکات نہ ہوتی تو یہ طریقہ نقشبندیہ ملک ہند میں نہ جاری ہوتا آپ کے ظاہری و باطنی کمالات وزہد و تقویٰ و تبلیغ سنت اقباب کی طرح روشن ہیں آپ کے معمولات شریف یہ تھے کہ بونا۔ کم سونا۔ ٹھوڑا کھانا اور ہر روز بعد نماز عشاء تا نماز تہجد و ختم قرآن شریف فرماتے اور نماز تہجد کے فجر تک انیس بار سورہ یسین تلاوت فرماتے جب صبح صادق طلوع ہونے لگتی تو آپ دعا کہ الہی رات کو کیا ہوا کہ اس قدر جلدی ختم ہو جاتی ہے۔ آپ کی خوارق و کرامات بیان سے باہر ہیں آپ کی مسجد میں اول کے درجہ میں سنگ ابرہی کا سہ درہ قابل دیدار و احباب ہیں۔ سنتے ہیں کہ محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں کوئی سوداگر ایران سے فروخت کیلئے بادشاہ کی خدمت میں لایا تھا بادشاہ اسکو انہی ہزار روپیہ دیتا تھا اسنے اتنی قیمت کو بادشاہ کے ہاتھ نہ بچا اور حضرت کی نذر کر دیا اسوقت حضرت کے نواسہ حضرت شاہ نظام الدین صاحب دہلی نے مسجد تعمیر کرا دیں لگا دیا جب مسجد ہو گئی تو اب ۱۹۱۲ء ہجری میں سید مظفر علی صاحب نقشبندی متولی نے جو خواجہ صاحب کی اولاد میں ہیں مسجد کی دوبارہ عمارت جلائی سواگر صدر بازار کی امداد سے تعمیر کرائی اول درجہ میں وہی سہ درہ لگا کر چالیس برس کی عمر میں ۲۵ جمادی الثانی روز دوشنبہ ۱۹۱۲ء ہجری میں حضرت خواجہ صاحب کا وصال ہوا

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمہ کی عید گاہ

کوچہ حکیم حامد علیاں سے بائیں جانب چھترہ اجاں دائیں جانب کٹرہ ہندو بائیں جانب گلی شانشہ
دائیں جانب حویلی مرزا اکبر علی قزولی والے کی ہے جو ایک سنجیدہ و متین یاد دہن پڑنے ستر فابکار
نمودہ ہیں پھر اسی جانب حویلی موتوی ناصر علی صاحب سپرنٹنڈنٹ پرمٹ کی ہے یہ موتوی
ابو منصور رام فن مناظرہ کے خلیفہ اکبر ہیں یہ بھی اپنی وضع کی ایک ہی ہیں بڑے خلیق اور وضع
آدمی ہیں اپنے ناظم و ناظر۔ ذکی الطبع۔ صبیح البصیح شخص ہیں۔

اس کے سامنے کی گلی میں

مرزا محمد اکبر علی خان صاحب ٹکٹکٹاں

کا مکان ہے۔ مرزا صاحب صوف دہلی کے ایک مشہور دامی و گرامی خاندان کے یادگار ہیں۔ نہایت
لائق۔ فائق خلیق متواضع شریف الطبع آدمی ہیں راجپوتانہ کی ریاستوں میں بڑے بڑے عہدوں پر
ممتاز رہے ہیں۔

بائیں جانب چھترہ جو ہیا دائیں جانب کٹرہ دھوبیان پھر بائیں جانب گلی اخوند جی اسکے نکاح

اخوند برہان الدین صاحب بٹاوی کی مسجد

ہے نہایت خوبصورت یعنی ہر ایس عرصہ تک اخوند برہان الدین صاحب شریف قرار رہے اسکے بعد
مولانا قاری حافظ شاہ عبد الغفر صاحب الملقب شاہ مقبول احمد قادری
انکے جانشین ہوئے دسویں محرم روز شنبہ ۱۲۹۶ھ ہجری کو انتقال فرمایا اور خواجہ محمد باقی باہد
علیہ الرحمۃ کی درگاہ میں مدفون ہوئے اب انکے سجادہ نشین

مولانا حافظ قاری شاہ محمد عمر صاحب الملقب براج الحق قادری

ہیں آپ شاہ عبد الغفر صاحب مرحوم قادری کے نواسہ و کو محمد فرید الدین صاحب سید واعظ صاحب
کے صاحب زادے ہیں آپ کو اپنے نانا صاحب فیوض باطنی حاصل ہوئے ہیں انہیں کے قدم بقدم
آپ کے حالات اور مقامات بیان سے باہر ہیں۔ علم و عمل۔ فضل و کمال۔ تجرید و تفہیم۔ علم
اکرم۔ سخاوت انکسار۔ آپ کی ذات پر ختم ہے مات دن ذکر و شغل سے کام ہے آپ کی صحبت غنیمت ہے
سال بھر میں تین وعظ فرماتے ہیں ان میں مرحوم کوئی مسجد پھر راجہ کو قدم نشین پھر ہر رجب کو
فقراء۔ علماء۔ رؤساء وغیرہ سب لوگ جمع ہوتے ہیں سامعین کو کلی حظ حاصل ہوتا ہے

اسی تاریخ خواجہ صاحب کا عرس ہوتا ہو۔ خواجہ صاحب کے سرانے سنگ مرمر کی لوح پر یہ نصیدہ کندہ ہے۔

قبلہ ارباب معنی کعبۃ اصحاب دین
حامی دین نبی اکمل امام المتقین
کاشف اسرار مطلق واقف عین البقین
غوث عظیم عودۃ الوثقی اور رب العالمین
کامل عالی طریقہ ہمدی راہ متین
راضی مرضی حق برزات و شان تعلین
نور یحیون بر جنیش تافت از حق البقین
کے تو ائم گفت رخ آن خلاصہ دہلین
خواجی امکنہ شد مرشد آن شاہ دین
چون کمالش وصل دائم بود معنی و نشین
وان نہ ہجرت بعد الف اثنا عشر بودہ سنین
ہر کہ آید بر مزارش از سر صدق البقین
عاجز دعا صی بد گاہش ہی سابد جین
باد ازل رحمت رضوان رب العالمین

منظر فیض الہی صاحب علم البقین
مورد فضل گرامی آل ختم المسکین
مخدرات اقدس باسد باقی البقین
قلب شاہ جہان ہم معنی حق البقین
بحر عرفان الہی متقداد العارفین
این کرمت بہت از محبوب العالمین
شد زمین ہمیش روشن قلوب المؤمنین
ہست ذات خواجہ باقی مرحمتہ للعالمین
لیک بد مشرب لیس وہم بہا احرارین
شد وصال غیب آخر بعبارت عین
از وفات قطبہ دوران تکیہ گاہ سلین
حقیقش گرد درواہم مقصد دینا و دین
تا بیاید نظر رحمت ہم نجات یوم دین
بر محمد خواجہ باقی از اولیائے مقبلین

مرحمت اللہ رب العالمین

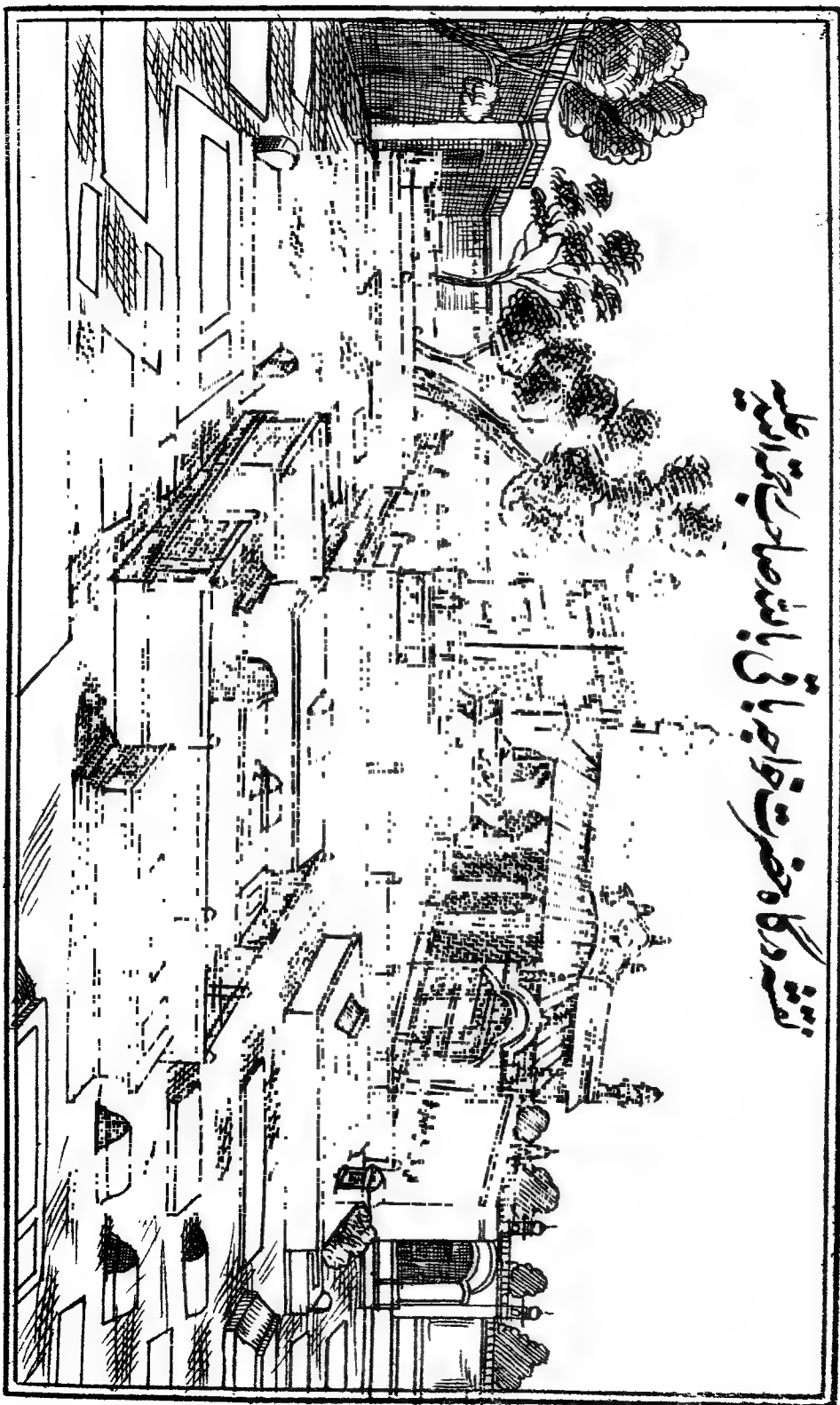
مرحمت اللہ رب العالمین

نقل انبات سابقہ دہلی سجادہ نشینی میر مظفر علی صاحب قلم ائم ابو العظیم سراج الدین احمد گردید

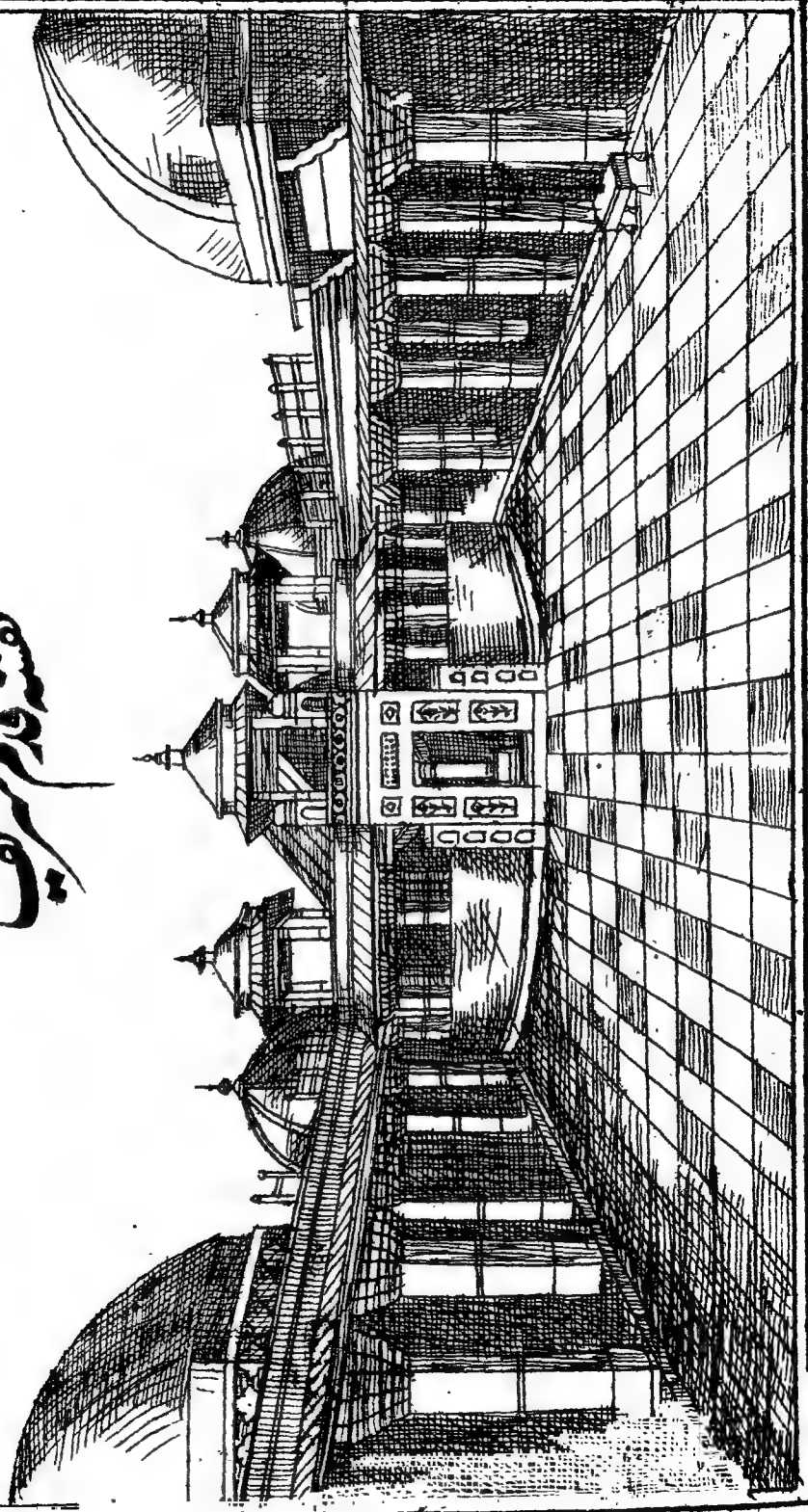
آپ کے مزار شریف سے مشرق کی جانب ایک قبر چھوڑ کر دوسرا مزار حضرت کی والدہ ماجدہ
مرحومہ کا ہوا سن ستانہ میں آپ کے دونوں صاحبزادے حضرت خواجہ کلان و خواجہ خورو کے مزار
ہیں ہی جگہ نظام الدین احمد عرف شاہ جی کا مزار ہے جنکا جمیرید روازہ کے متصل الالب اور
چاؤری میں چھتہ مشہور ہے اور یہیں جہانگیر بادشاہ کے استاد و مرزا منظر جانچانان کے استاد
اور حافظ قاری شاہ عبد الغفر صاحب الملقب بہ شاہ مقبول احمد قادری اور شاہ عبد الحل
صاحب نقشبندی اور دیگر بزرگان دین کے مزارات ہیں۔

بیرون احاطہ حافظ غلام رسول صاحب ویران شاعر۔ مولوی محمد عبد الرب صاحب
اور انکی صاحبزادہ مولوی ادیس صاحب اور دیگر بڑے بڑے علماء و مشائخ اور شرا کے
مزارات ہیں۔ یہیں

تشریح و گاه حضرت قاجار باقی باشد صاحب محمد علی



تخت جمشید



مولانا میر محمد ذکر یا صلی اللہ علیہ وسلم

کا نزار جو آپ بہت بڑے کامل صاحب کرامات ہیں صوفی آبادانی علیہ الرحمۃ کے پیر و مرشد ہیں۔ پیرانِ حیرت
 محی الدین غلام جیلانی علیہ الرحمۃ کی اولاد میں سے ہیں آپ کے والدین ماجدی الدین اور ننگ ریکے
 میں شاہجہاں میں لائے بڑے عہدہ پر مامور ہوئے جب وہ شہید ہو گئے تو آپ صغیر سن تھے لاہور
 چلے گئے وہیں پرورش پائی۔ سن شعور کو پہنچے تو مولانا شیخ محمد صاحب ہندی عرف شیخ حیا کی
 خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت ہو کر سلوک طے کر کے بعد خرقہ خلافت حاصل کیا پھر تعلیم یقین
 میں مصروف ہوئے کچھ دنوں ملازمت کی پھر تجارت شروع کی اسکے بعد وئی کی خدمت میں بیعت ہوئی
 تو شاہجہاں آباد میں آئے جامع مسجد کے قریب ایک مکان لیکر کاغذی کی دوکان کی مرگمال چھپا
 نہیں رہتا لوگ آپ کی طرف مائل ہوئے بیعت ہونے لگے بہت سے آدمی سلسلہ میں داخل ہوئے
 جب وفات کا وقت قریب آیا تو سب مریدوں کو بلا کر فرمایا کہ تم لوگوں کو خدا کو جواہر کرتا ہوں اور صوفی آبادانی
 کو اپنا جانشین قرار دیتا ہوں اور فوراً خرقہ خلافت اور کلاہ و سند صوفی صاحب کو عطا کر کے لوگوں کو
 خست کیا اور ۹ ذیقعدہ ۱۱۱۱ھ ہجری شنبہ کے روز آدمی مات کے وقت انتقال فرمایا آپ کا سلسلہ
 طریقت حضرت سید آدم بنوری سے ملتا ہے اس طریق پر کہ مولانا ذکر یا صلی اللہ علیہ وسلم نے خرقہ خلافت پایا
 مولانا شیخ محمد سندھی سے انہوں نے شاہ محمد قریشی عباسی لاہوری سے انہوں نے شاہ محمد لودھی سے
 انہوں نے پیر محمد خاں لودھی سے انہوں نے سید آدم بنوری سے ۹ ذیقعدہ عصر کے بعد پیر
 احمد بخش صاحب متولی درگاہ حضرت شاہ آبادانی صاحب علیہ الرحمۃ آپ کا عرس کرتے ہیں خواجہ صاحب نزار کے جنوبی دروازے
 سے چکر ایک چار دیواری میں سید فیض جیسا کا نزار پیر سید الاول آپ کا عرس ہوتا ہے اسکے آگے جنوبی دروازے کے
 گوشہ میں

قدم شریف

واقع ہو نامی درگاہ ہر حقیقت میں شاہزادہ فتح خان کی قبر ہے اسکے اوپر حضرت رسالت بآ
 صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نقش قدم ہے شہ فرور شاہ کے عہد میں آیا جب شاہزادہ فتح خان کا انتقال ہوا
 تو انکی قبر پر سینہ کے مقابل نصب کر دیا گیا اور قبر کے آس پاس مدرسہ ام مکانات اور مسجد بنادی اور
 چار دیواری کے متصل ایک بہت بڑا غرض بنایا غرض بنام عمارت فرور شاہ کی بنائی ہوئی ہے قبر کے چاروں
 سنگ مرمر کا کٹھا لگا ہے ہر قسم کے لوگ اُسین بانی بھرتے ہیں اور یہاں کے خادم نقش قدم دھو کر

بائیں جانب کو چہ بیلا مل آگے بائیں جانب گلی سرس اس کے متصل عام گرم و سرد عبد الرزاق و
قیاض الدین اس سے آگے گلی مسجد تہور خاں گلی سے باہر نکلوں

مسجد تہور خان

واقع ہے اسکے نیچے دو دو کائیں ہیں جبکی آمدنی کرایہ تقریباً سات روپیہ ہوا ہے مگر خدا جانے کون صاحب
وصول کرتے ہیں اتنا سنا گیا کہ وہ پنڈت کے کوچہ میں رہتے ہیں مگر نام اور صحیح پتہ نہیں ملا مسجد کے
دیکھنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسکی خدمت نہیں ہوتی مسجد سے آگے بائیں جانب گلی کنار فیاض
اس سے آگے دائیں جانب گلی تباشہ آگے بائیں جانب گلی سجوگی رام آگے دائیں جانب
نیا بالنس آگے جا کر بھیہ بازار کھاری باولی میں ملتا ہے۔
اب قاضی کے عوض سے اجیریدروازہ کی طرف ایک بازار رہ گیا ہے جسکو

بازار اجیریدروازہ

کہتے ہیں یہ بازار بھی بہت وسیع ہے دونوں جانب بڑی عمارتیں اور چھوٹی چھوٹی مسجدیں بنی ہیں
اور پرانی بڑی بڑی مالیشان حویلیوں کے چھا لگتی ہیں۔ یہ بازار تقریباً ۷۰۰ قدم کے طول میں
واقع ہے اس میں ہر قسم کے لوگ بیٹھتے ہیں مگر بوجیوں اور چھپیوں کی دکانیں زیادہ ہیں شروع بازار
میں دائیں جانب کو چہ فتح النساء یکم اسکے محاذ میں بائیں جانب کٹرہ راہ کھنڈے والا
آگے دائیں جائیں حویلی رضینہ یکم پھر بائیں جانب محلہ کرٹوڑ ہے آگے بائیں جانب گلی کوہاں
اس سے آگے دائیں جانب گلی شاہ تارا (یہ رستہ کوچہ پنڈت میں جا ملتا ہے) اسکے محاذ میں
محلہ بندوق والا آگے بڑھ کر دائیں جانب کو چہ ولوالی سنگہ آگے دائیں جانب
حویلی مصطفیٰ بیگ پھر بائیں جانب محلہ کونڈے والا ہیں چند ولال بھاری لال کا
لوہے کا کارخانہ ہے اسکے محاذ میں نہیں جانب گلی ہنسی کوٹکہ والہ آگے بائیں جانب مادھورام
بدھ سنگہ کا لوہے کا کارخانہ اس سے آگے گلی بیلا والی سامنے اجیریدروازہ اسکے باہر متصل ہے

مسجد غازی الدین خان

واقع ہو سنگ سنج کا باہر اسکے تین دروازے ہیں بہت بڑے اور خوبصورت اندر صحن نہایت وسیع شمالاً
جنوباً اور پیچھے متعدد حجرے دونوں کے وسط میں ایک ایک درہ نہایت وسیع ایک درون کی چھت

وہ پانی تبرک کے طور پر لوگوں کو دیتے ہیں اور وہ پیتے ہیں اور دُور دُور لپکاتے ہیں اور پھر پُرتہ ہیں
 لے خضر دل ایسکے پئے سے نجات ہے پانی قدم شریف کا آبِ جات ہی
 ہر سال ۱۲ ربیع الاول کو دھوم دھام کا میلہ ہوتا ہے بہت لوگ حج ہوتے ہیں سنکڑوں لگاتے
 ہیں وردھمال کرتے ہیں اس دنگاہ کی کئی دروازے ہیں ایک دروازہ پڑپڑ شاعر کندہ ہیں -
 نیچے گرم کنان رہنا ہے محمد ہایت دہندہ ہداے محمد
 خوش آن مدرسہ منبر و بارگاہ ہے کہ دروے باشند ثنائے محمد
 عرش شستہ در زیرِ پاوستم ہر آن کو شدہ خاکِ پاے محمد
 منم از سگانِ سگ کوے کو شدہ شیروان از گداے محمد
 اسکا مجلس خانہ بہت بوسیدہ ہو گیا تھا پانچ چھ سال کا عرصہ ہوا کہ حاذق الملک حکیم علی محمد خان
 مرحوم و مولانا قاری حافظ محمد عمر صاحب الملقب بہ سراج الحق صاحب کی کوشش سے دو ڈوبائی
 ہزار روپیہ کی لاگت سے مرت کرائی گئی قدم شریف کے متصل ہے گلو کا تکتہ مشہور ہے
 ایک جگہ اعلیٰ اوپیل اور نیم کے تین درخت برابر واقع ہیں انکے پاس کنویں کے متصل ٹوٹی سی
 چار دیواری میں

طوطی ہند شیخ محمد ابراہیم صاحب ذوق

ابو ظفر محمد سراج الدین بہادر شاہ بادی شاہ دہلی کے استاد آرام فرماتے ہیں اور سر ملنے لگی
 کی لوح لگی ہے اُس میں یہ قطعہ کندہ ہے

اللہ اکبر

طوطی ہند حضرت استاد ذوق نے لی گلشن جہاں سے جو بلوغ جناں کی راہ
 سالِ فات جو کوئی پوچھے تو اسے ظفر کہہ ذوق جنتی ز سہ بخشش اکہ
 ۱۲۷۱ ہجری

آپ پھر اُس بازار میں چلیے جو کھڑکی فراشتخانہ کے نام سے مشہور ہے یہاں پہنچتے ہی پھر اُسی
 لال کنوین کے بازار میں آگئے - کھڑکی فراشتخانہ سے آگے دائیں جانب کٹرہ بڑیاں

ہیں۔ افسوس انکے شاگرد اور شاگردان شاگرد ہزاروں موجود ہیں مگر کسی کو سہ طرف بالکل ہی توجہ نہیں ہوتی کہ انکے ہزار کی
 درستی اور چار دیواری کی حرمت کر دے اور انکی یادگار باقی رہنے کی کوشش کرے اگر یہی غفلت ہی تو ٹھوڑی زمانہ کے بعد ان
 ہزار کا پتہ چلا بھی دشوار ہو جائیگا خدا کرے فیض الملک داغ کو سہ طرف توجہ ہو کہ انکی توجہ سے انکا ہزار نہایت محکم لائق ہو

خان بہادر شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ صاحب قیلاؤ آلہ آباد یونیورسٹی رئیس دہلی سکریٹری -

خان بہادر شمس العلماء مولوی ڈپٹی منڈیر احمد صاحب - اہل - اہل - ڈی -

خان بہادر محمد اکرام صاحب اوزیری اکثر اسٹنٹ کشنر وینوئل کشنر وینوئل پنجاب یونیورسٹی -

خان بہادر ڈپٹی ایلی شمس صاحب وائس پریسیڈنٹ کمیٹی وائزیری مجسٹریٹ

خان صاحب حکیم ظہیر الدین احمد خان صاحب اوزیری مجسٹریٹ وینوئل کشنر

شہزادہ مرزا آکریا جاہ صاحب اوزیری مجسٹریٹ وینوئل کشنر

نواب سلطان مرزا صاحب رئیس دہلی - جٹا نواب مرزا صاحب رئیس دہلی -

مرزا محمد علی بیگ صاحب

مرزا مولوی محمد حسین بیگ صاحب

مدد سے آگے نکل کر کئی ٹرکیں گئی ہیں۔ بائیں طرف شاہ جی کا تالاب ترکماندواڑہ ہوتی ہوئی

دہلی دروازہ چلی گئی ہے۔ وائیں جانب نہر کے پل سے اوتر کر تہ راہ واقع ہے۔ وائیں ٹرک

کھڑکی وادشاہ خاجہ باقی باسد ہوتی صدر چلی گئی ہے۔ بائیں طرف خواجہ قطب صاحب جاتی ہیں

بید حارستہ پہاڑ گچ اور وائیں طرف

درگاہ سید حسن رسول نما علیہ الرحمہ

کو چلا جاتا ہو سید صاحب کا نام تمام زمانہ میں شہور ہے آپ اولیائے کبار میں سے ہیں آپ کو رسول مقبول

کی خطاب میں اتنا تقرب حاصل تھا کہ جبکہ جہتے زیارت گرا دیتے ہی لیے آپ کا لقب رسول نام شہور ہو

تسلسلہ ہجری میں آپ کا وصال ہوا۔ سال وفات اس سے نکلتا ہے (رسول ناما رسول باقی شد)

آپ کا مزار ایک احاطہ میں واقع ہے مزار کے سر اٹنے یہ شعر کندہ ہے

حسن رسول نما افتخار آل حسن بولیں توئی ثانی و ثالث حسین

شاہ محمد سجد صاحب - سید پراہیم صاحب - سید جماعت خان صاحب وغیرہ آپ کے خلفاء

ہوئے ہیں۔ ۱۱ شیعان کو آپ کا غرس ہوتا ہے آپ کے پیرو سید احمد حسن صاحب سجادہ نشین

میں۔ یہی غرس کرتے ہیں۔ نیکی و نیکوئی متوکل شخص ہیں۔

سید حسن رسول ناما کی مزار کے متصل چبلی والے باغ کے نواہر

حوزت جہاں نما علیہ الرحمہ

زنگ سُرُخ کے دالاں ایسی ہی شرقی جانب عربی جانب میں ایک مسجد بہت بڑی نہایت خوبصورت تمام تعمیر
 سنگ سُرُخ کی فرش بھی سنگ سُرُخ کا مسجد کے دونوں پہلوؤں میں کچھ صحن چوڑ کر سنگ سُرُخ کے دو دالاں
 مسجد کے جنوبی دالاں کے متصل سنگ باسی کا جالیدار محراب کے اندر سنگ مرمر کا جالیدار دوسرا محراب ہیں
 تین قبریں جن کا سنگ مرمر کا تعویذ پنج کی قبر نواب **عازی الدین خان** بانی مدرسہ کی جو
 سمرقند سے آیا اور گجرات کا صوبہ ہوا اور احمد آباد میں ملک عدم کو روانہ ہوا اور پھر یہاں لا کر دفن کیا گیا
 دایں بائیں اسکے دونوں لڑکے مدفون ہیں محراب کے سامنے دالاں در دالاں بنے ہیں جو نہایت
 خوش وضع اور موزون ہیں مدرسہ صحن میں بہت بڑا حوض تھا جو بھر کر برابر کر دیا گیا ہے
 پیرسہ احمد شاہ بادشاہ اور عالمگیر ثانی کے عہد میں بنا سرکار نے اس میں مدرسہ رکھنا پسند کیا
 اور اسکے چاروں طرف خندق کھدوا کر اسکو شہر میں داخل کر لیا غدر سے پہلے عربی - فارسی
 شاستری کے کئے مدرسہ تعلیم کیلئے مقرر کر دیئے اسکے بعد نواب **فضل علی خاں صاحب**
 اعتماد الدولہ وزیر شاہ اودھ نے ایک لاکھ ستر ہزار روپیہ اسکے مصارف کے لئے صاحبان انگریز
 کے سپرد کیا چنانچہ سرکار کی طرف سے ایک عبارت اس مضمون کی پتھر پر کندہ ہے اور اندر کی
 جانب بیچ کے دروازہ پر لگی ہے عبارت یہ ہے۔

نہر لوح نقشے باند و لیک جزاے عمل باند و نام نیک

بیا و جنات نواب اعتماد الدولہ ضیاء الملک سید فضل علی خان بہادر شہزادہ لنگ کہ یک لک ہفتاد ہزار
 روپیہ برائے ترقی علوم و مدرسہ ہذا واقع ملی خاص مولد و موطن خویش بصاحبان تعلیمی انگریز بہادر
 تفویض نمودند منقوش گردیدہ در ۱۲۸۶ھ

بیچ کے دروازہ میں دو چوکھٹیں لگا کر گرہ کی شکل بنا دیا ہے اسکو طلباء کے امتحان کا کمرہ قرار
 دیا ہے یہ مدرسہ کسی وقت دارالافتا بھی رہ چکا ہے غدر کے زمانہ میں یہ بھی ضبط ہو گیا تھا عرصہ
 تک پولیس لین رہتی رہی دس بارہ برس کا عرصہ ہوا کہ عمائدین کی درخواست پر لائل صاحب
 عہد میں واکذشت ہو گیا اور پولیس لائن اتحادی گئی اب اس میں **عربی سکول** قائم ہے
 انٹرنش بک تعلیم دیا جاتی ہے مسلمانوں کے بچے تعلیم پاتے ہیں۔

ماہواری خج تقریباً نو سو روپیہ ہے۔ سو روپیہ ماہوار کمیٹی مدد کرتی ہے۔ باقی فیس کے روپیہ
 اور ایک لاکھ ستر ہزار روپیہ کے سود سے اس کا خرچ چلتا ہے۔
 حسب ذیل بارہ ممبر نگران کرتے ہیں۔

بڑے بڑے عالیشان مکانات کے نشانات قائم ہیں ایک بہت بڑی مسجد کا نہایت وسیع صحن بھڑکا ہوا ہے
البتہ لاٹھ بہت نامی چیز ہے اس پر بہت سی تجارت اگلی زبان اور اگلے حرفوں میں کندہ ہے جو بالکل سمجھ میں نہیں
آتی تھوڑی سی تجارت شاستری میں کندہ ہے مگر پورے طور پر وہ بھی نہیں پڑھی جاتی جتنے مردوں نے بڑے
جاتے ہیں انکا ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

(دوسری کواجیت سن ۱۲۲۲ء بمیا کھنڈی پنہین سوہون کھی لٹن اس ابن شاہ بہادر معزز الدین کجوداد
عمر دراز مقیاس کشف)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس زمانہ سلطان معزز الدین محمد بن سام غوری نے کوہ سوا لک کو جو ہندوستان کے
شمال میں واقع ہوتا رہا کیا ہی اسی زمانہ میں اس لاٹھ پر تجارت کھدوا دی ہے اسکی حقیقت یہ ہے کہ کوہ لک
کے پاس جو ہندوستان کے شمال میں واقع ہے دو لاٹھیں بڑی ہوتی تھیں ہندو لوگ انکی پوجا کرتے تھے
اور کہتے تھے کہ عید دونوں لاٹھیں ہمارے دیوتاؤں کے گناہیں چرنے کی لاٹھیاں ہیں انکے ساتھ
ہی یہ بھی اعتقاد رکھتے تھے کہ جوت یہ لاٹھیں یہاں سے اٹھیں گی یا ٹوٹیں گی جیسی پرلو ہوگی
فیروز شاہ نے عید نکرا کئے اعتقاد کو چھٹلانا چاہا اور فوراً ایک ٹھکڑا ڈالا اور دوسری کو
یہاں ڈاکر لگا دیا اسوقت سے فیروز شاہ کی لاٹھ مشہور ہو گئی یہ لاٹھ بالکل ایک پتھر کی بنی ہوئی ہے
لوگ اسکو کوہ لک کا پتھر بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جتنی اسوقت اوپر موجود ہے اتنی ہی پیچھے او
ہے یہ بھی مشہور ہے کہ اس لاٹھ کے پیچھے خزانہ مدفون ہے چنانچہ خال خال سادہ مزاج لوگ اپنی
جاگڑ اسکے اطراف کو کھودنے لگتے ہیں اور اتفاقاً پرائی کوئی چیز مل جاتی ہے تو نہایت خوش ہوتے ہیں
اور اپنے خام خیال کو بہت پکی بات سمجھنے لگتے ہیں موجودہ لاٹھ کا طول اڑتالیس فٹ پنہنہ انچ ہے
اور بڑھتی ٹٹائی دس فٹ مد ہے اسکا سر ایک طرف سے ٹوٹ گیا ہے بعض کہتے ہیں کہ بجلی گری
اسکے صدر سے ٹوٹ گیا بعض کہتے ہیں کہ گولہ لگا صحیح حانہ کو معلوم ہے۔

آگے چلکر پرائی دلی کا

کابلی دروازہ

ہے اسکو لال دروازہ بھی کہتے ہیں نہایت عالیشان دروازہ ہر تمام سنگارا سے بنا ہے روکار سنگ
کی ہے دروازہ کے اوپر دروازہ میں بہت خوبصورت بنائیاں دروازہ فیروز شاہ کی بسائی ہوئی
دلی کی نشانی ہے اسکے متصل

جلانہ

ہے یہ حقیقت میں پرائی دلی کی سرانجامی خاندانی بنائیاں تھیں (جو جہانگیر کے وقت میں بنجا کا صوبہ دار تھا اور

کا مزار ہے زبانی اوصاف بہت کچھ سننے میں آئے ہیں مگر آپ کے حالات سن ولادت سن وفات وغیرہ کا پتہ نہیں چلا آسکے چٹکیاں ہیں اور وجوہوں کے کھاٹ ہیں کورا کپڑا دھلتا ہو جسے اگر

بھولی بھٹیاری کا محل

ہے جو ایک بھاڑی پر واقع ہے اسکو بھولا خاں پٹیاں نے بنوایا تھا عوام الناس اسکو بھولی بھٹیاری کا محل کہتے گئے کسی زمانہ میں بہت خوبصورت ہوگا مگر اب کھنڈر پڑا ہے شہر کے تمام برہمن جو علم نجوم سے واقفیت رکھتے ہیں ابھگے ہوئے دیکھنے کو جلتے ہیں اور ایک جھنڈا گاڑ کر ہوا دیکھتے ہیں ہزاروں آدمی جمع ہونے میں بہت بڑا میلہ ہو جاتا ہے اس میلہ کو پون پرکیشا کا میلاد کہتے ہیں اسکے جانب غروب سہنے۔

حداثا علیہ الرحمہ

کا مزار ہے آپ کا نام آپ کے حالات کسی جگہ سے دستیاب نہیں ہوئے مگر کرامت اور ولایت نام ہی معلوم ہوئی ہے اتنا شنا جاتا ہے کہ آپ ادھنگ زیب عالمگیر کے زمانہ میں تھے غالباً ان تینوں حضرات کا قریب قریب زمانہ ہے شاہجہان آباد کی سرختم ہو چکی اب

پُرانی دلی

کی سیر فرمائیے صرف دو متبرک مقاموں کی حاضری باقی ہے انکے ذیل میں اور بھی برگزیدہ آستانے یا مقامات نظر سے گزر جائیں گے اول حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا علیہ الرحمہ کی زیارت سے شرف ہونا ہے اسکے بعد حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ کے دربار سے فیضیاب ہونا ہے چونکہ ہماری نسبت سے حضرت شیخ المشائخ قریب ہیں اسلئے پہلے اس آستانہ پر حاضر ہونا چاہیئے۔ دلی دروازہ سے سلطان المشائخ کو درستہ جاتا ہے دروازہ سے نکلتے ہی بائیں ہاتھ دریا کے کنارہ

کوٹلہ فیروز شاہ

واقع ہر اہمیں بیت اور بنی ایک ٹھہ ہے اسکو فیروز شاہ کی لائٹھ کہتے ہیں غالباً یہ عمارت شہ عہد بھری زمانہ فیروز شاہ میں بنی ہے کسی زمانہ میں بہت خوبصورت عمارت ہوگی اسوقت نہایت خراب ٹوٹی پڑی ہے

جانب مشرق
مسجد جامع
پنڈی خانا

خواجہ قطب الدین علیہ الرحمہ کی زیارت کو تشریف لاتے تو آپ ہی کی خانقاہ میں بٹھرتے۔ یہ خانقاہ اب جگہ گنبد
 واقع مٹی بہت بڑی عمارت تھی جتنا بالکل نیچے کو چلتی تھی گاؤ گاؤ سلطان المشائخ حضرت شیخ نظام الدین اولیا
 بھی خانقاہ میں تشریف آتے درویشانہ مجتہدین ہوتیں۔ نقل ہے کہ جو وقت مولانا حسام الدین انوری
 خلیفہ شیخ جمال نسوی دہلی ہو کر واپس پیر کی خدمت میں پہنچے تو شیخ نے پوچھا کہ آن بارسفید ہا چکو نہ
 یعنی شیخ ابو بکر طوسی کا کیا حال ہے یہاں حج کا ارادہ ہو چکا تھا اور مولانا حسام الدین کو اسکی اطلاع
 تھی اور شیخ طوسی نے پیام بھی دیا تھا کہ شیخ جمال سے ہمارا حج کا ارادہ ظاہر کر دینا لہذا مولانا حسام
 الدین نے عرض کیا کہ او قصہ حج دارد یعنی حج کا ارادہ رکھتے ہیں شیخ جمال نے وہیں سے مولانا کو قاف
 بھیجا اور فرمایا کہ تمہارے پیچھے میں بھی آتا ہوں اور یہ ربائی لکھ کر مولانا کے حوالہ کی تر با عی
 مرپاے ترا سرم شمار اولی تر بحسبہ بود بلکہ ہزار اولی تر
 در غار وطن ساز چو بکر از انکہ بوبکر محمدی بغار اولی تر
 آپ کے فزار کے مقابل سلطان جی جاتے ہوئے شرک سے دائیں طرف چار دیواری میں

شیخ نور الدین ملک یار تیران

کا بختہ فزار ہے آپ بہت بڑے عارف کامل صاحب کرامات ہیں لارنگے پہنے ملے ہیں سلطان غیاث الدین
 بلبن کے زمانہ کے مشائخ میں سے ہیں حضرت سلطان المشائخ علیہ الرحمۃ آپکے روضہ پر حاضر ہوا کرتے تھے
 چونکہ زمانہ ملتا جلتا ہے اسلئے زیارت بھی کی ہوگی مگر کسی کتاب میں لقا ذکر نہیں۔ میرا اولیا میں حضرت
 سلطان المشائخ سے منقول ہے کہ مین ایک روز مسجد کیلہ گھڑی میں نماز کیلئے جاتا تھا تو بہت چلتی تھی
 ادھر میرا روزہ ادھر تو۔ تنگ ہو کر ایک دوکان پر بیٹھ گیا اور پرخطرہ دلیس گذرا کہ آج کوئی سواری ہوئی
 اسپر سوار ہو کر مسجد چلا جاتا اسکے بعد فوراً ہی سعدی کا یہ شعر یاد آیا

ما قدم از سر کینم در طلب دستاں راہ بجائے نبرد ہر کہ با قدام فست
 میں نے اس خطرہ سے توبہ کی تھی دن کے بعد شیخ ملک یار تیران کا خلیفہ ایک گھوڑی لایا کہ اسکو قبول کیجئے
 میں نے کہا کہ تو درویش آدمی بھلا تجھ سے کس طرح قبول کروں اُس نے کہا کہ تیسری شب ہے کہ میرے شیخ
 ملک یار تیران نے مجھ کو خواب میں فرمایا ہے کہ شیخ نظام اولیا کو ایک گھوڑی دے آ۔ میں نے کہا کہ تمہارا
 ہی پر نے تو فرمایا ہے میرے پر لے تو نہیں فرمایا کہ میں لیلوں وہ اُس وقت تو چلے گئے۔
 اُس کے بعد بھولائے اتو میں سمجھ گیا کہ پھر خدا ہی کا فرستادہ ہے میں نے وہ گھوڑی قبول کر لی

قصبہ فریاد جو دہلی سے بارہ میل کے فاصلہ پر آباد ہوا ہو اور جو وقت کی دوران ہوئی سرکاری
دوران ہو گئی عالمگیر شاہ عالم کے زمانہ تک بالکل خراب ہو گئی تھی انگریزی عداری ہوئی تو انہوں نے
جیلخانہ کے لیے اس سے بہتر کوئی موقع نہ پایا لہذا اسکی مرمت کر کے جیلخانہ قائم کر دیا پھر اسکے متصل بنا
جیلخانہ اور ہسپتال بنایا اور سنہ ۱۹۰۳ء سے ایک سیر اسکے متعلق قائم ہوا ہے جو نابالغ لڑکے قید ہوتے
ہیں انکو دستکاری۔ جیسے زردوزی۔ موچی۔ بڑھئی۔ دزدی وغیرہ کا کام سکھایا جاتا ہے تا سن بلوغ
انکو وہاں رکھا جاتا ہے۔

سہیل خاں

(اور ایک جوبلی کے کھنڈرات موجود ہیں) نہایت عاقل ذات کا راجپوت تھا اور شاہ جہاں بادشاہ
ساتھ ہو کر جہانگیر کو قید کر دیا تھا اخیر عمر میں شہید ہو کر مراد اسکے قبر شاہ مرداں میں موجود ہے اس جگہ کو ریتی کہتے ہیں
بھی کہتے ہیں غدر سے پہلے اور کچھ بعد بھی ابجگہ تھڑا سے اور شہر کے رئیس بنگ بازی ہر جمعہ کو کیا کرتے تھے۔
اس جگہ کے سامنے شرقی اور جنوبی گوشہ میں

شیخ محمد صاحب چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ

کے فرار کا گنبد نظر آتا ہے آپ حضرت شیخ ابراہیم رامپوری قدس سرہ العزیز سے مجاور تھے آپ کو دنیا سے بالکل
اٹکاؤ تھا اخلاق و خاکساری بدرجہ کمال رکھتے تھے گوشہ نشینی زیادہ پسند تھی۔ صحبت عوام سے بہت
گھبراتے تھے اکثر تنہا رہتے تھے۔ بارہ برس تک خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی رطوکوں کی جاؤ
کشی کی رات اور دن عبادت اور وظائف میں مصروف رہتے کھانا اور بنانا بقدر ضرورت کام میں لاتے۔
عالمگیر نور اللہ مرقدہ کا بیٹا محمد معظّم شاہ آپ سے نہایت درجہ عقیدت رکھتا تھا سنا جاتا ہے جس جو پترہ پر آپ کا مزار
آپ کے اور آپ کے خاص عقیدت مندوں کے دست مبارک کا بنایا ہوا ہے ۱۲ مرحوم کو شاہ میر حسین صاحب
آپ کا عرس کرتے ہیں شاہ صاحب ہی ابجگہ کی توتلی اور مالک ہیں۔ ابجگہ کو شیخ محمد کی باتیں کہتے ہیں وجہ یہ
بیان کرتے ہیں کہ اس جو پترے کے متصل ایک تالاب تھا جس میں آپ وضو فرمایا کرتے تھے اسکو باتیں کہتے تھے
اسی سبب یہ جگہ بھی باتیں کر کے مشہور ہو گئی۔ آگے چل کر مائیں بابت شہل قلعہ ہندوؤں کی سہ دری کے
جنوب میں بلند ہے۔

شیخ ابو بکر طوسی حیدری

کا مزار پر آپ قلعہ میر شہر پہنچتے تھے شیخ جمال الدین مانسوی سے نہایت اتحاد تھا حتیٰ کہ شیخ جمال الدین مانسوی

خوبصورتی سے لگایا ہے کہ دیکھنے کو جی چاہتا ہے ہر محراب اور گوشہ پر خط نسخ اور کربین خط کو فی من
آیات قرآنی کندہ ہیں صحن میں شمن حوض ہے مگر خراب ہے مسجد کے چھت پر جانے کا راستہ بھی عجیب
قطع سے بنایا ہے دیواروں میں عمدہ عمدہ شمن بنائے ہیں۔ اس مسجد کی چھت لداؤ کی ایسی
خوبصورت بنائی ہے کہ نگاہ اٹھانے کو دل نہیں چاہتا۔ یہی طبیعت چاہتی ہے کہ اس کو
دیکھنے جاؤ۔ چھت کے اوپر صرف ایک گنبد رہ گیا ہے۔ کسی زمانہ میں گنبد کے ادھر او دھر
دو چھتریاں تھیں جو اب ٹوٹ چھوٹ گئیں۔ دوسری موجودہ عمارت

شیر منڈل

شیر منڈل کے طور پر بنایا۔ سنگ مرمر کی عمارت ہے۔ اندر جانیکا جنوب رویا دروازہ ہے۔
بیچ میں ایک کمرہ سا بنایا ہے چاروں طرف بہت تلی غلام گردش ہے۔ اوپر ایک بڑی ہے
اسکا شرقی رویہ دروازہ ہے اوپر چڑھنے سے دریا اور جنگل کی عجیب و غریب کیفیت معلوم
ہوتی اور سیر دکھائی دیتی ہے۔ جنگل کے سبزے کا لہلہانا اور دریا کی لہروں کا نظر آنا اور ہوا کا
سرسر آنا اور جو طرف میدان کا مثل کٹورہ کے دکھائی دینا اور سبز سبز درختوں کا نظارہ عجیب
لطف دکھاتا ہے بیٹھنے کے بعد اٹھنے کو جی نہیں چاہتا۔

اسکو شیر شاہ نے اپنے عہد حکومت میں بطور سیرگاہ کے تعمیر کرایا چنانچہ شیر شاہ کے حال
اسکا ذکر آچکا ہے پھر نصیر الدین ہایون بادشاہ نے اسکو کتب خانہ قرار دیا اور کبھی کبھی محل
بھی پر کیا کرتے تھے چنانچہ مروجی کچھ کے تعمیر کیے علم ریاضی کی نقوش ابھی تک موجود ہیں ایک روز مروجی میں تشریف
رکھتے تھے کہ مغرب کی اذان ہوئی آپ نے بیٹھ کر اذان سنی اور دعا پڑھی جماعت کے واسطے نیچے آنا
چاہا جریب زور دیا کٹھے اتفاقاً جریب پڑھی پڑھ لی اور نیچے آن پڑی کئی دن بعد انتقال کیا۔ ہایون بادشاہ نے اقامت
پزلے قلعہ سے کجا راستہ ہایون کے مقبرہ اور عربسہ میں جانا ہے خواہ اوہر کو چلیے ورنہ اسی
پختہ شکر پر تشریف لیجئے۔

لب شکر و این طرف قلعہ کے عین محاذ میں ایک نہایت خوبصورت عالی شان سنگ مرمر کا ایک

مسجد و مدر

کا نظر آتا ہے تاکہ بڑی مسجد اور دو طرفہ دو نمبر لہجہ سے لداؤ کے ٹپے چھوٹے موجود ہیں جسکی
خیر المنازل تاریخ ہے۔ اکبر بادشاہ کی انانے جکانام ماہم انگہ نام تھا
ایسی مسجد اور مدرسہ شاہی میں تعمیر کیا تھا۔ مسجد کے بیچ کے در کی پشالی پر منظر نظر نہیں

۱۲ کی شان نقشہ سی ما خطی

تاریخ انتقال ہولی

اسکے بعد سے ہمارے ہاں گھوڑی ہی اور کبھی موقع نہیں آیا کہ سواری نہ ہو۔
 لکھا ہو کہ جو وقت ملک یا بران دہلی میں آئے تو اسی جگہ قیام کیا چنانچہ وقت خزاہے شیخ ابوبکر طوسی
 زمانہ میں صاحب خدمت تھے انھوں نے تنازع ہوا ملک یا بران نے کہا کہ تجھ کو میرے پیر نے بھیجا ہے
 شیخ طوسی نے کہا کہ تمہارے پاس کیا دلیل ہے کہ تمہارے پیر نے تم کو یہاں بھیجا کوئی خط کوئی محضر کچھ
 دکھاؤ تو ہم تسلیم کریں انکے پیر کا مقام بہت دور دراز تھا وہاں جانا آنا بھی بہت ہی دشوار تھا
 مگر ملک یا بران ان کی آن میں خط لیکر واپس آگئے گویا ایک نماز میں گئے دوسری میں آگئے
 شیخ ابوبکر طوسی نے فرمایا کہ تم بھی یا ر ملک یا بران ہو اسی روز سے ملک یا بران مشہور ہو گئے۔ اور
 اسی جگہ شیخ ابوبکر طوسی کی خانقاہ یعنی موجودہ مزار کے مقابل مدفون ہوئے نہایت با عظمت
 اور با ہیبت جگہ ہے۔ کہتے ہیں کہ اس جگہ پر یوں کا مقام ہے۔ آگے چل کر بائیں ہاتھ

پُرانا قلعہ

واقع ہے۔ بہت پرانا قلعہ ہے اس کا مفصل حال بادشاہوں کے واقعات کے ذیل میں
 گزر چکا ہے۔ اجاؤن کے وقت میں اس کا نام اندریت مشہور تھا پھر شیر شاہ کے وقت
 میں شیر گڑھ کے نام سے موسوم ہوا۔ ہمایوں بادشاہ نے انکی تعمیر کرائی تو دین پناہ نام رکھا۔
 اس وقت جو کچھ عمارت موجود ہے ہمایوں کے زمانہ کی ہے اسکے تین دروازے بڑے اور ایک
 کھڑکی نامی ہے اسکے علاوہ اور بھی کئی کھڑکیاں ہیں ایک دروازہ جو شمال غرب کی طرف
 واقع ہے بت سے بند ہو لوگ اسکو طلاقی دروازہ کہتے ہیں۔ اسکی وجہ بیان کرتے ہیں کہ ایک
 اس دروازہ سے فوج کشی ہوئی اور دروازہ بند کر دیا کہ اگر بغیر فتح کئے آکر گھولیں تو انہر طلاق
 مگر پھر فتح نہ ہوئی دروازہ اُسی طرح بند رہا مگر کچھ معلوم نہیں کہ کس بادشاہ کے زمانہ میں دروازہ
 بند ہوا اس قلعہ کی تمام فصیل سنگ خارا کی نہایت مضبوط اور عریض بنی ہوئی ہے۔ کسی زمانہ میں
 بہت خوبصورت ہوگی مگر اب جا بجا سے ٹوٹی ہوئی ہے۔

قلعہ کے زیر فصیل غرب کی جانب مسلمانوں کا قبرستان واقع ہے۔ ایام عذریں اکثر شہر کے معززین
 یہاں دفن کئے گئے ہیں۔ اندریندار لوگ آباد ہیں۔ پچھلی عمارتوں میں سے صرف دو عمارتیں
 باقی ہیں ایک

جسکو نصیر الدین ہمایوں بادشاہ نے قلعہ کے ساتھ تعمیر کرایا نہایت خوبصورت خوش قطع خوش صنم
 بنی ہے پانچ درہمیں تمام مسجد سنگ خارا کی بنی ہے۔ زکار میں سنگ شیش اور سنگ مرمر اس

یہ کتبہ کندہ ہے۔

بدوران جلال الدین محمد
جو اہم بیگم عصمت بنا ہے
دلی شد ساعی این بقعہ خیر
زہے خیرات این بقعہ خیر
کہ شد تاریخ او خیر المنازل
اس مسجد کے متصل جنوب کی جانب پیدا کجا رہتہ نومحلہ کو جا رہا ہے اسی طرف چلے۔ ریل کی طرف
سے آگے بائیں طرف درختوں کے جھرمٹ میں ایک چھوٹی سی چار دیواری سفید نظر آتی ہے اس میں

بی بی فاطمہ سامحہ علیہا

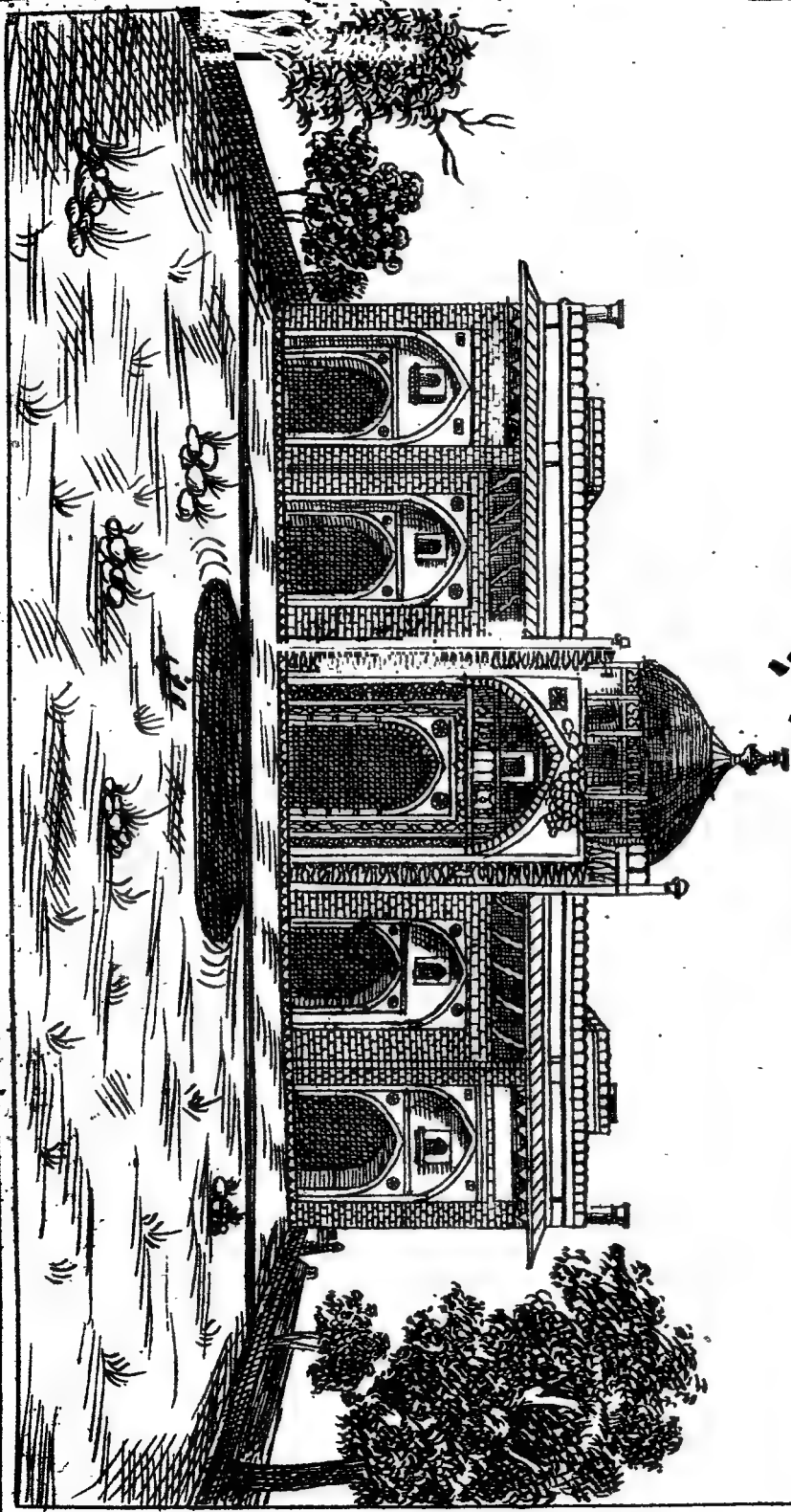
کا مزار ہے اولیاء الدین سے ہوئی ہیں شیخ فرید الدین گنجشک علیہ الرحمہ ان کو بین کہا کرتے تھے۔
سلطان المشغخ کے روضہ میں ذکر و شغل کیا کرتے تھے اس وقت عوام انکو بی بی شام اور بی بی صاحبہ
کہتے ہیں بعض لوگ حضرت سلطان المشغخ کی پیر بہن بھی بتاتے ہیں۔ کیا تعجب ہے کہ حضرت
گنجشک سے مرید بھی ہو گئی۔ اور شہبان اعظم کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔

اب اسی کتبہ رہتہ سے نومحلہ تشریف لے گئے۔ اور حضرت مولانا

شیخ ابوالرضا محمد علیہ الرحمہ

کی زیارت سے مشرف ہو جائے آپ حضرت مولانا محمد و مناشاہ ولی اللہ صاحب تھت دہلوی کے عم بزرگوار
ہیں شہنہ ہجری اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کے عہد میں پیدا ہوئے آپ اپنے بھائی یعنی حضرت مولانا
شاہ عہد الرحمہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سات برس بڑے تھے آپ نے علم ظاہری مولانا حافظ بصیر صاحب
علیہ الرحمہ سے جو شاہ جہان بادشاہ کے زمانہ میں بہت عمدہ عالم تھے اور حضرت مولانا خواجہ خرد جو حضرت مولانا
خواجہ محمد باقی باہد علیہ الرحمہ کے صاحبزادہ تھے حاصل کیا آپ کو علم حدیث اور تفسیر نہایت مستحضر تھا اگر آپ کو
خاتم المحدثین و المفسرین کہا جاوے تو بھی بجا ہے۔ علم و عمل و فضل و اکمال اور تجرید و تفہیم اور حلم و کرم توکل و شہادت
آپ کی ذات پر ختم تھے اور تمام حالتوں میں سنت پر عمل کرنا طریقت اس طرح اختیار کیا تھا کہ اچھے اچھے لوگ
دعاں قدم نہ رکھ سکیں غرض کہ آپ کی ذات و صفات اور کمالات و باطنی ایسے تھے کہ جنکا کچھ حدود و حساب نہیں
ہزار آدمیوں کو آپ سے فیض ہوا اور طرح طرح کا فیض ہر ایک کو آپ سے ملا۔ اگرچہ آپ کی درگاہ عمدہ نہیں بنی ہوئی
ہے مگر فیض سے ملو ہر مکان کو مکین سے شرف ہوا و شرف المکان بالکین ایسے جگہ صادق ہے آپ نے

سورۃ الاحقاف



ہے اس مسجد کو کنگرہ ہجری میں سلیم شاہ کے عہد میں عیسیٰ خان حجاب نے بنایا ہے جو شیر شاہی میروں میں سے تھے جو نے اور سنگ خارا سے اپنی ہوئی ہے اور محراب میں سنگ مرخ لگا ہوا ہے اس میں مسجد میں ایک کنواں بھی ہو کر ایسا بیوقوف بنا ہوا ہے کہ سارا جو ترہ مسجد کا اور ایک در خراب ہو گیا ہے اسکے خاد میں مشرق کی طرف

مقبرہ عیسیٰ خاں

کا ایک برج ہے اور گرداوسکے غلام گردش کے طور پر عمارت بنائی ہے مقبرہ ہشت پہل اور خوبصورت ہجری تمام عمارت سنگ خارا اور چوڑے سے بنی ہوئی ہے لیکن اوپر کی برجوں کے ستون سنگ مرخ کے ہیں برج کے اندر مغرب کی طرف ایک پتھر پر کتبہ کندہ ہے اسکے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمارت خود ہی عیسیٰ خان حجاب نے سلیم شاہ کے زمانہ میں کنگرہ ہجری میں بنوائی ہے اس مقبرہ میں کئی قبریں ہیں اور عیسیٰ خان حجاب کی بھی اسی میں قبر ہے عرصہ سے اس میں کین لوگ رہتے تھے اب گورنمنٹ نے اون کو اٹھا دیا ہے اور چار دیواری۔ اور عمارت کی درستی ہو رہی ہے۔ اس جگہ کو عیسیٰ خان کا کوئلہ بھی کہتے ہیں۔ مقبرہ پر پچھ عمارت کندہ ہے۔ ”بنا کر دین روضہ جنت نہاد در عہد دولت اسلام شاہ شہنشاہ خلد ملکہ و سلطانہ مسند مالی عیسیٰ خان ابن میان انخوان حجاب خاص تاریخ ہند نچاہ چہار از ہجرت اس کوئلہ کے پاس

عرب سرائے

ہے اسکا دروازہ نہایت عالیشان اور خوبصورت ہے یہ عرب سرائے سترہ جلوس اکبری مطابق ۹۶۰ ہجری میں بنی ہو حاجی بیگم ہالیوں بادشاہ کی بیوی کی جو بنائی ہوئی ہے بیگم کی عالی ہمتی تحسین کے قابل ہے کہ حرمین شریفین تین سو عرب کا اور نیر فریضال ثواب سترہ باری کیا جن میں کوئی سادات میں سے تھے اور سو آدمی مشائخ کبار میں سے اور سو عوام الناس جو انکی خدمت کرتے تھے اور سب کو یہاں لا کر آباد کیا اور انکے لئے یہ سرائے بنائی اسکے تین دروازے ہیں ایک یہی جو ہالیوں کے مقبرہ کے متصل ہے دوسرا دروازہ اور جو شکستہ ہو رہا ہے اس وقت اسکو ایک جھوٹا ساقیہ سمجھئے یا گاؤں کہئے ایسے سب قسم کے لوگ رہتے ہیں ایک دو گھر سادات کے باقی ہیں گھر عموماً غریب زمیندار لوگ آباد ہیں۔ عرب سرائے کے سرائے مشرقی دروازہ کے پاس

ایک منڈی

تھے کھانے پھانے کی چیزیں ہیں پھاگرتی تھیں جگانشان نہیں نام ہی نام باقی ہوا اس منڈی میں ایک

۱۔ ارجمہ الحرمہ شہزادی میں وفات پائی انکی تاریخ وصال آفتاب حقیقت پر مبنی اللہ علیہ وارضاء و جلالت
منزلہ علاوہ آپ کے مزار مقدس کے اور انکی اہل و عیال اور دیگر بزرگان خاندان کی قبریں ہیں۔
اب اس طرف دو مقام اور پختہ کے قابل ہیں انکو دیکھ کر پھر پختہ شہر کی چلتے اور مقبرہ ہایوں وغیرہ پہلے لا حلقہ
کر کے پھر اطمینان اور خلوص سے حضرت سلطان المشائخ محبوب الہی کی درگاہ میں حاضری دیجئے حضرت
بی بی فاطمہ سام کے مزار کی تھوڑی دور آگے جانب جنوب۔

لال سنگھ

ہے یہ عمارت نصیر الدین ہایوں کی کسی حرم کے دفن ہونیکے واسطے بنائی تھی بعد اسکے جب شاہ عالم بادشاہ کی
والدہ محل کا انتقال ہوا تو اسکے پاس ایک چھوٹے گنبد میں انکو دفن کیا جب سے اس جگہ کو لال سنگھ کہنے
لگے اور دوسرے گنبد میں سلیم جان زوجہ مزار کھو دفن ہیں یہ دونوں بیچ سنگ سرخ سے بہت عمدہ بنی ہوئی ہیں
انکے صحن میں دو منجر ایک نواب فتح آبادی اور دوسرا مرزا بلاتی کا ہے اس عمارت کو بنی ہوئے تقریباً ایک سو
تیس برس ہوئے۔ اس جگہ بہت سے خاندان تیموریہ کی قبریں ہیں چنانچہ سلطان بروہر۔ مرزا دارا
و یسعد کے بھائی کی اور مرزا داؤد کی اور بہادر شاہ بادشاہ کی بیویوں کی قبریں ہیں۔ اسکے متصل ہی

مقبرہ سید عبد رحمۃ اللہ علیہ

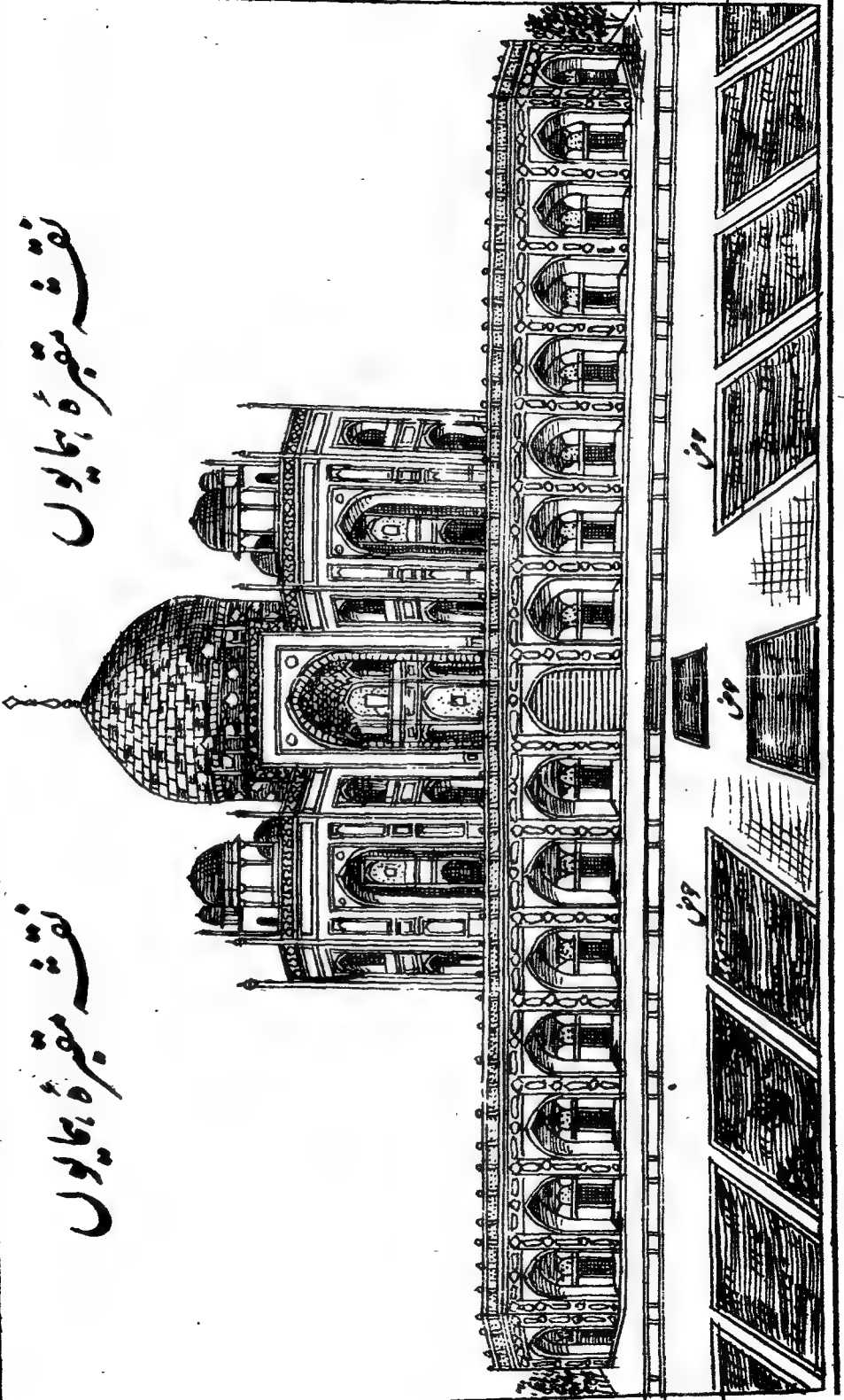
کا ہے جو نے کانبرا ہوا ہے اور پر کہیں کہیں چینی کا کام بھی نظر آتا ہے سید عبد خان۔ خان دوران خان کے
رفیقوں اور داراللمہاموں میں سے تھے کسی لڑائی میں شہید ہوئے یہاں دفن کئے گئے بعض لوگ ان
کو شہید صاحب کی درگاہ بھی کہتے ہیں اسکا دروازہ بہت شان دار ہے اوپر سہ دری بہت عمدہ بنی
ہوئی ہے کسی زمانہ میں اسکے صحن میں نہریں اور حوض بنے ہوئے تھے اب اٹا اٹا کر ٹوٹ چھوٹ گئے ہیں
تمام عمارت بے مرمت پڑی ہے نہ وہ شان ہے نہ وہ رونق ہے فاجعہ دایا اولی الابصار۔

اب شہر کی پختہ پر آئے۔ آگے نہر کا پل آتا ہے پل سے ورے جو راہ ہو گیا ہے ایک تو یہی راستہ آتا ہے حکومت
چلے آ رہے ہیں دوسرا مغرب کی طرف حضرت سلطان المشائخ علیہ الرحمہ کی درگاہ کو جاتا ہے سیدھی
شہر کی جنوب کی طرف بارہ پلا اور درگاہ سید محمد بخار رحمۃ اللہ کو چلی گئی ہے بائیں طرف مشرق کی جانب سیدھی
شہر کی مقبرہ ہایوں کو جاتی ہے تھوڑی دیر کے دائیں طرف مڑے ورے چار دیواری کے اندر

سید عیسیٰ خاں

نقش مقبرہ ہمایوں

نقش مقبرہ ہمایوں



مسجد اور سڑکیاں اور کنواں تھا مسجد کا پتہ نہیں ہاں گواں موجود ہے اس منڈی کو مہربان
آغا نے جہانگیر بادشاہ کے زمانہ میں بنایا تھا عیسائی کے پاس لبرسٹرک۔

ہمایون کا مقبرہ

ہے شاہجہان آباد سے ڈھائی کوس کے فاصلہ پر واقع ہوا ہیں ہایوں بادشاہ کی قبر ہے اسکی عمارت قابل دید ہے سنگ مرمر اور سنگ مرمر سے بنی ہوئی سنگ مرمر وہ لطیف کدو شاہوار اسکے آگے دریائے جمنا میں ڈوبا جاتا ہے سنگ مرمر وہ نادر کہ گلاب کی پنکھڑیوں پر شرف لجاتا ہے برج خالص سنگ مرمر کا ایسا خوبصورت کدو سے ترمن پر اپنا نظیر نہیں رکھتا اسکا چمن بہایت دلکش۔ مکانا دلربا سرخ سرخ پتھروں میں سفید دلیریاں عجب عالم دکھاتی ہیں رنگ برنگ کے پھول بونٹے پتھر کی پھول پنکھڑیاں دل لہجائی ہیں۔ کسی زمانہ میں بہت کچھ آراستہ تھا۔ چاروں طرف جو آئینے حوض ہیں پہلے اوں میں نہریں جاری تھیں نوآرے چھوٹے تھے پانی لہراتا تھا۔ جن لگے تھے پھول کھلے تھے اب بھی اسکی آن بان سب سے نرالی ہے۔ یہ عمارت سترہ سو پچاس میں نوآباد حاجی بیگم ہایوں بادشاہ کی بیوی کی سہمی سے بنی شروع ہوئی اور سولہ برس کے عرصہ میں پندرہ لاکھ روپیہ کی لاگت سے تیار ہوئی۔ اس مقبرہ کی کرسی میں جسنے درہیں سب میں بادشاہی خاندان کے لوگ دفن ہیں۔ حمیدہ بیگم مغیہ بہ مریم مکانی جلال الدین اکبر کی ماں یعنی حاجی بیگم زوجہ ہایوں اور عالمگیر ثانی۔ فرخ سیر۔ واما شکوہ۔ وغیرہ سب ہی مقبرہ میں دفن ہوئے ہیں۔ گو اسوقت پہلے ہی رونق اور اگلے سامان کہاں سیر میں مگر پھر بھی بہایت پُر فضا مقام ہے چنانچہ کسی شاعر نے اس عمارت کی تعریف میں یہ شعر کہا ہے

شعز عشق نام با جمال یا رستخیز است باب وزنگ و خال و خط چہ حاجت رُو می زیار
 ستا بسویں صفر مشہور بحری کو آپکا وصال ہوا اسی تاریخ آپکا عرس ہوتا ہے عقیدت مندوں نے چار دیواریں
 مزار کی گرد اور ایک مسجد احاطہ کے بنوا دی ہے جس سے زائرین کو بہت آرام ملتا ہے۔

آپ حضرت سلطان المشائخ محبوب الہی کے زیارت کو چلیے اسی پختہ سڑک کے چوراہہ پر لوٹ آئیے
 نہر کا پل اتر کر آبادی میں داخل ہو گئے اسکو غیاث پور کہتے ہیں سڑک کے متصل ہی

حضرت سلطان المشائخ سلطان نظام الدین اولیا علیہ الرحمۃ

کی درگاہ ہی دروازہ پر بیچہ مصرع کندہ سہم ع شاہان چہ عجب گربوز اند گدار اچہ اندر گھستے ہی

باولی

آتی ہی بہت نامی گرامی ہی مشہور ہے کہ یہ باولی حضرت کے جیتے ہی بنکر طیار ہوئی اول خود اپنے اور آپ کے
 مریدوں نے کھودنا شروع کیا اسکے اوپر کئی مکان ہیں باولی کے سرے پر قدیم ٹھانوں کے وقت کا
 گنبد ہے۔ ضلع غوبی کی طرف سنگ مرمر کا نہایت نفیس رُج ہے۔ بین قبرین میں دو چھوٹی اور
 ایک بڑی بانی کو کلائی بنت ملائم خان کی قبر ہے جس پر آیات قرآنی اور لفظونہ نام اور یہ تاریخ کندہ ہے

سال تاریخ فوت اوچشم از دل صاف پیر پاک سرشت
 او سروے کشید و گفت بگو باد ہمد بہ حوریاں بہشت

بانی کو کلائی بنت ملائم خان

جنوبی ضلع میں فیروز شاہ کے بنائے ہوئے مکانات ہیں مسجد سے باولی تک آلے کا راستہ تھا وضو کیلئے
 پین چلے آئے تھے محمد شاہ بادشاہ نے اسکو پاٹ کر چھتہ بنا دیا ہے جواب بھی موجود ہے۔ عرس کے
 روز اس باولی پر بڑا تماشا ہوتا ہے بہت لوگ جمع ہوتے ہیں اور اسکے مکانون میں آکر بیٹھتے ہیں۔
 چھوٹے چھوٹے بچے سہ طرفہ عمارات پر سے دھما دھم باولی میں کودتے ہیں اور طرح طرح کی تیراکیاں
 تیرتے ہیں زیادہ کہاں یہ کرتے ہیں کہ لوگوں سے بچہ کہتے ہیں کہ تم بیا چھینکو ہم بھی اُسکے ساتھ
 کودتے ہیں اور پیہ نکال لیتے ہیں چنانچہ وہ پیہ بھینکتے ہیں اور یہ نکال لاتے ہیں۔

اب چھتہ کے راستے اندر چلیے ایک اور دروازہ آتا ہے اُسکے اندر محلی ہے تمام فرش سنگ مرمر کا ہی
 شمالی جانب میں فقرا کے رہنے کے مکانات بنے ہیں پنج میں

یہاں مقبرہ سے اسی پختہ شہر کے چارہاہ پر گزرتے آئے اور جنوب کی طرف جو بارہ پلو کو سیدھی
شہر کا رہی ہے اوپر چلیے تھوڑی دور آگے دائیں طرف

مقبرہ خانخانان

ملاحظہ کیجئے اصل انکا نام عبدالرحیم خان خانخانان تھا اور یہ بیٹی یلہم خان خانخانان کی تھی بنانخانان قوم کی
ترکان تھے اکبر بادشاہ کے عہد میں انکی بڑی عزت تھی اور انکے والد بیرم خان خانخانان کو نصیر الدین بہاؤ
بادشاہ کے زمانہ میں بڑا عروج تھا اور تمام سلطنت اور سلطنتوں سے متعلق تھے یہ مقبرہ خانخانان نے
اپنی بیوی کے واسطے بنوایا تھا مگر اونکی مٹی یہاں کی نہیں تھی سلسلہ سہری میں عبدالرحیم خانخانان
بہتر بڑش کی عمر میں خود انتقال کر گئے اور یہاں دفن ہوئے۔ یہ مقبرہ اسوقت میں بہت اچھا بنا ہوا
اسکا بیڑج سنگ مرمر کا تھا اور باجی سنگ مرمر میں سنگ مرمر کی دیواریاں لگی ہوئی تھیں اور پیل پوسٹ
بنے ہوئے تھے مگر اب بہت خواب اور ٹکستہ۔ بالکل اور اڑا ہوا ہے قبر کا توبذ تک اوکھاڑے گئے
جاؤں ہر وقت کھڑے رہتے ہیں بول و برا کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ آصف الدولہ کے زمانہ میں اسکا
تمام سنگ مرمر اوکھڑ کر لکھنؤ میں گیا اس سبب یہ مقبرہ ٹکٹہ معلوم ہوتا ہے اس مقبرہ سے آگے۔

بارہ پلو

واقع ہے یہ بارہ پلو کے مشہور ہے مگر گیارہ در میں چنے اور سنگ خار سے بنا ہوا ہے نور الدین جہانگیر بادشاہ
کے وقت میں سلسلہ سہری میں مہربان آغا نے جھکا آغائے آغا یان لقب تھا بنوایا اس پل پر پتھر کی
ایک تختی پر کتبہ بھی کندہ ہے جس سے اونکی عقیدت اور اخلاص جہانگیر بادشاہ کیساتہ بہت پایا جاتا ہے
اسکے قریب ہے۔ بائیں طرف پتھر کا رستہ

درگاہ سید محمود بجا رحمہ اللہ علیہ

کو جاتا ہے جو موضع کیلو کھڑی کے باپ واقع ہے آپ اولیا سے کالین میں سے گزرے ہیں آپکا سلسلہ نسب
حضرت امام ناصر الدین سونی پتی علیہ الرحمۃ سے ملتا ہے محی العظام آپ کا لقب ہے کہتے ہیں آپ کی دعا سے
مردہ زندہ ہو گیا تھا اس سبب سے آپ کو محی العظام کہنے لگے آپ علاوہ درویشی کے بہت بڑے عالم
مستوحش تھے اکثر آپ کو کھارکتے تھے آپ کے کمالات ظاہری اور باطنی تخیر اور تعزیر سے باہر ہیں اہل اللہ
آپ کے مزار پر جاتے ہیں اور آپ کے فیض سے پُر ہوا کرتے ہیں۔

کتاہیں بھری پڑی ہیں۔ انسان ضیف البیان کی کتاب جو بیان کر سکے شہسہ ہجری میں امیر
 ریحانی کو رحلت فرمائی اور اسی جگہ مدفون ہوئے (شہنشاہ دین) سو سال وفات برآمد ہوتا ہے
 آپ کے وفات کے بعد خلجی بادشاہوں نے آپکا مہر بنوایا اسکے بعد شہسہ ہجری میں تید فرید الدین خاں
 نے اکبر بادشاہ کے عہد میں آپ کے مزار کے گرد ستون لگا کر بارہ درمی نادری اسپر گنبد بنوایا۔ سنگ
 کی جالیان گوانین گنبد کے اندر آپ کے سر پر ایک لوح سنگین پر کلمہ طیبہ کھکھریہ اشعار کندہ کر دیے
 مشکہ کہ در روضہ حضرت غوث الامام اپنے تعبیر شد خان فلک احشام
 مہر نسب شرف اوج شرف اشباب تید علی نقب میر فلک احترام
 بائی او ماشی ساعی او ماشی آنکہ بدوران شان بہت سخن رانظام
 از پئے تاریخ آن چون متفکر شدم فلک خرد زور قم قبلہ خاص دعام
 نو سے بدرگاہ افار فریدوں بعد شاید از الطاف پیر کار تو گرد نظام
 کاتب حسین احمد جینی

شہسہ ہجری نو الدین جیاگیر کے زمانہ میں فرید خان اللغات متغی خان نے جسے فرید آباد بسایا
 آپ کے مزار پر ایک کام کا بیت نفیس چھپر کھٹ چڑھایا پھر شہسہ میں شاہجہان کے عہد میں
 خلیل اللہ خان نے آپ کے مزار کے گرد سنگ شرح کی غلام گردش بنائی اور اسکے ہر پر ضلع میں
 پانچ دروکتے سب ضلعوں کے ملکر میں درہوئے اسکے بعد مولانا فخر الدین صاحب نے سنگ شرح
 کی جگہ سنگ مرمر غلام گردش بنوا دی پھر انکے پوتے غلام نصیر الدین صاحب عرف کالے صاحب نے
 سنگ مرمر کے ستون قائم کئے مگر لگانے نہ پائے تھے کہ انتقال ہوا اسکے بعد نواب احمد بخش خان
 بہادر والی فیروز پور پھر کنگھن ستونوں کو لگوادیا پھر فیض اللہ خان بکیش نے اسکی درمت کر لی
 اور سنگ شرح کی چٹ کے پتے ۲۰ بجے کی چٹ چڑھوا دی اور اُس پر شہسہ الاجوری کام بنوایا
 جواب تک بہت موجود ہے اسکا بیچ چونگی کا تھا امتداد زمانہ سے گزرنے کے قریب ہو گیا تھا۔
 اکبر شاہ ثانی نے اُسکو سنگ مرمر کا بنوایا۔ سرحد میں بیہ انتالی کو بکاعوس ہوتا ہے۔
 بہت سے لوگ جمع ہوتے ہیں آپ کے مزار کے بائیں آپ کے مرید خواجہ مزار الدین نور آپ کے جوار
 میں خواجہ ضیاء الدین آپ کے مرید مدفون ہیں۔ غزنی جانب

درگاہ کی مسجد

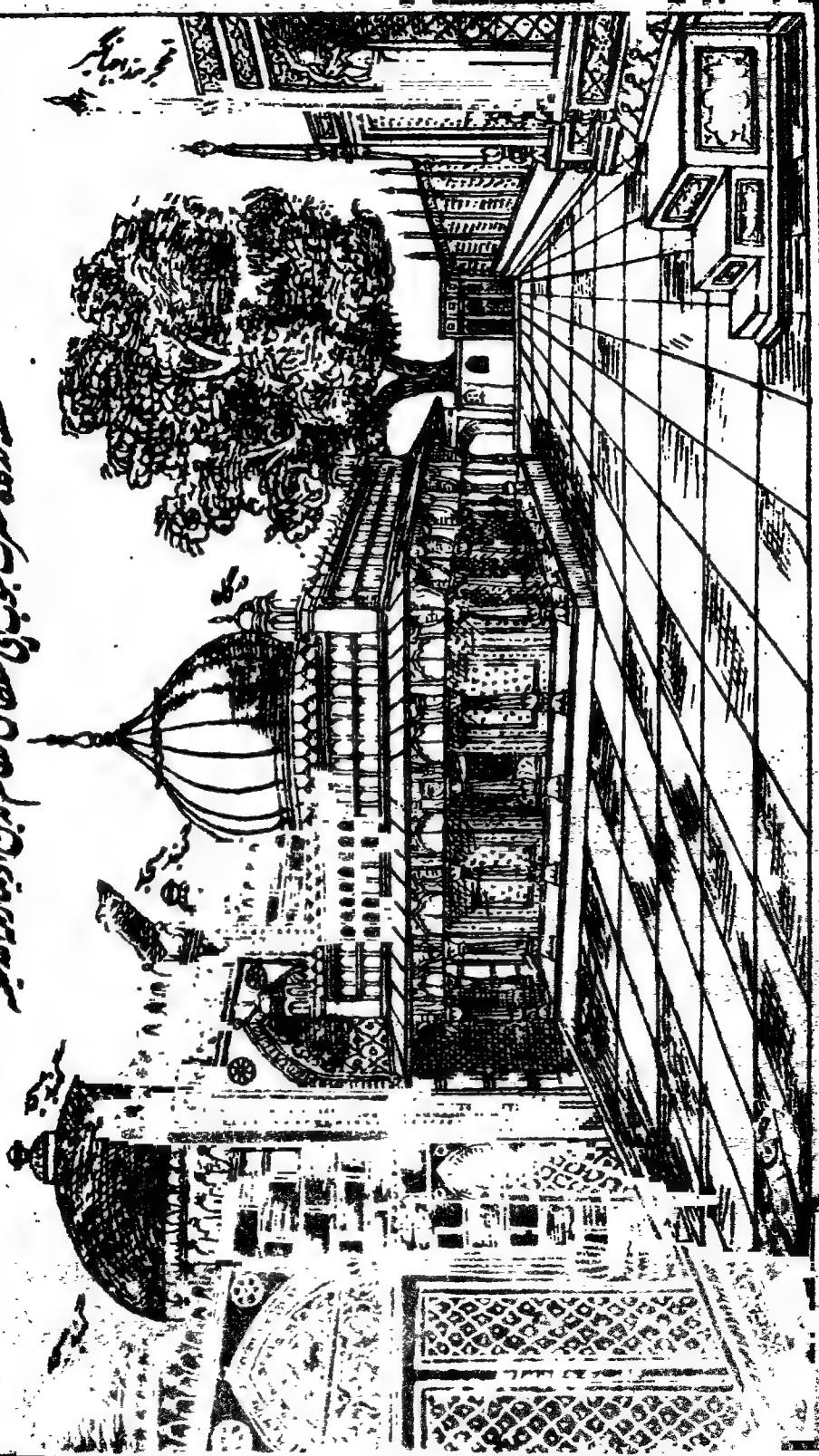
شہسہ ہجری میں خضر خان نے اس کا بیچ کا گنبد بنوایا زمین ایک کوڑہ ٹکڑی ہے

حضرت سلطان المشائخ کا مزار پر الوفا

تھے آپ کا نام محمد بن احمد بن علی البخاری ہوا اور سلطان المشائخ اور نظام الدین اولیا اور محبوب الہی کے لقب سے مشہور ہیں آپ کے دادا کا نام خواجہ علی بخاری اور نانا کا نام خواجہ عرب ہے دونوں صاحبِ نبطین سے اسطون تشریف لائے مدت تک لاہور میں رہے پھر دیوبند میں سکونت اختیار کی تشریف فرما ہوئے صغر کے عین میں آپ پیدا ہوئے بھی نہیں سن ہی تھے کہ آپ کے والد خواجہ احمد کا انتقال ہو گیا اور آپ کی نواہ میں مدفون ہوئے جو وقت آپ نے ہوش سنبھالا تو مکتب میں کلام ابدی پڑھا پھر کتاب میں پڑھنے شروع کیں ۱۲ برس کے تھے کہ حضرت شیخ فرید الدین گنجشکر کے اوصاف سن کر ان کے گرویدہ ہو گئے۔ علم تحصیل کرتے رہے مگر شیخ کا خیال بھی لگا رہا مولانا علاؤ الدین علیہ الرحمۃ صولی ہالیونی سے تدریس تمام کی اسکے بعد علم حاصل کرنے کیلئے دہلی تشریف لائے۔ شمس الملک سے جو صدر ولایت مانے جاتے تھے مقامات کویری یاد کی اور علم حدیث پڑھا طباعی اور ذہانت کا کیا ٹھکانا تھا طالب علموں میں آپ کا نام نظام الدین تجاٹ مشہور تجارت دن علم کا مشغلہ رہتا شیخ نجیب الدین متوکل سے صحبتیں بہتیں اسکے بعد اجداد میں تشریف لے گئے۔ شیخ فرید الدین گنجشکر کی خدمت میں حاضر ہو کر قرآن شریف کے چھ پاروں کی تجوید کی عوارف کے چھ باب سنائے اور سندی مہیدابی الشکور سامی وغیرہ پڑھیں پھر بیعت ہو گئے فراتے ہیں کہ میں نے شیخ کی زبان سے اول یہ سنا کہ اے اے آتشِ خرافت دلہا کباب کردہ سیلاب اشتیاق جا بھا خراب کردہ شیخ نے خلافت عطا فرمائی اور اسکے بعد تین مرتبہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے شیخ کے وصال کے وقت آپ وہاں موجود نہ تھے اور یہ سلسلہ بھی اوپر ہی سے چلا آتا ہے وہ یہ کہ جیسے آپ اپنے پیر کے وصال کے وقت وہاں حاضر نہ تھے اسی طرح شیخ فرید الدین گنجشکر بھی اپنے پیر خواجہ قطب بختیار کاکی علیہ الرحمۃ کے وصال کے وقت موجود نہ تھے اور وہ اپنے پیر خواجہ حسین الدین جمیری علیہ الرحمۃ کے وصال کے وقت موجود نہ تھے پھر پیر و مرشد کے اشارہ سے آپ نے غیاث پور میں اسی موقع پر جہان باب آپ کا مزار ہے احاطت اختیار کی اسوقت علاؤ الدین خلیجی کا زمانہ تھا بادشاہ آپ کا معتقد ہو گیا مگر کبھی اسکو اپنے ان ذاتے دیتے تھے اور آزادانہ کلمات فرما کر دھوکا دیتے تھے لوگوں کو آپ کی ذات سے بہت کچھ فیض پہنچا ہزاروں خلیفہ ہوئے چنانچہ آج تمام اطراف عالم میں آپ کے سلسلہ کے ہزاروں باکرامت اشخاص موجود ہیں آپ کے کرامات و خوارق عادی

بہت بہت
مکتب کرسٹ
والا ۱۱۱۲

نقشہ درگاہ حضرت محبوب الہی سلطان نظام الدین اولیاء قادریہ علیہ



کہتے ہیں کہ فرزند نے چڑھایا ہے یہ گنہ اتنا بڑا ہے کہ اس طرفہ میں اس کے برابر دیکھنے میں نہیں آیا
جب سلطان محمد تغلق شاہ الملقب عادل شاہ جو آخر میں بادشاہ غنی مشہور ہوا، بادشاہ جوان و آفر
اور مرد و مرد و برج اور بناوئے تو اب باغ بیج ہو گئے تمام مسجد سنگ مسخ کی ہے درگاہ کا صحن نام
سنگ مر مر کا ہے محمد شاہ بادشاہ دہلی نے بنوایا ہوا جس میں جنوب کی طرف سنگ مر مر کے تین حجر ہیں ایک

محمد جہان آرا بیگم

شاہ جہان بادشاہ کی دختر کا انکو غواجگانِ حشت سے احتفاظ کا تھا ایسے بہت سے روپے خادون
کو دیکر یہاں جگہ مولیٰ امین قبر بنائی گئی اہل لوح و زار پر یہ عبارت نسخ کند ہے۔

ھو الھی القیوم

بغیر سبزہ پوشہ کے مزار مرا کہ قبر پوش غریبان ہیں گیاہ بس بہت
الفقیہ الغانیہ جہان آرا بیگم مریدہ واجگانِ حشت بنت شاہ جہان بادشاہ غازی امارتدربانہ سنہ ۱۰۹۰
اسی حجر کے پاس

محمد شاہ بادشاہ

ہے لطافت اور نطافت میں بنظیر ہے اس حجر میں سات قبرین ہیں ایک محمد شاہ کی دوسری نور محمد
انکی بیوی کی تیسری مرزا جگر محمد شاہ کے پوتے کی چوتھے مرزا عاشوری کی۔ پورتن قبرین اور
سلاطینوں کی ہیں۔ محمد شاہ نے یہ جگہوں بیکر اپنا حجر بنایا تھا۔ اس حجر کے قریب

محمد مرزا جہانگیر امین اکبر شاہ ثانی

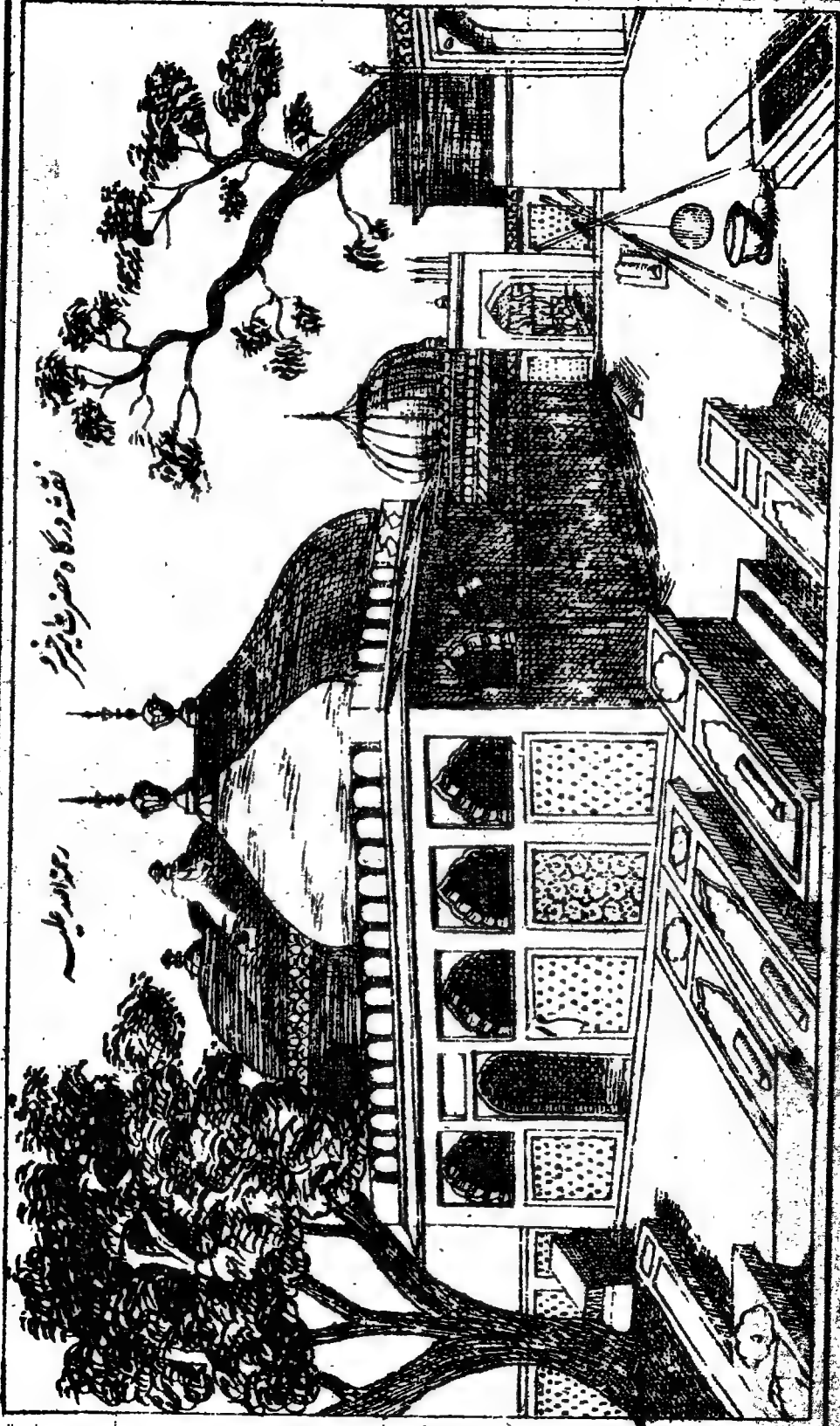
ہے سنہ ۱۱۰۰ میں بنا ہو بعینہ محمد شاہ بادشاہ کے محرابی شکل ہے مگر پھر نقل نقل ہے اصل اصل اس کی
آگ آبا سے لاکر بیان دفن کی گئی ہے اور آگے بڑھ کر

درگاہ حضرت امیر خسرو

آپ کا اصلی نام ابو الحسن اور آپ کے والد کا نام سیف الدین محمود بن آپ کے والد ابو حامد علی بن سے تھے
تنگ آپ نے بھی لیسری کی ہے لکھا ہو کہ آپ کے پدوس بن امیر حسین ایک جنم رہا تھا جب آپ
پیدا ہوئے تو آپ کے والد آپ کو بخند پ صاحب کے پاس سے گئے بخند پ سے دیکر فرمایا کہ یہ
خاقانی سے بھی دو قدم آگے جائیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ کو فن شاعری میں غایت درجہ کمال ملا
علم و تحقیق آپ ہی کا ایجاد ہے تمام علوم آپ کے سامنے بمنزلہ بانی کے تھے حضرت سلطان الغیاث
آپ کے تلامذہ فرمایا کرتے تھے ہر پیر و مرشد کے ایسے شیدائی تھے کہ دم پیر کو الگ نہ ہوتے تھے غیر شک

نقشه درگاه حضرت خیر

رحمته العالی



آپ کی کرامات آپ کی لطافت ظرائف بیان کے جانیں تو سینکڑوں قریب جہاں حضرت سلطان الشاہ
محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو اُن دولت لیا فقیر بن قبر پر جو بیٹھے اور چہرہ ہینے کے بعد اٹھارہویں سال
سے لکھ بھری جھوکی رات کو انتقال فرمایا۔ سلسلہ ہجری آخر محمد اکبر شاہ اور تبتائی سلطنت نور الدین جہانگیر میں
طاہر عماد الدین حسن نے آپ کو مزار پر سنگ مرمر کا حجر اور برج بنا دیا اور برج کے اندر دیوار کے سروں پر یہ عبارت
کندہ ہوئی ہے: "خیر خیر فی نظیر عالم" بار و قد تم مرنا یا زہد + تعمیر نمود طاہر آرا + فیض انہی ہمیشہ باز ست +
تاریخ بنائش عقل گفتا + بار و نہ ہو کہ جاے راحت + فایں این کلام ربانی این طاہر محمد عماد الدین حسن ابن
سلطان علی بہاروی فی سلسلہ غفر نور و سر محمدیہ۔ الکاتب عبد الباقی بن ابوب +

اور اسکے گرد سنگ مرمر کی جالیاں آدمی کے گلے گلے تک لگا دیں اور خوب کی طرف اُن جالیوں پر جواہیں لگا کر
چھت پاٹ دی۔ آج کے عہد میں ہمدی خواجہ نے ایک سنگ مرمر کی لوح لگا دی جس پر انتقال کی تاریخ
کندہ ہے: "لا الہ الا اللہ محمدی رسول اللہ" سے زمین رازین لوح شد سرفرازی + بدو دین با بر شہنشاہ
غازی + میر خسرو ملک سخن + اُن محیط فضل و دریاے کمال + شہر او بخش تراز او میں + نظم او صاحب
تراز آب زلال + بلبل و بستان سرا کے قوس + طوطی شکر مقال بے مثال + از پے تاریخ سال نو ان او
چوں نہاد م سر خزانے خیال + شد عید المثل یک تاریخ او + ہو چکے شد طوطی شکر مقال +

زحرف و وصل جان سادہ آمد لوح خاک بن + طریق سادہ لوح جس نشان عشق پاک بن + ہمدی خواجہ بند
یاباہ و جلال + شد بانی این ساس نے شبہ مثال + گفت سہی جھیل خواجہ + تاریخ بنا جاس جو گردہ سوال +
خزہ شکر الدین المحاسن الہروی

آپ کی قبر کی پائیں مرقدہ کلام کی قبر پر اور مرقدہ بیا سود پائے خسرو سے تاریخ نکلی ہے اور اس لحاظ میں بہت کم
حضرت رحمۃ اللہ علیہم آرام کرتے ہیں جیسی خواجہ محسن الدین مابرو آپ کے بھانٹے اور خواجہ اقبال صاحب اور خواجہ
بشر صاحب اور خواجہ نور الدین مبارک اور خواجہ مبارک گوپا موئی اور مولانا فیاض الدین برنی۔ اور خواجہ
غزیز الدین۔ اور خواجہ قاضی۔ اور خواجہ سید ابوبکر مصلح برادر حضرت۔ اور خواجہ سید غزیز الملک والہ۔ اور
نادرہ و پیش امام سید حضرت روح اور خواجہ سید عمر اور خواجہ مولانا قاسم۔ اور خواجہ مولانا کمال الدین۔ اور
خواجہ عبدالرحیم عرف خواجہ عبدالرحمن اور امیر حاجی پیر امیر خسرو۔ اور سید ابوالاسم قادیانیری حضرت شیخ
بہاؤ الدین قادی شطادی کے مرید و غیرہ رحمۃ اللہ علیہم۔

غرض کہ جنے حضرت بیان بخون ہیں او نگویا بیان چوترا کہتے ہیں نقش سے رنگ کی خوشی سے
اب اس لحاظ دگاہ کے شرفی دروازے سے باہر نثرین لے چٹے کوئی چہرہ کے منظر سے

جیسی دروازے کھلتے ہی بائیں طرف درگاہ کے احاطہ کے متصل

مقبرہ تنگہ خان

نیا
ہے جو قبر بابائے آنگہ (جو کاکر بادشاہ کی نانی تھی) اور کئی سوہر شمس الدین محمد خان غزنوی کا یہ جنگا اعظم خان
الکبر کے زمانہ میں انکا بیڑا عروج تھا تمام سلطنت کے کوئلے مطلق تھے اسی حد سے ادھم خاں نے ہزار رمضان
البارک ملتئم بگری رنزد و شبنہ کو انکو مار ڈالا۔ الکبر نے ان کے قصاص میں حم خاں کو قطع پر دو فتح کر دیا اور
چنانچہ دو خون شدہ زیادتی ایک کے۔ اس واقعہ کی تاریخ ہوئی۔ اور انکی لاش کو آگرہ سے لا کر حضرت محبوب الہی
کے درو حہماک کے قریب نہی کیا اور انکی بیٹی کو کلاش خاں نے شہید بگری میں سنگ شکنج اور سنگ مر مر کا شہ
بنوا دیا۔ اس مقبرہ کے اندر اور باہر کباب تو آئی کندہ ہیں اور بنت کاری ایسی کی ہوئی ہے کہ پانا نظیر نہیں رکھتی
جانب جنوب بازو کی مسجد کے مجرہ میں۔

بغدادی صاحب علیہ الرحمہ

کا مزار پر آپ اولیاء کا طین میں سے تھے بغداد سے یہاں آکر اس مسجد میں مقیم ہوئے۔ عابد زاد شخص تھے ہزاروں لوگوں
کی حاجتیں آپکی دعا سے برائی تھیں جیسا کہ انتقال ہوا تو اسی مسجد کے مجرہ میں مدفون ہوئے۔ شرف بازو کے

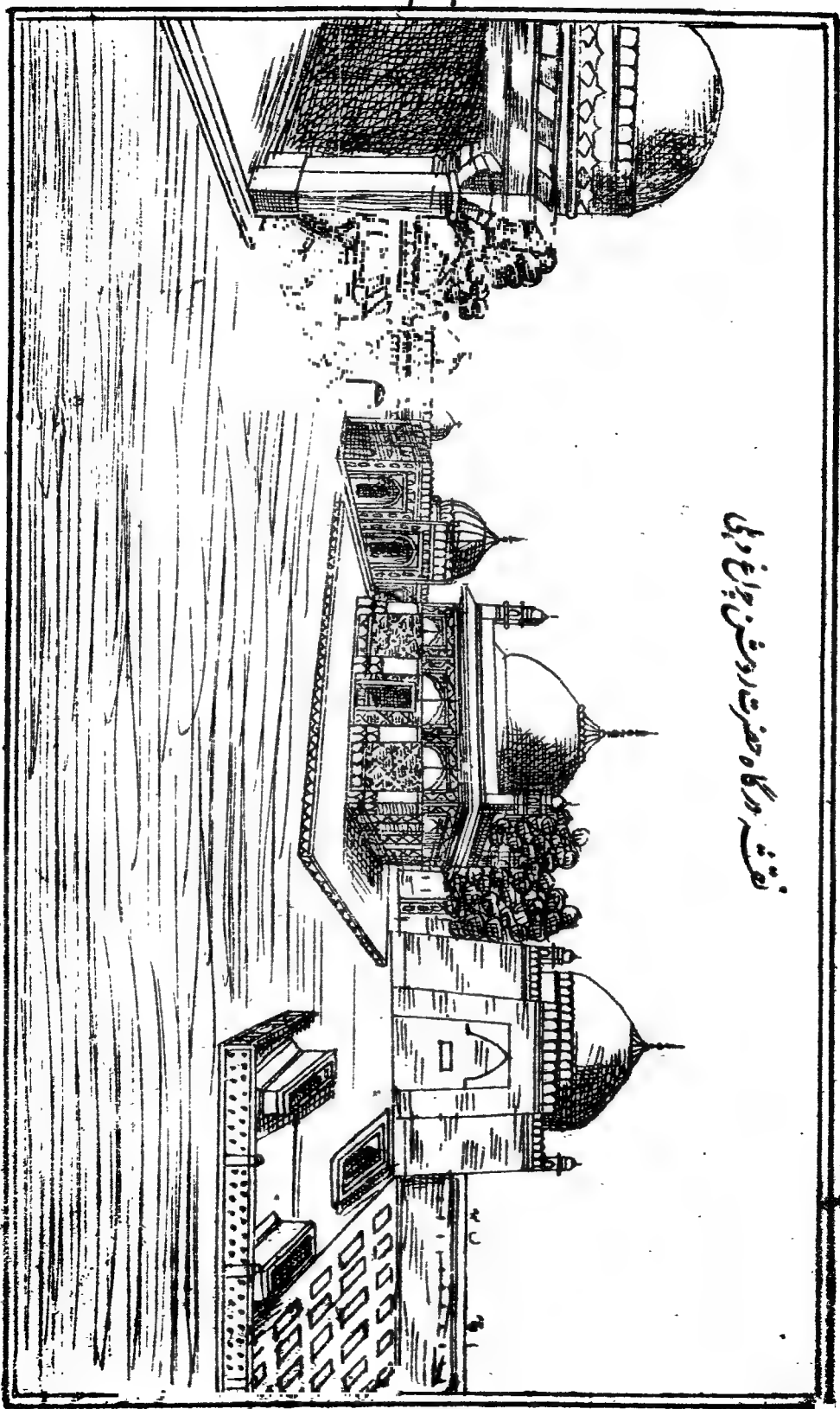
چونٹہ کھنبہ

سنگ مر مر کی ایک عمارت ہے نہایت عجیب سنگ مر مر بگری کے بعد بنی ہے اسیں سنگ مر مر چونٹہ ستون لگے ہیں اس
اسکو چونٹہ کھنبہ کہتے ہیں۔ اسیں مرزا غریز الدین کو کلاش خاں کی قبر ہے جو شمس الدین تنگہ خاں کے بیٹے ہیں۔
سنگ مر مر بگری مطابق شہ جلوس چاگیر می صاف سنگ مر مر ۱۱۱۱ھ میں انتقال کیا اور یہاں لا کر دفن
کئے گئے اور انکو چاگیر کے دربار سے خان غلام خطاب صلی تھا۔ یہ نہایت خوش تقریر و متفہم و متفہم کے
استاد تھے اور کبھی کبھی شہر لکھی کہتے تھے اس عمارت کی شمال کی جانب ایک احاطہ میں۔

مرزا نوشہ غالب دہلوی

کا مزار پر عجیب پاکشاعر گورابری حق تو یہ ہے کہ دہلی میں شاعری کو غم کر دیا خدا تعالیٰ نے عجیب غریب دل و دماغ
انکا بنایا تھا جلیل فردوسی فارسی نظم میں عربی الفاظ استعمال نہیں کرتا تھا ہی طرح مرزا نوشہ بھی اپنی نظم و شعر
میں عربی الفاظ بہت کم استعمال کرتے تھے۔ فارسی تحریر میں قلم الثوت مانے ہوئے استاد ہیں مگر اردو میں
بھی جابہنوں نے سنگ اختیار کیا ہے وہ بھی بالکل ایک نیا رنگ ہے اگر انکے دیوان کو ان اشعار کو چھوڑ کر صرف
صاف ستھری اردو کے اشعار پر سے جائیں تو آدمی کو متحیر کر دیتے ہیں مثلاً دو ایک شہر زم زم میں آکر تھے
منا کسی کہان کا عشق جب سر مجھ کا ٹھیرا تو پھر ای سنگدل تیرا ہی سنگدستان کیوں ہو

نقشہ درگاہ حضرت اردشیر چاغا دہلی



نہایت متقی پرہیزگار جوان صالح ہیں اپنے والد علیہ الرحمۃ کے قدم بقدم ہیں۔ اب

حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ

کے مزار پر پہنچے۔ سلطان الشاہ سے کچی شکر جا لکھی۔ آپ حضرت سلطان محمود الہی کے اعظم خلفا میں سے ہیں۔ انکے بعد دہلی کی ولایت آپ کے سپرد ہوئی۔ علاوہ درویشی کے آپ بہت بڑے عالم تھے۔ شریعت کے غایت درجہ پابند تھے۔ سلع و زبائر وغیرہ ممنوعات شرعیہ سے اجتناب کرتے تھے کبھی کبھی اشعار بھی دیتے تھے ایک غزل اور مناجات و اولاد نصیر بہ یادگار ہیں چنانچہ صرف وہ غزل بیت ماطرین ہے۔

بے کارم و باکارم چون بحساب اندر
خاموشم و گویا مچوں خطا بختاب اندر
سے زاهد ظاہر ہیں از قرب پیر سرسازین
لو درین دین دروے چوں بوی بگللاب اندر
دیر بارود از چشم لب تر نہ شود ہرگز
ذی شجہ جہانم تشنہ است بہ آب اندر
کہ رنج و گداز شاہان از حالت خود غافل
کہ خندم و گدگیاں چوں طفل و بختاب اندر
در سید نصیر الدین جزو دوست نئے گنجد
این طرہ تماشہ میں دریا بحباب اندر
آپ کا لقب چراغ دہلی ہے۔ اسی درجہ پر ہے کہ حضرت عبداللہ یافعی نے خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے
حضرت مخدوم جانیان چیاں گشت سے پوچھا کہ آج کل دہلی میں کون بزرگ ہے۔ حضرت مخدوم
جانیان نے جواب دیا کہ اس زمانے میں شیخ نصیر الدین محمود سے دہلی کا چراغ روشن ہے جب
سے آپ چراغ دہلی مشہور ہو گئے۔ ۸۵۰ھ ۱۴۴۷ء رمضان مطابق ۱۲۷۴ء جماد کے روز آپ کا
وصال ہوا۔ بندہ نواز حضرت سید محمد گیسو داز و حضرت محمد متوکل کہندری و پیر سید محمد بن سید جعفر کی
شیخ و ابناں عرف مولانا عود مولانا احمد تھانیسری و قاضی عبد القادر و شیخ سلیمان رحمۃ اللہ علیہم
کے مزار میں ایک درگاہ ۱۲۷۴ء ہجری مطابق ۱۲۷۴ء میں فیروز شاہ بادشاہ نے

اعلام حیدر نے
تکرائی۔

والان اور

مسجد کھڑکی

مشہور ہے۔ پہلے یہاں ایک گاؤں تھا اور سکنا کھڑکی تھا جبکہ جہاں فیروز شاہی نے ۹۹۹ھ ہجری مطابق ۱۵۹۰ء میں یہ مسجد بنائی تو یہ مسجد ہی کھڑکی مشہور ہو گئی یہ مسجد جو کھوئی ہے اور چاروں طرف مریچ کے خلوں کے بیچ میں ایک مریچ بطور تاج کے نکالا ہو۔ جنوب شمال اور مشرق کی طرف تین دروازے ہیں اور تمام مسجد میں سینکڑوں ستون ہیں کہ گنتی میں نہیں آسکتے ایک ایک بیچ تو چاروں تاج کے مریچوں پر ہیں اور نو جگہ ملے ہوئے نو نو بیچ بنائے ہیں اور ہر بیچ کے بیچ چار چار ستون ہیں علاوہ اسکے اور بھی بہت ستون لگے ہوئے ہیں اور مسجد کے صحن میں چار چوک چھوڑے ہیں بسبب مرور زمانہ کے اکثر جگہ سے نکلنے ہو گئی ہے یہ مسجد اور ست پلہ ایک ہی زمانے کی بنی ہوئی ہیں بسکوا پانسو چالیس برس کے قریب عرصہ ہوا غرض کہ یہ عمارت بھی عجیب و غریب صنعت کے بنی ہوئی ہے اور دیکھنے کے قابل ہے۔ اس مسجد کے قریب

درگاہ یوسف قتال

ہو اسکو شیخ علاؤ الدین حضرت شیخ فرید سنگرنیج کے نواسے شہید ہجری سلطان بہلول لودھی کے زمانہ میں بنوائی ہے بیچ اور گرد کی جالیاں سنگ منج کی ہیں اور گنبد چوٹے کا ہے اور حاشیہ گنبد پر چینی کا کام بنا ہوا ہے ایک طرف چوٹے اور پتھر کی مسجد ہے لیکن اب یہ عمارت بہت خراب خستہ جا بجا سے شکستہ ہو گئی ہے۔ زمیندار اس درگاہ کو بہت مانتے ہیں اور ایف اولیا صاحب کی درگاہ کہتے ہیں۔ حضرت روشن چراغ دہلی رحیم اللہ سے شمال و مغرب کے گوشہ میں ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر

مندر کا لکا

ہے اور دہلی دروازہ کی جنوب کی طرف چہ کوس کا فاصلہ ہے۔ ہندوؤں کے اعتقاد میں کسی فرضی زمانہ میں اور نبیہ دو راکھس تھے انہوں نے اس زمانہ کی دیوتاؤں کو بہت ستایا جب برہما تک فرما دی تو اس نے کہا کہ مجھے تو تمہاری رچا نہیں ہوتی تم ہمامائی یعنی پاربتی کا اسوت کرو وہ تمہاری سہا تیا کر لگی جب اون دیوتاؤں نے ہمامائی کا اسوت کیا تو ہمامائی کے متھ میں سے ایک دیوی پیدا ہوئی کونکی اور سکنا نام تھا اس دیوی نے دونوں راکھسوں کے ایک سردار کو جسکا نام رکت بیج تھا مارا اسکے لہو کی بوندوں سے اپنے راکھس پیدا ہو گئے تب کونکی دیوی کی بھویں سے کالی دیوی پیدا ہوئی اور سکنا ایک ہونٹ پر تھکا اور لودھرا کا س میں جب کونکی مارتی تھی کالی اور سکنا ہوزمین برگرے نہیں دیتی تھی اور غریب سالی بھلیاتی تھی اس سبب سوان راکھسوں کا شر و ناسے دور ہوا۔ دو آب ریک کے اخیر میں جبکو آج تک پانچ ہزار ترہ برس ہوئے کالی دیوی نے اس پڑ پڑا اتنا کیا غرض کہ یہ مقام ہندوؤں کی بڑی پرشس گاہ ہے ہر ہفتہ

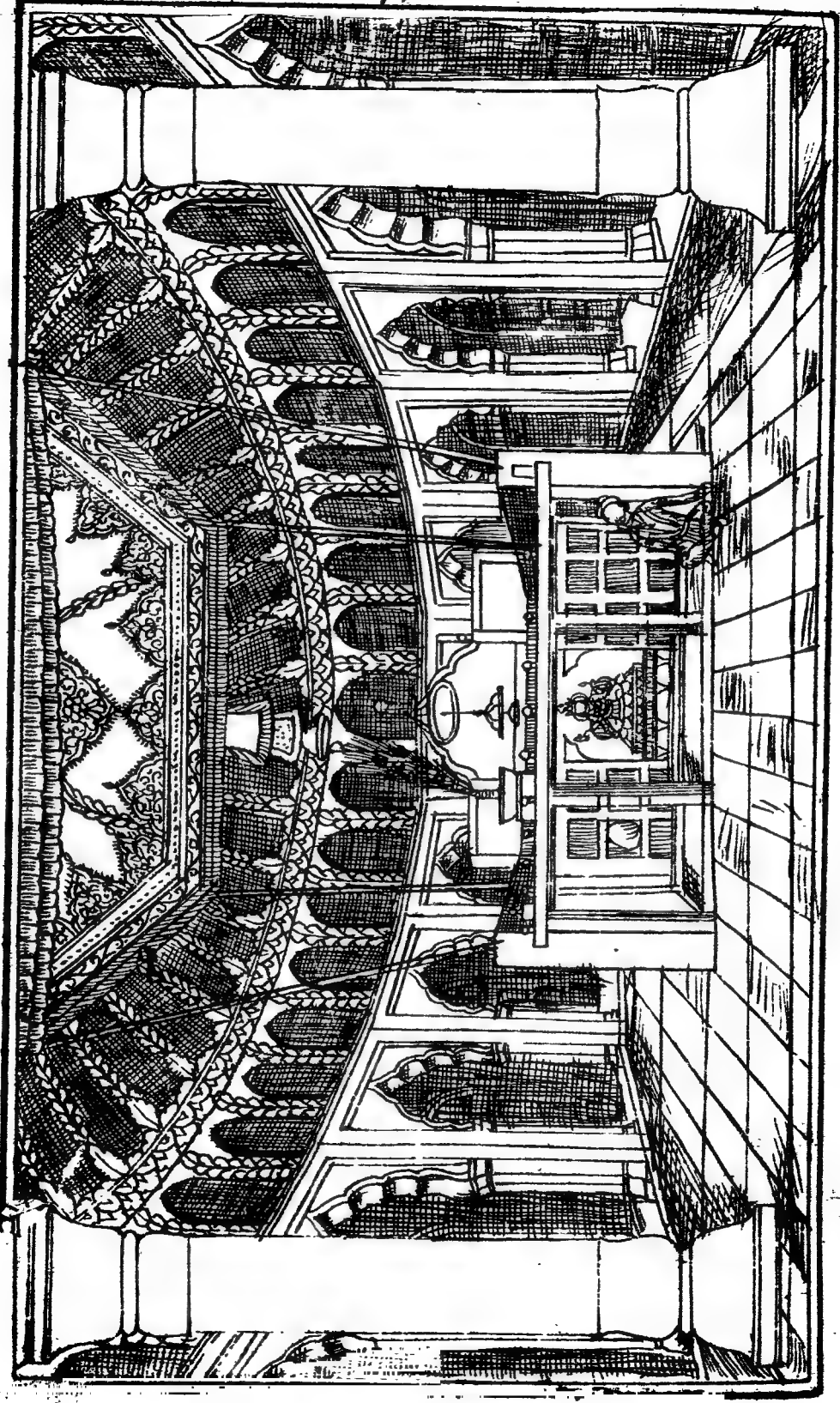
آرام فرماتے ہیں اور فیض طلبانِ نیکش اور مفتی صدر الدین صاحب مرحوم دہلوی کی بھی یہیں قبریں ہیں۔ ہر سال رمضان شریف کی شریوں کو حضرت کا عرس ہوتا ہے اور اٹھارہویں کو قتل ہو جاتا ہے۔ صفحہ ۲۰۹ پر نقشہ ملاحظہ فرمائیے۔ علاوہ اسکے یہاں چھ چیزیں قابلِ دیکھنے اور زیارت کرنے کے ہیں۔

متبرہ سلطان ببول لودھی

یہ متبرہ ۱۹۲۰ء ہجری گئے بنا ہے جسکو تقریباً چار سو پچیس برس کا عرصہ گزرا اسکے بارہ درہیں اور اوپر پانچ بڑے ہیں مگر انفسوس بہ مرمت پڑا ہے اور خادما رہتے ہیں جس سے تمام متبرے کی رونق جاتی رہی ہو تو دیکھنے کے قابل

ست پلہ

ہی بڑی فرحت کا مقام ہے اصل میں سلطان فیروز شاہ کی شکار گاہ ہے جسکو شاہزادہ فتح خاں سلطان فیروز شاہ کے بیٹے کا شہ ہجری میں انتقال ہوا تو سلطان فیروز شاہ کو اسقدر رنج و غم ہوا کہ اموراتِ سلطنت میں فرق لے لے گا تو راکین سلطنت نے بادشاہ کو دل بہلانے کو واسطے یہ بہت بڑا وسیع دلکش جنگل دیکھا کر کئی کوس کے فاصلہ پر دیواریں کھینچیں اور اسیں طرح طرح کے درخت لگا کر شکار گاہ بنائی۔ انہیں کی ایک یہ دیوار ہے اس دیوار کے بیچوں بیچ ایک نالا ہے جس میں قطب صاحب کی امرتوں اور اونالوں کا پانی ملکر اس نالہ میں بہتا تھا اسی سبب اس دیوار کے بیچ میں نالہ کے بہنے کو پل کے طور پر دریا دیتے ہیں اس واسطے یہ ست پلہ کر کے مشہور ہو گیا ہے۔ دروں کے اوپر کچھ مکان اور دروازے بھی بنائے تھے اکثر لوٹ گئے اور ایک اٹھ باقی ہے کسی زمانہ میں یہ جگہ بڑی رونق کی تھی مگر اب بھی موسمِ برسات میں بہت لطف آتا ہے۔ ست پلہ کے نیچے ایک چھوٹے سے گڑھے میں پانی اکٹھا رہتا ہے اسیں قسم کے مریض اس کے نہاتے ہیں اور عورتیں اپنے بچوں کو لاکر نہلاتی ہیں اور پانی چھوٹی چھوٹی ٹھیلیوں میں بھر کر سرس کے پتے ڈال کر مثل تبرک کے لہجاتے ہیں اور کاتیک کے پینے میں اور دیوالی کے قریب ہفتہ اور اتوار اور منگل کو بیماروں کا اسقدر ہجوم ہوتا ہے کہ قابلِ بیاں نہیں۔ غرض اس چھوٹے سے گڑھے کو ہندوؤں کی طرح بعض ضعیف الاعتقاد مسلمانوں نے تیرتھ متبر کر رکھا ہے اور بے ثبوت یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت روشن چراغ علی رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ اس مقام پر تشریف رکھتے تھے اور عصر کی نماز کا وقت تنگ ہوتا تھا اور پانی نہیں ملتا تھا آپ نے اپنے دست مبارک سے اس زمین کو گر میا تو پانی نکل آیا آپ نے اس سے وضو فرمایا اور یہ دُعا دی کہ جو کوئی اس پانی سے نہا یا گا وہ سب بیماریوں سے اچھا ہو جائے گا چنانچہ بعض جاہل مرد بھی ایسا ہی اعتقاد رکھتے ہیں اور انکر نہاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر کسی نے جادو کیا ہو گا تو وہ بھی اتر جائے گا۔ اس ست پلہ سے آگے مغرب کی طرف



نقش من کا کا

منگل کے دن اور ہر جسے کی شمی بہت باتری جاتے ہیں اور اپنے مذہب کے موافق پوجا پتری کرنے ہیں جیت کی شمی
 اور اسوج کی شمی کو یہاں پڑھیلہ ہوتا ہے اور ہزاروں آدمی جمع ہوتے ہیں اور یہ بلکہ چھ ماہی کا کہلاتا ہے جو کوئی جاتا
 ہے ٹوڈوت کر کے پرکھا دیتا ہے اور نذر بھیسٹ چڑھاتا ہے پھر مندر سے اسکو پرشاد ملتا ہے یہاں کے پوجاری
 کچھ کھیتی سے کچھ پوجا کے چڑھاوے سے اپنی اوقات بسر کرتے ہیں اور دن رات بارہ جینے آٹھ پیر اس مندر میں
 لگی کا چراغ جلتا رہتا ہے پوجاری کسی وقت بجھنے نہیں دیتے اور سکو دی جی کی جوت کہتے ہیں اس مندر میں
 کیسی موت نہیں ہے۔ ایک گول گول پتھر (جیسے جہاد کی پنڈی ہوتی ہے) رکھا ہوا ہے اسکو کالی کا استہان بتا
 ہیں پہلے اسکا نام کالی کا استہان تھا کثرت استہال سے کالکا مشہور ہو گئی ہے اس پتھر کو لال لال کپڑے کوٹ
 کناری لگے ہوئے بہت بھاری پہنا رکھے ہیں اور ایک پلنگڑی بہت خوبصورت بنا رکھی ہے ماف کو قے اوس
 پلنگڑی کو کس کسائی لگا کھڑے کے اندر دی جی جکے آگے بچھا دیتے ہیں اور یہ عقدا رکھنے میں کہ رات کے
 وقت دی جی اس پر سنگ فرماتی ہیں اور طرح طرح کا گہنا پہنا رکھا ہے۔ پہلے اس مقام پر کچھ مندر و مندر تھا کالی
 کے استہان ہونے لگی ہزار برس بعد کسی شخص نے کہ اسکا نام تحقیق نہیں ہوا اس مقام پر بارہ درگاہوں بنا تھا
 سمت میں کہ اسکو آجک ایک سو چالیس بسکی قریب عرض گذار کا سنگ نامے نے ایک گرد سنگ ہر درگاہ کے
 کا کٹھن بنوایا اور اس کٹھن کے بائیں طرف فارسی اور شاستری خط میں یہ عبارت لکھی ہوئی ہے دوسری درگاہ سنگ پر سوار
 سمت فصلی اور لداؤ کے گرد ظلام گردش سنگین ستونوں کی بنی ہوئی ہے جسکے چھتیس درہیں اور بعد بارہ ضلع کا بنا
 ہوا ہے اور تو ہر ضلع میں ایک دروازہ ہے اور باہر کے ہر ضلع میں تین تین درہیں اس مندر کا بیچ درجہ کد رانا تھا
 جو قوم کے بنے تھے اور اگر شاہ کے عہد میں نظارت کی پیشکاری کا عہدہ رکھتے تھے سات آٹھ ہزار روپیہ صرف
 کر کے بنوایا ہے جسکو نوے سال کا عرصہ گزرا۔

اس مندر کے چھنے پوجاری ہیں دونوں وقت آنکر پوجا کرتے ہیں اور گیارہ بجے ہر روز دی جی کو چوگ دیکھانے
 ہیں۔ اور یہ عقدا رکھتے ہیں کہ یہ دی جی سنگ پر سوار ہو کر یہاں آئے ہیں اسکا بیٹے مندر کے آگے دو ٹون میں شے
 کی سنگ ٹرخ سے بنا کر بٹھا رکھی ہیں اور اونچی بھی پوجا ہوتی ہے ان شیروں کے سر پر ایک بہت بڑا گھنٹہ لگا رکھا
 ہے اور پوجا کے وقت اسکو بجا کرتے ہیں اور دی جی بھی ہلکے جلاتے ہیں اور انہیں شیروں کے پاس سنگ کے
 کا ایک ترسول بنایا ہے اور سنگ مرمر پر چروں کا نشان کھودا ہے مصرعہ ہر قوم رست را ہے دینی و قبلہ کا
 ہم اسکا نقشہ دیتے ہیں جسکے دیکھنے سے دی جی کی استہان اور کٹھنوں کی ساخت اور لداؤ کی طرح
 بخوبی معلوم ہوتی ہے۔ حضرت روشن جواغری کے مغربی اوٹنی شہ میں تقریباً دو کوس کے فاصلہ پر

قلعہ تعلق آباد

اور مقبرہ میں جانے کو راستہ نہ تھا اس واسطے پھر سٹہ بھری میں جسکو پانچواں سٹہ برس کے قریب عرصہ گزارا قلعہ دروازے سے مقبرہ کے دروازے تک پہنچا تھا جس سے اس مقبرہ اور قلعہ کو عجیب رونق ہو گئی تھی اور اس مقبرہ کے گرد پانی پھر کڑی لطف دکھاتا تھا اور مقبرہ کو کھڑا سا معلوم ہوتا تھا۔ پانی کا بہرں کھانا اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوکا چلنا اور پہاڑوں پر سبزے کا دکھائی دینا مردہ دل کو زندہ کرتا تھا۔ اب یہ پہل ٹوٹ کر بالکل خراب ہو گیا ہے اور مٹی اور ریت میں اسکے در بند ہو گئے ہیں۔ اس مقبرہ کا برج بہت خوبصورت و مضبوط و مستحکم بلند بنا ہوا ہے کہ بننے قد کا آدمی اسکے اجارہ تک پہنچتا ہے یہ مقبرہ بھی قابل سیر و تماشا ہے مشرق و شمال و جنوب کی طرف محراب دار دروازے ہیں اور مغرب کی طرف کی دروازے کا نشان بنا ہوا ہے۔ مقبرہ کے برج کی چار دیواری اندر باہر سے سنگ مرمر کی بہت خوبصورت ہے اور جا بجا سنگ مرمر میں سنگ مرمر کی دھاریاں اور گل ٹوٹے ٹوٹے ہوئے ہیں اور نام برج سنگ مرمر کا ہے اور اوپر ایک گلیسی ٹنگ مرمر کی لگی ہے مگر ٹھوڑی سی ٹوٹ گئی ہے۔ اندر سے برج بہت نفیس بنا ہوا ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے اسکے اندر تین

قبریں

میں پہلی قبر جو گنبد کے بیچوں بیچ میں ہے وہ غیاث الدین تغلق شاہ کی ہے اور دوسری قبر اونٹنے بیٹے سلطان محمد تغلق کی ہے جو دیارے سندھ کے کنارے پر سٹہ بھری میں مرا اور اوکی لاش کو یہاں لا کر دفن کیا۔ اور تیسری قبر سلطان غیاث الدین تغلق شاہ کی بیوی کی ہے جسکا مخدومہ جہاں خطاب تھا۔ ان تینوں قبروں کا تعیند کوئی یلگیا اور تعیندوں کی جگہ اینٹ اور چوڑے سے قبرین بنا دی ہیں پہلے اس مقبرہ میں گوجر رہتے تھے اور گائے بیل بندھتے تھے اب سرکار عالی لارڈ کروڈن صاحب بہادر نائب السلطنت کے حکم سے وہ خال دی گئی اور ہزار ہا روپیہ خرچ کر کے اسکی مرمت اور درست کی جا رہی ہے بلکہ تمام شاہی عمارتیں آپ کی جان و مال و اقبال کو دوا دی رہی ہیں۔ اور جو شخص ادا و دست شدہ عمارتوں کو دیکھتا ہے اسے اختیار زبان سے گورنمنٹ اور آپ کے واسطے دعا نکلتی ہے اب ہم اس مقبرہ کا نقشہ دیتے ہیں۔ جس سے اسکی بلندی اور دروازہ اور فصیل اور برج بخوبی معلوم ہوتا ہے۔ اس مقبرہ کے ٹھوڑے فاصلہ سے جانب شمال

عمارت ہزارستون

ہے جسکو فخر الدین جو سلطان غیاث الدین تغلق کی بیٹی نے سٹہ بھری میں بنوا کر تیار کرائی تھی اور عمارت انبیا بھی اسکو کہتے ہیں اس سبب کہ ملک فخر الدین جو نالے بادشاہ ہو کر اپنا لقب سلطان محمد عادل تغلق شاہ کر لیا پھر اسے ایسا ظلم کرنا شروع کیا کہ ہزاروں بے گناہوں کی گردنیں ماریں تو اس کے نام سے عادل کا لقب جلتا رہا اور بجائے اس کے سلطان غازی کہنے لگے تھے اس بادشاہ کے عہد میں بد رساشی بہت بڑا ہوا تھا

ایسکو غیاث الدین تغلق شاہ - بیٹے ملک تغلق نے جو غیاث الدین بہمن کے غلاموں میں سے تھا سب سے بڑی میں
 ایک چھوٹی سی پہاڑی پر بنوایا ہو جسکو چھ سو برس کا عرصہ ہوا اس قلعہ کی دُور سے فصیل نظر آتی ہو اور کچھ دیکھو
 جلال اور رعب و ہیبت دل پر اثر کرتی ہو۔ اہل بصیرت کیلئے یہ ایک مینہ ہو کہ اس سے عبرت بڑھتی ہو اور نئے
 بصیرتوں کو بصیرت ہوتی ہو۔ کسی زمانہ میں یہ قلعہ بہت نفیس و لطیف ہوگا لیکن اب بالکل خراب و دران
 پڑا ہو کہیں کہیں فصیل قلعہ کی قائم ہو مگر اندر کے مکان بالکل ٹوٹ گئے کہ نام و نشان تک نہیں باقی رہا
 اور بچھڑوں کے ڈھیر کے اور کچھ نہیں معلوم ہوتا کسی وقت قلعہ کے بچوں بیچ میں ایک بہت بلند مکان بنا ہوا تھا
 وہ بادشاہ کی ٹھیک تھی اور کچھ جہاں کہا کرتے تھے بادشاہ نے یہ قلعہ مغرب کی طرف بنایا تھا اور تین طرف یعنی
 مشرق اور شمال اور جنوب کی طرف تغلق آباد کا شہر آباد کیا تھا اور شہر کی فصیل اور قلعہ کی فصیل اس نحو بصورتی سے
 ملا کر بنائی ہو کہ سارا شہر اور قلعہ ایک قلعہ معلوم ہوتا ہو۔ اس قلعہ کا اندر چند مکان گوجروں کے ہیں جو عرصہ آباد
 آئے ہیں۔ قلعہ کی تمام عمارت سنگ غارا اور چونہ سی بنی ہوئی ہو دروازے بہت چھوٹے چھوٹے اور در بہت بہت جیسے
 پہاڑی عمارتوں کے ہوتے تھے دیسے ہی میں تیغ و زینہ میں نکھا ہو کہ جیسے شہر میں قلعہ اور شہر بالکل مل گیا ہو گویا توں شی میں
 ایک سے مغرب کی طرف

مقبرہ غیاث الدین تغلق شاہ

واقع ہو۔ یہ عمارت بہت نفیس اور خوبصورت بنی ہوئی ہو اسکو بادشاہ فتح الدین جو ناصر سلطان غیاث الدین تغلق شاہ
 کی بیٹی نے شہیدہ بھری میں جسکو پانسو چھانوے برس کا عرصہ گزارا بنوایا ہو۔ جسکو سلطان تغلق شاہ نے اپنی
 بادشاہت میں الغیاث خطاب کیا پانا و لمجد کیا تھا اور سلطان کے مرنیکے بعد اس نے اپنا لقب سلطان محمد تغلق
 شاہ رکھ لیا تھا باپ بیٹے دونو تغلق شاہ کے لقب سے مشہور تھے اسی سبب سے لوگوں کو شہید پڑ گیا ہو کہ اس مقبرہ کو
 بھی غیاث الدین تغلق شاہ نے بنوایا ہو لیکن یہ بات غلط ہو اس مقبرہ کی فصیل اور دروازہ نہایت شان دار اور خوبصورت
 ہے دروازہ تمام سنگ مرمر کا ہو اور اس میں ایک دالان ہو۔ تیسریں سیڑھیاں چڑھ کر مقبرہ کے صحن میں پہنچتی ہیں
 فصیل سبکی ایسی میٹھی میٹھی عجب قسم کی بنی ہو کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسی کیوں بنائی گئی شاید یہ عمارت پہاڑ پر
 بنائی گئی ہوگی جس طرح کا پہاڑ ہوگا اسی طرح کی فصیل بنادی یا اس قسم کی عمارت بنوانے میں مضبوطی زیادہ متصور
 ہوگی اسکی فصیل میں قلعہ کے طور پر برج بنے ہوئے ہیں ایک پنج جانب جنوب ہو اور دوسرا برج جانب مشرق
 اور تیسرا اور چوتھا پنج جانب شمال اور مغرب بنا ہوا ہو۔ تیسرے برج پر ایک اور برج ہے اور اس نامعلوم قبر میں
 اور صلیب عربی میں مقابل پنج ضلع شرقی کے ایک ٹکانوں ہو۔ فصیل کے اندر کے رخ حجرت ہے اور اس کین کے
 رہنے کے پونے ہوئے ہیں گرد اس مقبرہ کے سلطان فیروز شاہ بن سالار حبیب جو سلطان محمد تغلق شاہ کے
 بعد تخت پر بیٹھا تھا ہالی کا بند بنایا تھا اسکی وجہ سے تغلق آباد کے قلعہ کے پنجے کو سون تک پانی بہا رہا تھا

یہ قلعہ اور شہر تغلق آباد کا ہے اور اس میں بہت سی عمارتیں ہیں

اسنے اس عمارت کے تمام حصے کی جانچ فرما لی تھی کہ اس کی زبان کیا بات کہی کسی دروازے میں یہ عمارت کی
 نفس نبی ہوئی تھی اور ہزار ستون سنگ خار کے لگی ہوئے تھے اسوجہ سے اس کا نام ہزار ستون ہو گیا تھا۔
 لیکن اب یہ عمارت بالکل خواب ہو گئی ہو ٹوٹی بھوٹی چار دیواری اور ایک آدھ دروازہ کا نشان قائم ہو جاتی
 سب ڈھیر پڑا ہو اس عمارت کو دیکھ کر نہایت عبرت ہوئی ہو کہ کسی بادشاہ جبار و قہار و خونخوار کے رہنؤ کا
 مکان تھا جس میں اب گائیں اور پھینسیں بٹیر کھریاں چرتی ہیں فاعتر وایا اولی الالبصار۔
 اب صرف حضرت قطب صاحب کی درگاہ میں حاضر ہونا باقی ہے وہی شہر کہ جوشا جہان آباد سے حضرت
 سلطان المشائخ تک آتی ہے قطب صاحب ہو چکے ہیں جو لوگ سلطان المشائخ کی زیارت کے بعد قطب صاحب
 جانا چاہتے ہیں وہ اس طرف کو تشریف لیجاتے ہیں منصو کے مقبرہ پر پہنچ کر یہ شہر اور وہ شہر کہ جوشا جہان
 آباد کے اجیر دروازہ سے قطب صاحب کو جاتی ہو دونوں جاتی ہیں چونکہ یہاں سے منصو کے مقبرہ تک
 کوئی مقام نہ چسپا نہیں ہو سیکے یہاں صرف راستہ بنا کر شاہ جہان آباد کے اجیری دروازہ سے قطب صاحب
 کا راستہ بیان کرتے ہیں۔

قطب صاحب

جانیوالی شہر کہ اجیری دروازہ سے ٹکڑا ہوا گنج ہو چکے بائیں ہاتھ کو سیدھی چلی جاتی ہو بائیں ہاتھ

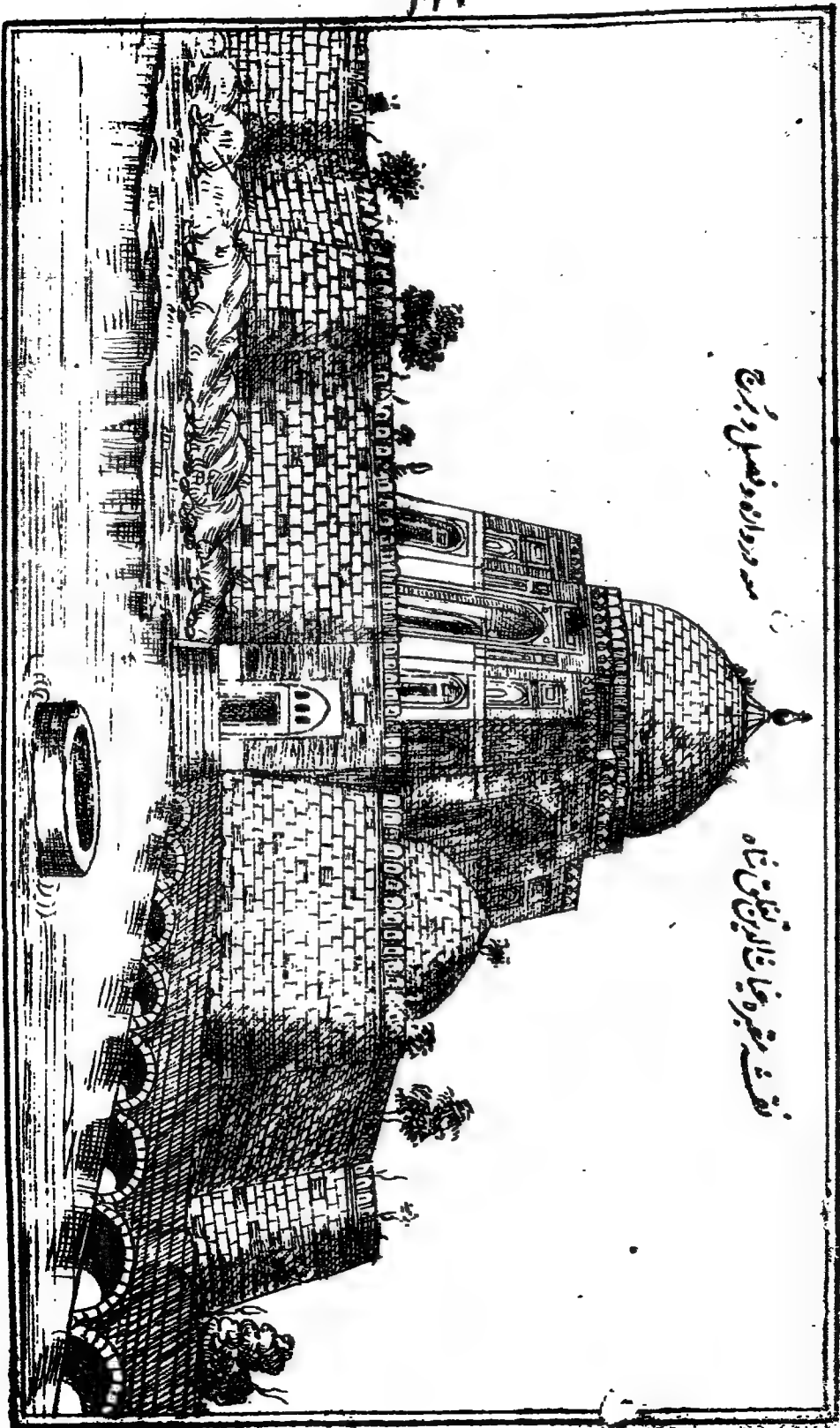
جنتر منتر

واقع ہو جنتر کے معنی ہندی زبان میں آدھ رصد کے ہیں لیکن عوام میں یہ آلات جنتر منتر کہلاتے ہیں بہر حال
 یہ عمارت آلات رصد ہیں جبکہ راجہ سوئی جی سنگھ والی جیو پور نے محمد مستان بادشاہ کے حکم کے بموجب جاب
 مطابق مشاہیر جبری موافق مشاہیر عیسوی سنگ خار اور چوہ سے بنوائی تھی اور بڑے بڑے ریاضی شہر
 اور سلمان ہیں شریک تھے خوبی ان آلات کی دیکھنے سے علاقہ رکھتی ہے کہ کسی کسی تو بیس اور کیسے کیسے دائرے
 مجھ بنائے ہیں مگر فوس کہ یہ تمام آلات عالی چکا ہونا مختلفات سے تھا نہایت بے مرمت پڑے ہیں اور
 بالکل ٹکڑا ہو گئے ہیں بہر حال یہ عمارت رصد خانہ ہو اور اس سے کو کبا در گردش ثوابت و تیار اور خط
 یوم و لیلہ و مطلع و مطلق بلکہ معلوم ہوتے تھے اور ہر طرح کی رصد جاتی تھی چونکہ اس وقت ان آلوں کی صورت
 اور ہیئت باقی نہیں رہی لہذا ہر آدھ کا تفصیلی حال لکھنا بیکار ہے صرف چار آدھ لکھوٹے پھوٹے باقی رہ گئے ہیں
 ایک مقیاس محلہ ہزار۔ دوسرا گڑھ مقعر۔ تیسرا جنتر و دائرہ انفل۔ چوتھا قوسی دوائر الفظام۔ اس جگہ اور
 بھی آلات بنی ہوئے تھے مگر اب وہ بالکل نیست و نابود ہو گئے نقشے ملاحظہ فرمائیے۔

مقبرہ سلطان سکندہ فیلول اور ایک مسجد اور مقبرہ سے آگے

مسجد دروازه و فصل و برج

نقشه مسجد و محراب و ایوان شاه



مقبرہ منصور

ہو یہی منصور علیخان صفدر جنگ زیر احمد شاہ بادشاہ کا مقبرہ جو شہر بھری مطابق سنہ ۱۰۵۳ء کے بتا ہے اس مقبرہ کی خوبصورتی اور عمارت کی باریکی اور تازگی اپنا نظیر نہیں رکھتی سر سے پاؤں تک سنگ مرمر کی دھاریاں اور چٹکے لگو ہوئے ہیں۔ گنبد کے پنجہ خانہ پر اس میں قبر پر قبر کا تعویذ بہت نفیس سنگ مرمر کا ہے گنبد کے گرد چار دیواری کچی ہو مقبرہ کے چاروں طرف چار نہیں بنی ہیں سکانات بنی ہیں دروازہ کو مستقبل سنگ مرمر کی مسجد ہو مگر اس میں نماز نہیں ہوتی کسی زمانہ میں اسکے اندر کے مکانات بہت درست و مستحکم جنوبی مکان بادشاہ ہند کے نام سے موسوم تھا ضلع شرقی میں دروازہ ہے جو بہت ہی خوشنما اور بلند ہے اس طرح کے مکانات بنے ہیں اور بارہ دری بنی ہو چار دیواری کے چاروں کونوں پر چار برج ہیں جو بہت ہی خوبصورت ہیں عرض مقبرہ عجائبات میں سے ہے کئی گندی حالت پر بھی اپنا جواب نہیں رکھتا تو شاید بلال محمد خان کے ہتھام سے تین لاکھ روپیہ کی لاگت سے جوایا اس مقبرہ کے اندر تیار کئے گئے ہو۔

جوان صفدر عرصہ مرد می زوار فنا گشت رحلت گزین
چنین سال تاریخ اور شد رقم کو بادا مقسم بہشت بریں

اس مقبرہ کے محاذ میں سلطان الشاہ کو شہرک جاتی ہے یہی موضع ہے جہاں پر وہ نوں شہرکس ملی ہیں مقبرہ منصور سے آگے مقبرہ بخت خان اسکے متصل شہرک کی بائیں طرف تقریباً شہر سے تین میل کے فاصلہ پر

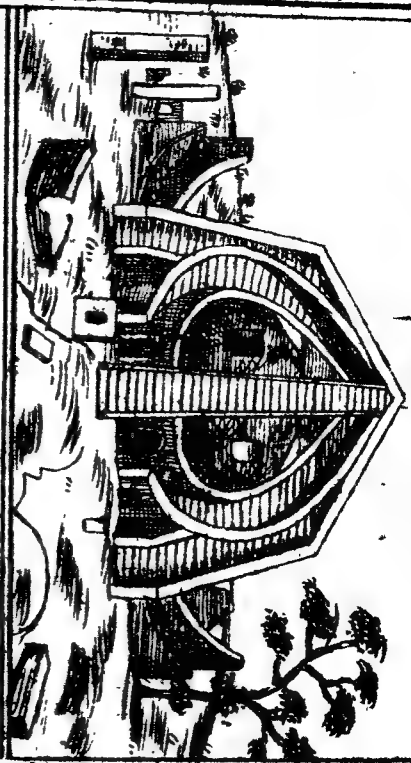
شاہ مردان

ہو اسکا حال یہ ہے کہ اوہم بائی ندج محمد شاہ بادشاہ جسکو احمد شاہ کی سلطنت میں اول نواب بالی اور پھر نواب قریب صاحب الزمانی کا خطاب ملا شیعوں نے یہاں کی مٹی سنہ ۱۱۳۷ء بھری مطابق سنہ ۱۱۳۷ء اوکو پاس ایک تھرا یا چہر نقش قدم تھا اور یہ بیان کیا گیا کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قدم مبارک کا نقش ہے تو جیسے کہ اس نقش قدم کو اس مقام پر سنگ مرمر کے حوض میں جہاد بادشاہ اس حوض کے نیچے سنگ مرمر کا فرش کھدوا کر بنایا اور اسکے کنارہ پر یہ شعر کندہ کر دیا شعر بڑھنے کو نشان کف با سے تو بود و سالیبا سجدہ صفا نظر ان خواہ بود و جب کسی شیشہاں درگاہ کی ترقی ہوئی گئی۔ شاہ کے زمانہ میں نواب سید نے سنہ ۱۱۳۷ء مطابق سنہ ۱۱۳۷ء کے جادیہ خواجہ سرا کے ہتھام سے چار دیواری اور مجلس خانہ اور مسجد اور حوض بنوایا اور پھر سنہ ۱۱۳۷ء بھری مطابق سنہ ۱۱۳۷ء کے عشرت علیخان نے مجلس خانہ بنوایا اس میں مرثیہ خوانی ہوتی ہے استاد زمانہ کی وجہ سے مجلس خانہ بہت بوسیدہ ہو گیا تھا تقریباً بارہ سال کا عرصہ ہوا کہ نواب زیر علی صاحب نے اپنی عالی ہمتی سے اسکی مرمتی کرادی خواجہ انہوں نے دہلی کشمیر دروازہ کھڑکی ابراہیم علیخان میں جو دگاہ بنج

نمایا اور اس کے نیچے

نمایا اور اس کے نیچے

نقشه پیرامونی اداره نظام



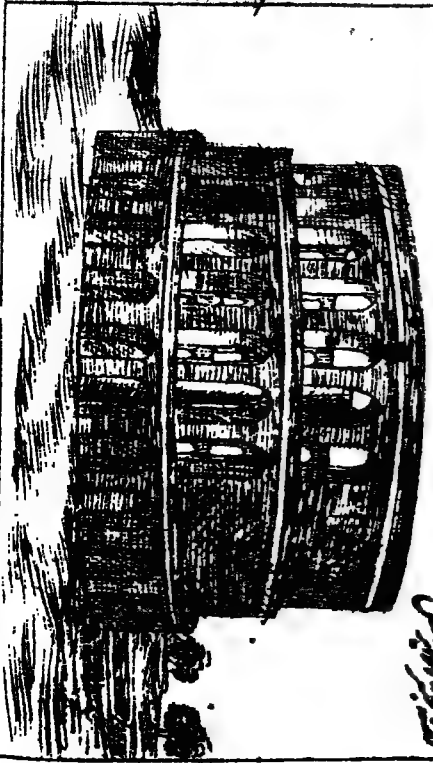
نقشه کلاسیک



نقشه پیرامونی مدارس



نقشه پیرامونی مدارس



اور امام باڑہ مسجد سید آغا جبر صاحب کے بزرگوں کی ہر سکی مرمت بھی کرائی و گاہ پنچہ شریف میں ہوا ٹھوہن محکم
 الاحکام کو علم اور نین کو تابوت اٹھایا جاتا ہوا اور پونچھ شیفہ کو مجلس غریب الشہداء برپا ہوتی ہے۔
 اور ۱۲۳۵ ہجری مطابق ۱۸۱۹ عیسوی میں صادق علی خاں نے تھار خانہ بنوایا اور اس احاطہ میں بیچ کا کاسب
 حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت بی بی صاحبہ کا سہ بناتے ہیں اسی وجہ سے مرد کو اندر نہیں جانے دیتی
 اور ایک عمارت چھوڑ کر کسی سوداگر نے منت پوری ہوئے پر بنوایا ہوا اور چٹے بٹیکے درگاہ ہوا اور شریف گنج
 کی بنوائی ہوئی چار دیواری ہے جو محرم الحرام میں تمام تعزیتے یہیں دفن کرتے ہیں اور اس چار دیواری کو کر بلا
 کہتے ہیں۔ ہر جمعہ کی شب یون کو یہاں مجلس ہوتی ہے اور رمضان کی بیسیوں کو بہت ہجوم ہوتا ہے شاہ مردان
 آگے مقبرہ مبارک شاہ تر شیر چہ

موٹھہ کی مسجد

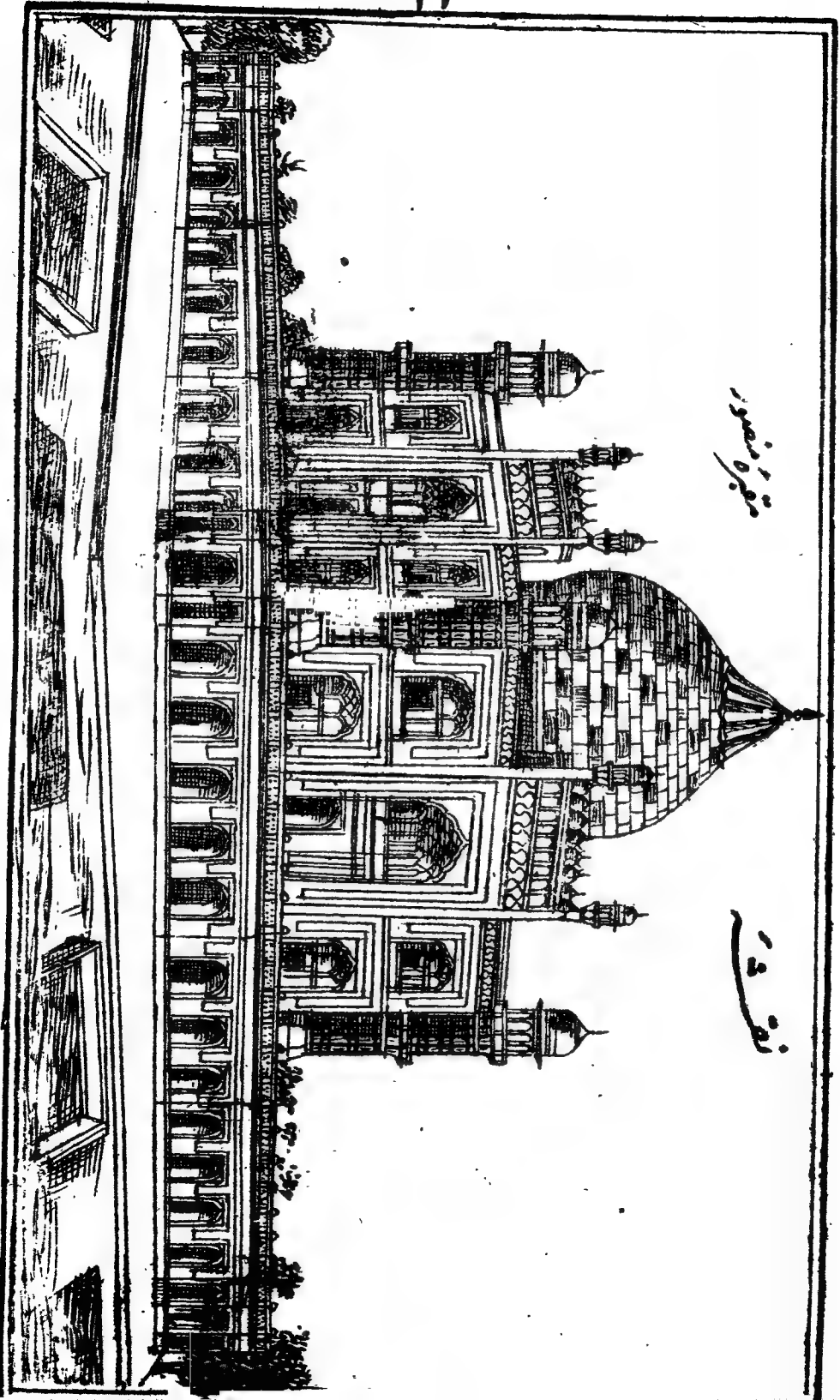
ہی۔ اس مسجد کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ کسی شخص نے راہ چلتے میں زمین پر سے موٹھہ کا دانہ اٹھایا اور اس نے
 کو لویا جو اس میں خوشے لگو دو سیک برس پھر سب کو بویا یہاں تک چند سال میں بہت روپوں کی موٹھہ ہو گئی۔
 اسکی مسجد بنی اور اسی سب سے موٹھہ کی مسجد مشہور ہے سلطان سکندر بن سلطان بھلول کے وقت میں ۱۲۳۵ ہجری
 مطابق ۱۸۱۹ عیسوی کے چوندہ اور سنگ خارا سے بنی ہوئی حال میں جا بجا سے شکستہ اور خراب ہو گئی تھی
 تقریباً چھ سات سال کا عرصہ ہوا حاجی محمد بھاق صاحب سوداگر صدر بازار نے بہت سارو پیسہ لگا کر مرمت
 کرا دی ہے اس سے آگے مسجد بیکر ہو۔ اس کے آگے

کوشک کے منڈل یا بدیع منزل

ہو اسکو محمد عادل تھن شاہ نے بہت خوبصورت و دھندلایا تھا بیچ کے اوپر چار دروازوں کا کمرہ اور کسی
 دیواروں میں سے اوپر جائیکارائے ہو اسکا اوپر اگلے زمانہ میں سنگین بہت خوشنما بارہ دری تھی مگر اب بالکل
 ٹوٹ گئی ہے اس بیچ پر بیٹھ کر عرض شکریہ بجاتے تھے۔ کہتے ہیں کہ فیروز شاہ بادشاہ نے ایک نقب بنائی تھی
 کہ قلعہ فیروز آباد سے اس مکان میں ہو کر پھر نقب کے راستہ سے سوار عرض خاص کر چلے آتے تھے جبکہ ان
 کوس کا فاصلہ سو آٹھ بھی اس نقب کے نشانات باقی ہیں اور سلطان سکندر لودھی کے وقت میں

حضرت مولانا شیخ حسن طاہر رحمۃ اللہ علیہ

اسی بیچ میں رہا کرتے تھے آپ سید راجی حامد شاہ رح کے مرید تھے آپ کے والد شیخ طاہر رحمۃ اللہ علیہ ملتان سے
 تحصیل علم کے لئے دہلی میں تشریف لائے تھے مدت تک بہار میں رہے شیخ حسن رحمۃ اللہ علیہ بہار میں پیدا
 ہوئے جب ابن نمیز کو پہونچے تحصیل علم میں مشغول ہوئے اندیشہ الہیہ اور شاہ جہاں غفرہ آپ کے شریک



مدرسه

نور

درس و مجلس وائیس تھے بھر اسی اثناء میں شوق فقر کا پیدا ہوا۔ درویشی کو اختیار کیا۔ کامل ہو گئے پھر آپ اگرہ میں رہے پھر دہلی میں اسی بیچ پر سکونت اختیار کی آپ کے صاحبزادہ حضرت مولانا شیخ عبدالغنی فرنگیاری رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے کامل تھے جنکا فراریر دین ترکماندہ رازہ عقب جیلانی مہندیوں میں واقع ہو۔ کا شیخ حسن رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۴۷۱ھ ہجری الاول ۱۰۷۹ء بمصر ہجری کو ہوا اور اسی بیچ کے پاس لگا اور آپ کے خاندان قبرستان ہوا اور شیخ ضیاء الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ شیخ شہاب الدین مہروردی رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک مجتہد میں آرام فرماتے ہیں اور ایک طرف مخدوم ہر دم خیالی صاحب خلف الکبر حضرت مولانا شیخ حسن طبریزی رحمۃ اللہ علیہ اور ٹھوٹے فاصلہ پر مخدوم سبزواری آسودہ ہیں غرض کہ یہ مقام بڑی زیارت اور قابلِ سیر ہے۔ اس عمارت کے سامنے شریک کے داہنے طرف تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر۔

حوض خاص

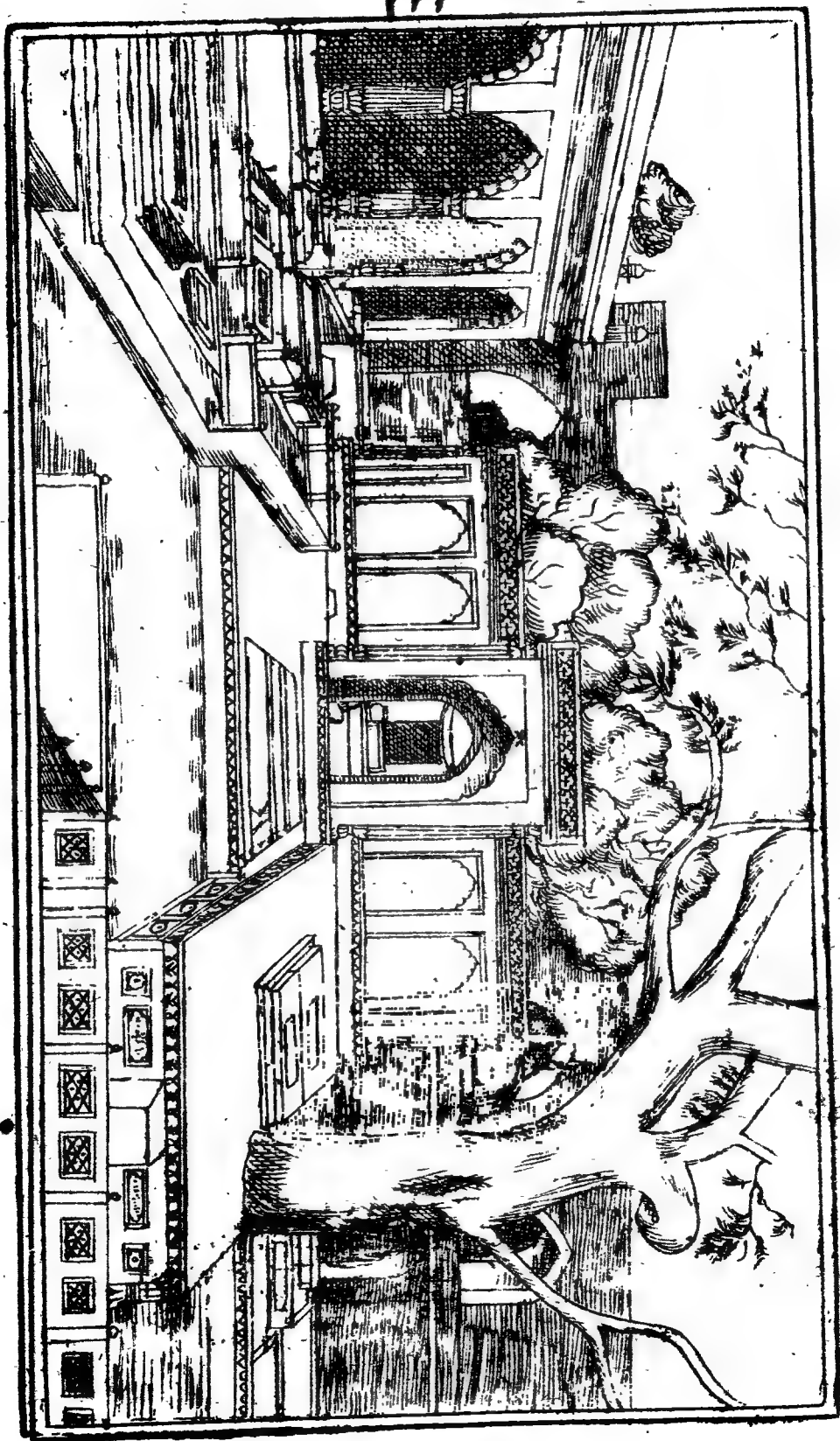
واقع ہو۔ تاریخ فتوحات فیروز شاہی اور اخبار الاخیار میں لکھا ہو کہ یہ حوض سلطان علاؤ الدین نے اپنی زمانہ تخت نشینی کے قریب ۷۹۸ھ ہجری مطابق ۱۳۹۵ء عیسوی کی بنایا تھا جو ایک سو کئی بیگہ پختہ میں تھا چاروں طرف اس کے پختہ دیواریں بنی ہوئی تھیں۔ فیروز شاہ کے وقت میں یہ حوض ٹٹی سے بالکل اٹ گیا تھا اور پانی نہ رہا تھا اور نہ پختہ ۷۹۸ھ ہجری مطابق ۱۳۹۵ء عیسوی کے اس حوض کو نئے سرے سے صاف کرایا اور جس جس جگہ سو ٹٹ گیا تھا اس کی مرمت کرائی اور اس کے جنوبی ضلع میں مکانات بنوائے اور ایک سیر جاری کرایا اور مدرس نوکر رکھے اور طالب علم مقرر کیے جب اس کا نام حوض خاص ہو گیا بڑے مدرس اس مدرس کے بند یوسف بن جمال حسینی تھے جنکا انتقال ۷۹۸ھ ہجری مطابق ۱۳۹۵ء عیسوی میں ہوا اور اسی سیر کے صحن میں فن ہوئے اب محض حوض کی شکل نہیں رہا بالکل بھر بھر گیا کہ پانی بھی نہیں نہیں ٹھٹھا سو کھا پڑا تھا پھر اور زمیندار اس میں کھیتی کرتے ہیں صرف نام ہی نام باقی جو مکانات بھی اکثر جگہ سے شکستہ ہو گئے ہیں اگرچہ بھی قابلِ سیر ہے۔ اس سیر کے قریب ہی ملا ہوا

مقبرہ فیروز شاہ

ہو جبکہ ۷۹۸ھ ہجری مطابق ۱۳۹۵ء عیسوی کا انتقال ہوا تو اس مقام پر دفن کیا اور اس کے بیٹے ناصر الدین محمد شاہ نے ۷۹۸ھ ہجری مطابق ۱۳۹۵ء عیسوی کے چوٹہ اور پتھر سے یہ مقبرہ بنوایا اس کی پیشانی پر چوٹہ کے حرفوں سے کتبہ بھی موجود ہے مگر اکثر حرف جھڑ گئے ہیں اس جگہ اوڑھی چوٹے ڈھچھوٹے برج بنے ہوئے ہیں اور ناصر الدین محمد شاہ اور علاؤ الدین سکندر شاہ کی بھی یہیں قبریں ہیں اور ایک چھوٹا سا برج شہاب الدین تاج خان اور سلطان ابوسعید کا ہوا اور اوپر بھی کتبہ لگا ہوا ہے اس حوض کے پاس ایک کوس کے فاصلہ پر میر

تخت شاهروان

۲۲۲



کی موتیں کھونے سے نہیں ہوتا جو کہ یہ مذہب دشمنی کا سبب تھا اگرچہ مسلمانوں کے دقت میں سب سے پہلے اور ڈال
گئی ہیں اور ان ٹرٹی مورٹوں میں بھی غور کر نیسے معلوم ہو سکتا ہو کہ یہ غلامی موت تھی
جبکہ ششہ ہجری مطابق ۱۱۹۱ھ بموافق ۱۷۸۲ء بمکرمات قطب الدین ایک مغز الدین محمد بن سام عرف سلطان
شہاب الدین غوری کے سپہ سالار نے دلی کو فتح کیا تب اس تختانہ کو مسجد بنادیا اور مورت مندر میں سے نکال دلی
جس میں بگہ دیواروں اور دروازوں اور ستونوں میں مورتیں بنی ہوئی تھیں ان میں سے کسی کو بالکل توڑ ڈالا
اور کسی کا چہرہ مٹا دیا مگر تختانہ کی عمارت بدستور قائم رکھی اور ستائیس تختانوں کا اسباب جو پانچ کروڑ چالیس
لاکھ دیوال کا تھا اس تختانہ کو مسجد قرار دیکر انیس چڑا دیا اور شرقی دروازہ پر فتح کی تاریخ اور اپنے نام کا
کتبہ لگا دیا حسب یہ تختانہ

مسجد قوت الاسلام

اک کے مشہور ہو گئی پھر بموجب حکم سلطان مغز الدین کے قطب الدین ایک نے ۵۹۲ھ ہجری مطابق ۱۱۹۵ھ
اس تختانہ کے غری ضلع کے سامنے پانچ در بدر مسجد کے سنگ سرخ کی بنوائی اور شمالی دروازہ تعمیر کرایا
اور باغ کندہ کر اگر لگا دی۔ دو سال کے عرصہ میں دونوں چیزیں بنکر تیار ہو گئیں چنانچہ بیچ کے در کے
باز در تیار ہو گئے۔ ان پانچوں دروں میں سے مغلی کے دونوں در تو تعمیر کیا اٹھائیس اٹھائیس فٹ
آؤ پچی ہیں اور بیچ کا ڈر اور اٹھائیس فٹ تقریباً چار اور اسی فٹ چوڑا ہے ان دروں پر بیچ بطح
کی منبت کاری ہو رہی جو در کلام اللہ شریف کی آیتیں اور حدیثیں کھدی ہوئی ہیں جبکہ مسجد تیار ہوئی تو
اس کے در و در پر بنایت تباری سے شہری مجلس چڑھا دیے گئے تھے۔

بعد اسکے سلطان شمس الدین التمش نے ششہ ہجری مطابق ۱۱۹۷ھ کے اس مسجد کے دونوں طرف جنوب اور
شمالاً تین تین در بنائیں سینچیں مگر اور ایک ایک فٹ لمبے بنائے اور بیچ کا در آٹھ گز چوڑا رکھا۔ اور
اون دروں پر نسخ اور کوئی خطیں آیات قرآنی کندہ ہیں۔ ان دروں کی عمارتیں لوٹ گئی ہیں بلکہ
شمالی دروں میں کا ایک در سارے کا سارا سرحد میں آگیا ہے۔ اس کے صحن میں

لوہے کی لاکھ

راجہ دھرم پال یا مہاراجہ کی بنائی ہوئی جو دلی کا انیسواں راجہ ہوا۔ سرے ہاتھ تک لوہے کی ڈبلی ہوئی
سے بر لاکھ زین پر سے بائیس فٹ و اچھ بلند ہو اور چھٹائی فٹ کی ۵ فٹ ۳ انچ ہو ایک بات
یہ مشہور ہے کہ اسے چھوڑ کے دقت میں بندھتوں نے اس لاکھ کو بائیس کے سر پر لگا دیا تھا اس پر
کہ اسے چھوڑ کے خاندان کی عملداری کبھی نہ ملے مگر تاریخ کی کتابوں کے دیکھو یہ بات بالکل غلط ثابت ہوئی

روایت ہے کہ
اس مسجد میں
۵۹۲ھ ہجری مطابق
۱۱۹۵ھ

وزیر خان کا مقبرہ ہے جو کہ آمارے عہد فیروز شاہ سے تھو چنانچہ موضع میر پور و وزیر پور مشہور ہیں اس کے
سپر شریک

حضرت بی بی زلیخا والدہ حضرت سلطان الشاہ رحمہ اللہ تعالیٰ

کا مزار جو حضرت محبوب الہی رحمہ اللہ علیہ فرماتے تھو کہ ہماری والدہ کی خدا تعالیٰ سے دوستی تھی جو کوئی مشکل کام پیش
آتا تھا اسکو خواب میں دیکھتیں اسی پر عمل کرتیں اور یہ بھی آپ فرماتے تھو کہ جب کبھی کوئی حاجت اور کوئی
پانچ سو بار درود پڑھتیں اور دوپٹہ کا آنچل پھیلاتیں جو حاجت ہوتی خود آ برائی۔ آپ کے مزار کی قریب
بی بی لوز کا مزار ہے یہاں بہت عورتیں جاتی ہیں مگر کھانا کچھ حال معلوم نہیں ہوا۔ اسی جگہ

حضرت شیخ نجیب الدین متوکل علیہ السلام

کا مزار ہے آپ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ علیہ کے برادر اور خلیفہ ہیں۔ آپ کے مقامات بہت ہی بڑے ہیں جو
احاطہ تحریر میں نہیں آسکتے۔ آپ نہایت متوکل تھے شہر میں شہر میں تک پیغم ہے مگر کہیں سے کچھ بھی متوکل نہیں
نکھاپنے بال بچوں کے ساتھ بڑی خوشی اور نرمی کے ساتھ اوقات بسر کرتی تھے۔ یہاں تک آپ خیر ہوتی تھی
کہ آج کو سارن اور مہینہ ہے۔ سلطان الشاہ حضرت نظام الدین رحمہ اللہ علیہ جناب گنج شکر قدس سرہ کی خدمت
فیض جنت میں حاضر ہونے سے پہلے آپ کی خدمت میں تشریف لائے اور دو مرتبہ یہ عرض کیا کہ ایک مرتبہ
الحمد شریف اور سورہ اخلاص اس نیت سے پڑھئے کہ میں کسی جگہ کا قاضی ہو جاؤں آپ نے پہلی دفعہ تو
چشم پوشی کی مگر دوسری دفعہ منکر یہ فرمایا کہ تم قاضی مت ہو اور کچھ بچاؤ غرض آپ کے فضائل اور محامد
بیروں اذ شمار ہیں۔

اب آگے تشریف لے چلے اور

ہشتخانہ راے پتھورا

ملاحظہ کیجئے۔ یہ بہت بڑا پنجابلیت نامی تھا چاروں طرف اس ہشتخانہ کے دو گئے اور سگے اور چو گئے والا
بنے ہوئے تھے اور پنج میں بہت بڑا مین چھوڑا ہوا تھا اور جنوبی اور شمالی اور شرقی ضلعوں میں دروازے تھے اور
اونکو پر کھاکے والاں کہتے تھو یہ مندر سننے کے مطابق سال ۱۲۱۷ء مطابق ۱۸۰۲ء ہجری میں بنا تھا۔
بریک پتھربت کاری میں ایسی ایسی خوبصورت کاری کی کہ وہ عجیب غریب ہوئے کو دیکھتے ہیں کہ
بیان سے باہر ہے ہر ایک جگہ در و دیوار اور ستون برتنوں کی عورتیں بنی ہوئی تھیں اور درختوں میں گھنے
گلے ہوئے گھڑے تھو۔ چنانچہ ابھی تک اس ہشتخانہ کا ضلع شرقی اور شمالی بدستور موجود ہے اس مندر میں کوئی
کی لاکھ کو جو دیشوی خوب کی ہے بدستور قائم رکھنے اور دیواروں پر کرسٹا دیوار اور دیواروں پر کرسٹا اور دیواروں

ابنی عالی ہستی پر ۱۲۵۷ء مطابق ۱۲۵۵ھ ہجری کے اہل مرتک کرانی ہاؤسمٹ صاحب گدہ پستان مرتک کے
 ہتھ پہنچے۔ تحقیقات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلے درجہ پر کھڑا تھا بلکہ کھڑی کیلئے لنگوٹے تھے یہ کھڑا بھی اہم تھا
 ہی نے بولایا کیونکہ لنگوٹے ٹوٹ گئے تھے اس مبارک سلطان فیروز شاہ کے وقت میں سات درجے تھے
 دو درجہ انگریزی حکومت سے پہلے ٹوٹ گئے تھے انگریزی حکام نے بہتر اور بہتر کر دیا اور چاہا کہ اس کی بلندی
 اتنی ہی قائم رکھی جائے اہم بہت سے سامان کے اور بلندی بلندی کی بلوچلی کو کچھ ایسی دشمنی آئی کہ انہو
 قائم کرنے والا چار دو درجے اتارنے لگے۔ اسکا پہلا کھنڈ بقیہ گزلی پنجہ اور دوسرا تقریباً شرو گز اور تیسرا
 کچھ اور تیز گز اور چوتھا سوا گز اور پانچواں بھی مع اس تھوڑی سی اونچائی کے جو برہمنی کپڑے کے اندر ہے
 سوا گز ہے اس حساب سے کل اونچائی اس لاکھ کی اتنی ہوتی ہے اور سنگین برہمنی کی اونچائی جو سہار
 انگریزی نے چڑھائی تھی ادب اتار کر ایک طرف رکھ دی چھ گز ہے اور دوسری طرف یہ لاکھ پچاس گز
 مقرر ہے اور پانچویں درجہ سے جہاں سنگین برہمنی لگی تھی دس گز دوسرے یہ لاکھ اندر سے بالکل خالی ہوا اور
 اوس میں جگہ دار ٹیڑھیاں بنی ہوئی ہیں کل ٹیڑھیاں تین ٹوٹا تھتر میں پہلے درجہ میں ایک سو چھپن -
 دوسرے میں اٹھتر - تیسرے میں باٹھ - چوتھے میں اکتالیس پانچویں میں بھی اکتالیس - غرض کہ یہ لاکھ
 عجائب و درکار سے ہو باوجود اس قدر بلندی اور عظمت کے ایسی خوش قطع اور خوبصورت بنی ہوئی ہو کہ
 بے اختیار دیکھنے کو جی چاہتا ہے اسکے قریب ایک

عالیشان دروازہ

ہے تمام سنگ مرمر سے بنا ہوا اسکے چاروں طرف چار دروازے ہیں اوپر گول لداؤ کر دیا ہوا مقعر اس لداؤ کا
 ایسا بلند ہو کہ بعینہ یہ معلوم ہوتا ہو کہ آسمان کا مقعر ہے اس دروازہ کی محرابوں پر آیات قرآنی اور حدیثیں کندہ
 ہیں اور غریب اور جنوبی اور شمالی دروازے پر تاریخ لکھی ہوئی ہو مگر اس تاریخ کی بہت بہتر گڑبڑ ہے اور بعض
 حرفوں کو شور بھی کھا گیا ہوا اس تاریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہو کہ سلطان علاؤ الدین محمد شاہ غلی بادشاہ
 نے ۱۲۵۷ء ہجری مطابق ۱۲۵۵ء عیسوی میں گویا سب کا یہ دروازہ بنایا تھا اور اس دروازہ بنانے کے بعد بادشاہ
 نے اس مسجد کے اور درجوں کے بنانے کا ارادہ کیا تھا مگر فوس کہ بادشاہ کی عمر نے وفات کی ۱۲۵۷ء ہجری مطابق
 ۱۲۵۵ء عیسوی میں انتقال کر گیا اور یہ مسجد ناقص رہ گئی غرض کہ یہ دروازہ بھی پسندیدہ عمارتوں میں سے ہو
 ایسا بلند لداؤ کا دروازہ دیکھنے میں نہیں آیا۔ اس دروازہ کے پاس امام محمد علی شہیدی یا حسین پستان کی دگاہ
 امام ضامن کی دگاہ
 کہتے ہیں یہ حضرت شہید مقدس طس سے سلطان سکندر کے وقت میں دلی آئے اور اسی مقام پر سکونت اختیار کی

اس لائحہ پر سنکرت زبان اور ناگری حروف میں تینا شکوک کنندہ ہیں جنکا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ والی سندہ نے فوج جمع کی تھی ماجرہ و حادہ سے لڑنے کے بعد ژالی کی ماجرہ و حادہ نے فوج پانی اور یہ لائحہ بطور یادگار اپنی فوج کے بتائی جو لوگ سیکر دیکھتے تھے میں ادینس سے جان جان مراد و عورتیں اس لائحہ کو گولی میں بھڑتی ہیں اور پس میں بیٹھتے ہیں کہ جلی گولی میں یہ لائحہ آجائے وہ حلال کا اور جسکی گولی میں نہ آئے وہ حرام کلامی۔ بہر حال یہ ایک عجیب جبر قابل دیدہ ہوا کے سامنے بنایا یا فائدہ جسکو تمام لوگ

قطب صاحب کی لائحہ

کہتے ہیں وہ اسی بحد قوت الاسلام کا مینار ہے۔ اتنا بلند ہو کہ دور دور کے بھرنے والے دو ایک جگہ کے سوا کوئی زمین پر اتنی اونچی عمارت کا نشان نہیں دیتے اس کے نیچے کھڑے ہو کر اوپر دیکھو تو ٹوٹی والے کو ٹوٹی اور پکڑی والے کو پکڑی تمام کر دیکھنا پڑتا ہے اس لائحہ کے اوپر چڑھتے تو نیچے کے آدمی چھوٹے چھوٹے اور ہاتھی گھوڑے جیل گائے ننھے ننھے دکھائی دیتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا زمین سے آسمان سے اترتے ہیں ایسے بالکل سنگ مرخ لگا ہوا اور جو تھا درجہ سنگ مر مر کا ہو اور بزرگ پر بات قرانی کہدی ہو ہیں اور جا بجا بنت کاری ہوئی جو کتب تاریخ کے الٹ پٹ کرنے سے اور اس لائحہ کا پہلا دروازہ نکال دیا ہو ہونے کی وجہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہو کہ پہلا کھنڈ را سے پتھورائے اپنے قلعہ اور بت خانہ کے ساتھ یعنی سمت ۱۲ بکر اجیت مطابق سمت ۶ موافق سمت ۳۳۳ ہجری کے بنوایا تھا کہونکہ اسکی بیٹی سوچ کھی مذہب کی تھی اور ہندو جہا کو سوچ کی تہری اعتقاد کرنے میں ہوا سلسلے میں مذہب کے جہا کا دشمن کرنا بھی بڑا دھرم جانتے ہیں اس سبب سے جہا کے دشمن کر لیکو اس لائحہ کا پہلا کھنڈ بنا۔

پھر جب سلطان شمس الدین التمش نے اس مسجد کے ادھر ادھر تین تین در پڑھائے یعنی سمت ۳۳۳ ہجری مطابق سمت ۱۲ عیسوی اسی زمانہ میں اس لائحہ کو بھی پڑھایا اور دوسرے کھنڈ کے دروازہ پر اسکا حال کھدوایا۔ اور پھر جو بادشاہ ہوا اسکی مرمت کرنا رہا چنانچہ ایک دفعہ فیروز شاہ کے وقت میں اسپر پہلی گری اور اس میں نقصان آیا تو سمت ۳۳۳ ہجری مطابق سمت ۶۱۶ میں سلطان فیروز شاہ نے اسکی مرمت کرائی اسنے اپنی کتاب فتوحات فیروز شاہی میں لکھا ہے کہ مرمت کے وقت میں اس لائحہ کو پہلی جتنی تھی اس سے اونچا کر دیا اور تمام کیفیت مرمت وغیرہ کی باخوبی کھنڈ کے دروازے پر کھنڈ داوی اسکے بعض فتح خاں نے سلطان سکندریں سلطان ہلوی لودھی کے وقت میں سمت ۳۳۳ ہجری موافق سمت ۱۲ عیسوی میں مرمت کرائی اسکے بعد کالی آندھی اور بھوجاں کے دور سے اوپر کے دو کھنڈ گر پڑے اور بڑے پائس سے بھی کچھ خمر گر پڑے تو حکام والا مقام انگریزی

اور مقبرہ اپنے سامنے آپ بنایا جبکہ ۱۲۳۲ ہجری میں انتقال ہوا تو بموجب میت کے اسی مقبرے میں دفن ہوئے
 دفع ہر مقبرہ کی بہت اچھی سی کتابچہ بھی خوبصورت بنا ہوا ہے اور سنگ مرمر کا فرش ہے اور دروازہ پر کتبہ لگا ہوا
 اب ہم صفحہ ۱۸ پر آٹھ کا نقشہ دکھاتے ہیں جس میں وہ عالیشان دروازہ اور ایک آدھ سجدہ کی محراب اور لوہے کی
 وغیرہ معلوم ہوتی ہے۔ آٹھ کے باہر سجدۃ الاسلام کے نیچے جنوبی نعل میں نہایت ڈٹا پھوٹا ایک
 کھنڈر پڑا ہوا اس میں

مقبرہ سلطان علاؤ الدین خلجی

کاہرہ اگرچہ یہ بادشاہ ۷۸۵ ہجری مطابق ۱۳۸۲ء کو فوت ہوا لیکن اس کا مقبرہ ۷۸۵ ہجری مطابق ۱۳۸۲ء
 کو قطب الدین مبارک شاہ کے عہد میں بنا اسکے پاس ایک سجدہ بھی اور ایک مدرسہ وہ بھی بالکل نیست و نابود ہو گیا۔
 کچھ کھنڈر نشان بائے جاتے ہیں

تاریخ فیروز شاہی میں لکھا ہے کہ فیروز شاہ نے اپنے زمانہ میں اس مقبرہ اور سیدہ اور سجدہ کی بھی مرمت کی تھی اور صفحہ
 کا چھپرہ ٹھٹھڑ چھایا تھا مگر اب یہ مقبرہ بالکل چونہ کا ڈھیر ہے سب پتھر اوکھڑ گئے ہیں اور قبر تک بھی ٹوٹ گئی
 ہے لوگ قبر کا نعینہ بھی ادا کھڑے گئے انہوں نے اولوالعزم بادشاہ کی قبر کی یہ حالت ہے سجدۃ الاسلام کی ڈھیر

ادھرنی لاکھ

اسکا حال تاریخ علانی میں لکھا ہے جبکہ علاؤ الدین خلجی نے سجدۃ الاسلام بڑھانے کا حکم دیا یعنی ۷۸۵
 مطابق ۱۳۸۲ء میں تو اس کے ساتھ یہ بھی حکم دیا کہ اس سجدہ کے صحن میں ایک مینار بھی بنی کہ پہلے مینار سے دو گنا
 چنانچہ سو گز کے محیط سے مینار بنا شروع ہوا اور یہ ارادہ کیا کہ دو سو گز اونچا بنادیا جائے مگر عمر کی کچھ
 مضبوطی نہ ہو سکی کہ ہنوز ایک درجہ بھی پورا نہ ہونے پایا تھا کہ بادشاہ کی عمر بڑی ہو گئی اور یہ عجیب عمارت ادھر
 رہ گئی۔ اس آٹھ کا بھی پتھر بالکل اوکھڑ گیا ہے صرف ایک چونہ کا ڈھیر باقی ہے۔ ایہ خسرو علیہ الرحمۃ اس
 مینار کی تعریف تو ان السعدین میں لکھتے ہیں صرف انہیں کے دو شمار کئے جاتے ہیں

شکل منارہ چوتھوں زنگ از پئے سقف فلک شیشہ رنگ
 سقفہ سما گر کھنکی شد نکو درہ او دامن سنگیں ستوں

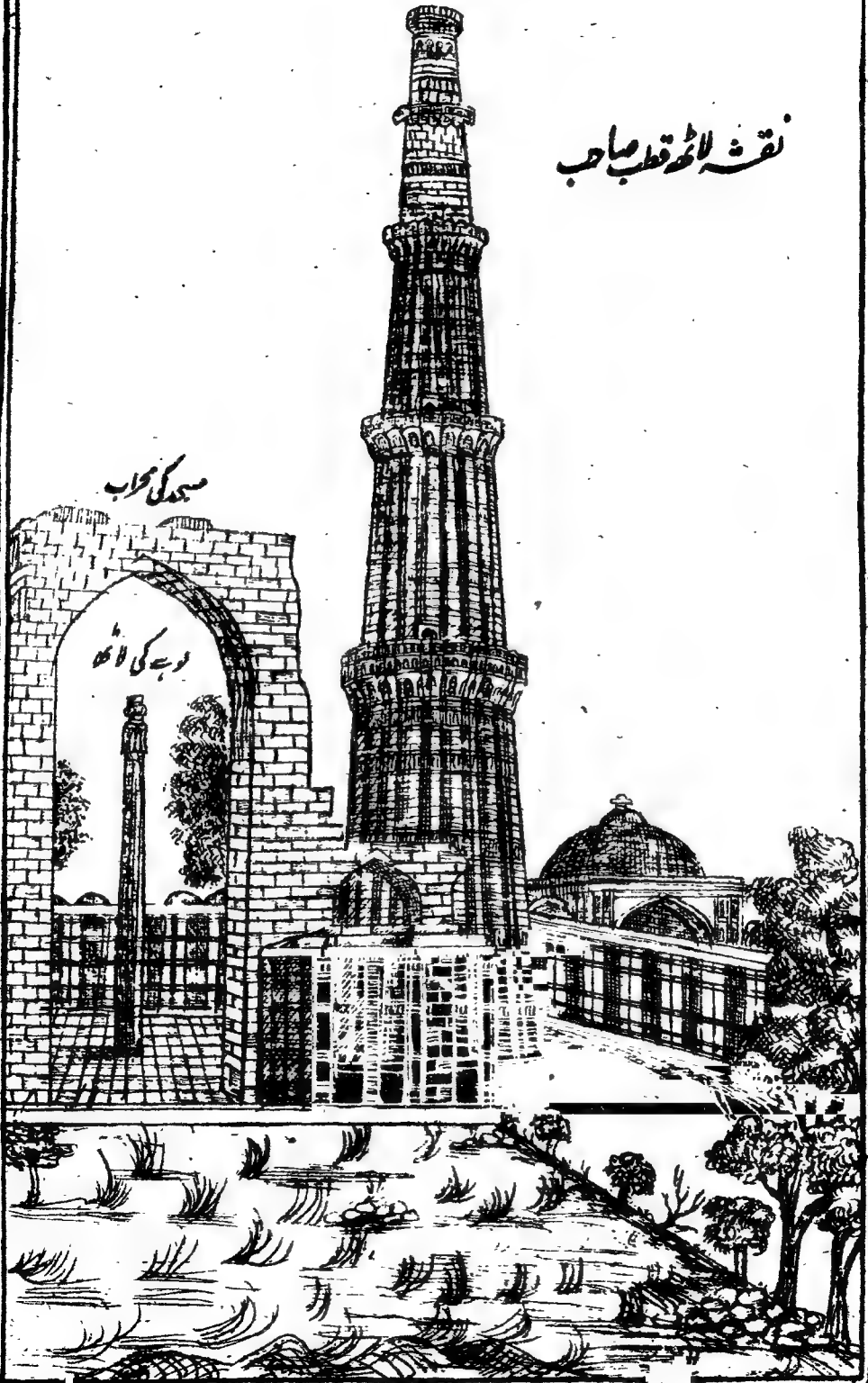
سجدۃ الاسلام کی محرابوں کے متصل
 مقبرہ سلطان شمس الدین التمش

کاہرہ ۱۳۳۵ ہجری مطابق ۱۳۳۵ء عیسوی میں انتقال ہوا اور اس جگہ دفن ہو گئے تھے بیٹی سلطانہ رضیہ بیگم نے
 یہ مقبرہ بنوایا۔ اس مقبرہ کی تمام عمارت باہر سے سنگ خارا کی ہے اور اندر سنگ مرمر اور کھس کھس سنگ مرمر بھی لگا ہوا

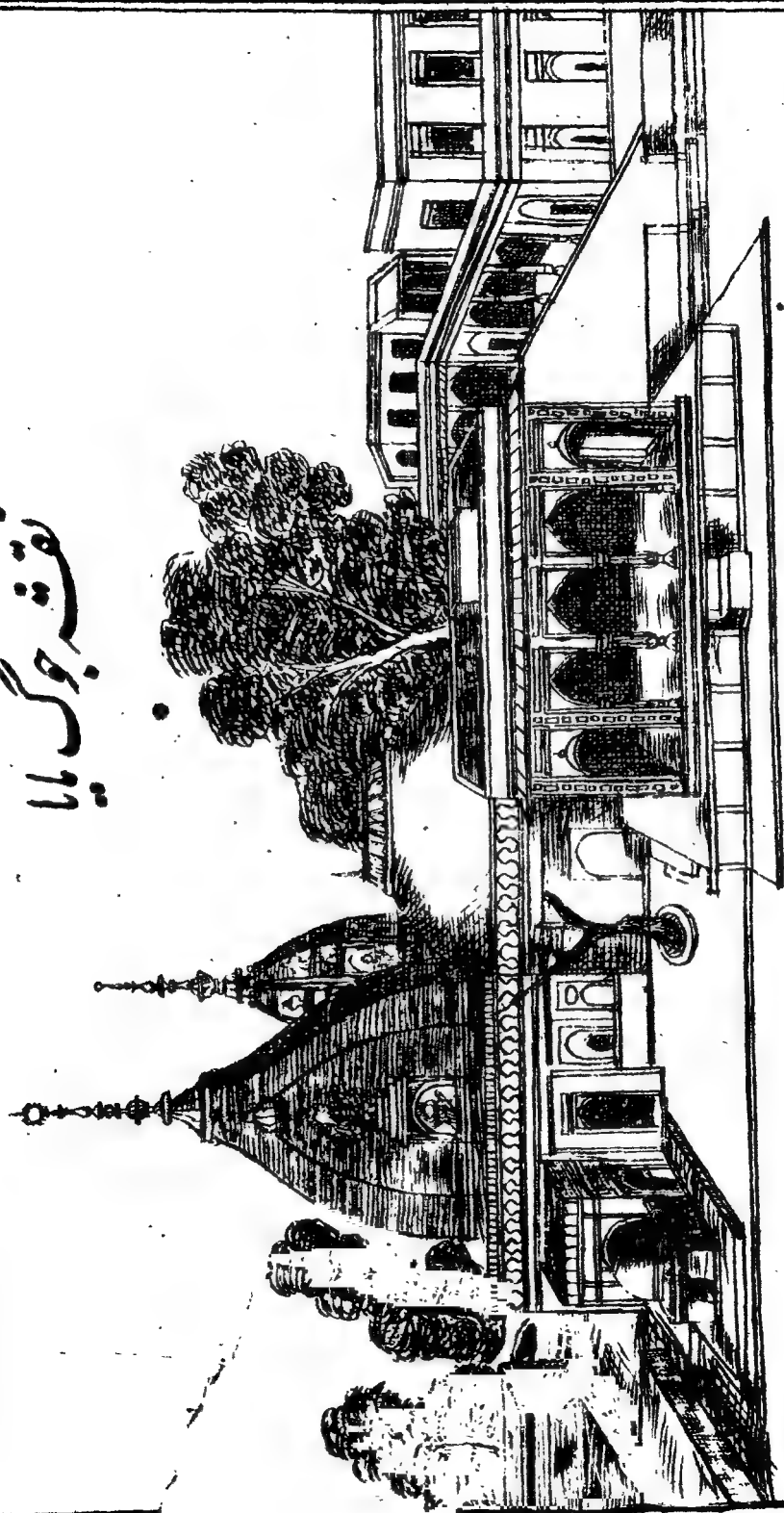
نقش لائٹ قطب صاحب

مسجد کی محراب

نوبہ کی لائٹ



نقشہ جوگیا



تمام دیواروں پر کایات و آرائی کئے گئے ہیں اور بہت اچھی قیمت کاری کی ہوئی ہے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اس مقبرہ پر
ستون دار گنبد بھی تھا مگر اب عرصہ سے گزرا ہے صرف چار دیواری بانی ہر فیروز شاہ اپنی فتوحات و فتوحات
میں لکھتا ہے کہ میں نے اس مقبرہ کی بھی مرمت کی اور صندل کا چھپر ٹھٹھا چڑھایا اور اس کے گنبد میں پتھر کی
سیرجی تراش کر لگائی مگر اب اون چیزوں کا پتہ نہیں سلطان شمس الدین التمش خواجہ قطب الدین
بختیار کاکی علیہ الرحمہ کے مرید اور خلیفہ تھے حضرت کے وصال کے بعد اپنے ماتھے سے غسل دیا۔ جب
نماز پڑھتے کا وقت آیا تو حضرت کے خلیفہ ابو سعید تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت کی یہ وصیت ہے کہ
میرے خزانہ کا امام وہ شخص ہو جسے کبھی ازار بند کو حرام کے طے نہ کھولا ہو اور سنت عصر اور کبیرہ اور
جماعت کی کبھی فوت نہ کی ہو۔ اس کلمہ کو سن کر ایک ساعت تک تلم لوگ خاموش رہے کوئی بظاہر ظاہر
نہیں ہوا سلطان شمس الدین التمش فرمایا کہ گئے بڑے اور فرمایا کہ میں چاہتا تھا کہ میرے حال پر کوئی مطلع
ہو مگر خواجہ علیہ الرحمہ نے افشا فرادیا۔ پھر بادشاہ نے نماز خزانہ پڑھائی۔ یہ بادشاہ کبھی بے وضو
نہیں رہتا تھا دستکاری کر کے خود دلوش کرنا شریعت کا غایت مروجہ پابند تھا اس سے آگے بہت بڑا منہ

جھوک مایا

کا ہو۔ بھاگوت میں لکھا ہے کہ جب کس راکھ جس نے بہت ظلم کیا تو برہما نے کرشن اوتار ہونے کی
خبر دی اخیر دھار جگ من جبکہ ہندی حساب سے چار ہزار نو سو تیرہ ہزار برس ہوئے بلدیو کے ماں دیو کی
رائی کے پیٹ سے کرشن اوتار نے جنم لیا کس کے ڈر کے لئے کرشن کو کل میں تند جاعون جو وہ حاکم
پاس ڈال آئی اور جو وہ حاکم کی بیٹی کو تنہا میں اٹھالائی کس نے اس بیٹی کو اٹھا کر زمین پر دی مارا
چاٹا کہ وہ بچلی ہو کر اڑ گئی اور یہ اس کا استہان ہے۔ مگر یہ مندر سنہ ۱۸۵۲ء بمبئی مطابقت
میں راجہ بیٹھ محل نے جو اکبر شاہ ثانی کے نوکر تھے بنوایا ہے۔ چوٹے پتھر اینٹ سے بنا ہوا ہے زمین سے
چوٹی تک اکتالیس فٹ اونچا ہے اور کلس برائینہ لگا ہے۔ اس مندر میں کوئی مورت نہیں ہے بن گھر اخیر
ہے اور اس کے گرد سنگ مرمر کا ٹھکانہ بنا ہوا ہے اسی پتھر کو پوجتے ہیں۔ ہر سہ ماہی میلہ ہوتا ہے
بنیے اس مندر کو بہت مانتے ہیں کیونکہ بڑے حواس میں یہاں جو نہیں چڑھتا اس مندر کی چار دیواری
بھی ہے جو اکبر شاہ کے زمانہ میں بنی ہے مافوق الفطرت کے جیسے یہاں لوگوں کی سیر و تفریح پر لکھا بھی ہے پتھر سے

محل بھلیاں یعنی مقبرہ اوجم خان

واقع ہے پر اکبر شاہ نے اس سے شمس الدین محمد خان آگرہ کو مار دیا تھا۔ اسکی فہم میں اس کا
لئے اوجم خان کو قلعہ سے مدد فرما کر کہ مراد والا جی ماہم نگہ بھی جو اکبر بادشاہ کی اماں اوجم خاں کی

اور ایسا ہی ہوا۔ کہتے ہیں کہ رائے پتھور کی بیٹی نے آپ کے مات پر توڑ کی اور کمان ہوئی چنانچہ آپ کے خزانے آپس
ایک دوسرے کی قبر سے وہ اسی کی قبر بناتے ہیں جب تک آپ زندہ رہے ہزاروں ہندوؤں نے آپ کے فیض سے
اسلام قبول کیا۔ دربروز شوکت اسلام زیادہ جوئے لگی اللہ تعالیٰ فرمادے۔ اخیر کو آپ نے انتقال فرمایا
اور اسی مقام پر جہاں آپ آن کر بیٹھے تھے آپ کو دفن کیا۔ اسی قلعہ کے متصل

شیخ شہاب الدین حق گو

کا۔ اسے۔ آپ شیخ غلام الدین زاہری کے صاحبزادہ ہیں آپ کا لقب حق گو اسوجہ سے ہے کہ سلطان
محمد تغلق نے آپ کے حکم کیا کہ مجھ کو محمد عادل کہو بیٹے اقرار کر لیا مگر شیخ نے منہ پر انکار کیا اور فرمایا کہ ظالموں
کو عادل نہ کہیں گے سلطان نے آپ کو قلعہ سے نیچے گرا دیا آپ شہید ہو گئے اور یہاں قبر بنی اور
حق گو مشہور ہو گئے۔ اس طرف سات بادشاہوں کی قبریں ہیں نہ معلوم کون کون سے بادشاہ ہیں
عاشق اللہ کا مزار

ہے عوام لوگ عاشقان اللہ کہتے ہیں یہ بھی سبوت ہیں کہ آپ کے بوعلی شاہ قلندرانی پتی علیہ الرحمۃ سے
فیض لیا ہے۔ ہر طرف ایک بہت بڑا پہاڑ کا تہر ہے اسکو لوگ ہلاتے ہیں اور وہ بھجاتا ہے اسلئے اسکو
جھپٹکی کہتے ہیں۔ اس قلعہ سے آگے تقریباً دو کوس کے فاصلہ پر

سلطان غازی علیہ الرحمۃ کا مزار

سہا علی انکام سلطان ناصر الدین محمد ہے سلطان شمس الدین التمش کے بڑے بیٹے تھے۔ اپنے
باپ کے سامنے شہداء میں انتقال فرمایا اور یہاں دفن ہوئے شہداء سبھی مطابق اس
میں سلطان شمس الدین التمش نے یہ مقبرہ بنوایا۔ اسکے اندر چاروں طرف مکان ہیں اور جانب غروب
نئے سنگ مرمر کی ایک جھوٹی سی مسجد اور منبر میں لکھا غاربہ کہ بندہ سیر جیہاں اور ترکراویں میں
جاتے ہیں اور اوس میں یہ قبر ہے اور اس غار میں ستون کھڑے کر کے چھت پٹ وی چھ اور چھت پر
شمن چوہترہ چارٹ ساٹھے سات انچہ کا اونچا بنا ہے دروازہ بھی اس مقبرہ کا سنگ مرمر کا ہے۔
اور اوپر آیات قرآنی بخط نسخ و کوفی اور کتبہ کھذا ہوا ہے اور چار دیواری سنگ مرمر کی بہت مضبوط
بنائی ہے چاروں کونوں پر چار منبر ہیں اور دروازہ بہت گڑھی دیکر بنایا ہے۔ بائیس سیر جیہاں
چڑھ کر جاتے ہیں۔

پھر واپس قبور کے اندر تشریف لیجئے اسکو مہرولی کہتے ہیں یہ قبہ بھی پرانی ولی کا یادگار ہے جس کا
وقت میں بھی جگہ عروج تھا سلطان قطب الدین کا ڈاکا ہیں بجا۔ رسول ہی قلعہ دار السلطنت ہوا۔ ہیں

مختی اس صدر سے مرگئی دونو لاشیں اکبر آباد سے یہاں لا کر ۹۹۹ ہجری مطابق سنہ ۱۵۹۱ عیسوی میں
کیں اور اکبر بادشاہ کے حکم سے یہ مقبرہ جو بنے پھر سے بنایا گیا۔ اہل ایک دیوار میں ریزہ بنا ہوا اور سرچ کی دیوار
اس طرح پر بنائی ہو کر اسکے گرد پھر کئے میں اور ایک مقام پر ایسا دھواں گار کھا ہوا کہ آدمی یہ خیال کرتا ہو کہ اس سے
کو میں جاتا ہوں اسی سہتہ سرچے اور تروں کا حالانکہ بر خلاف اپنے قیاس کے اوپر چڑھ جاتا ہے اور پھر جب
نیچے اتر نیکارا وہ کرتا ہو تو سبب اسکے کہ نیچے اترنے کا راستہ ایک کونے میں نظر سے پوشیدہ ہے اسی
راستے پر آن پڑتا ہے اور پھر اوپر چڑھ جاتا ہے اسی سبب بھول بھلیاں اس کا نام مشہور ہو گیا یہی اس مقبرہ کے عجیب

قلعہ اسے پتھورا

واقع ہے اگرچہ اس زمانہ میں یہ قلعہ بالکل سہدم ہو گیا ہو لیکن کہیں کہیں ٹوٹی بھوٹی فصیل باقی رہ گئی ہے
اہل ٹوٹی بھوٹی دیواروں کو دیکھ کر اسکی عظمت و شان خیال میں آتی ہے کہ یہ قلعہ کتنا بڑا اور کتنا مضبوط تھا
اس قلعہ کے آثار دور دو تین تین کوس تک معلوم ہوتی ہیں اور تمام پتھورے محل اور ثبت خانہ جہاں اب قلعہ
کی لاش ہے سب اسکے اندر مختی یہ قلعہ ایک جھوٹی سی پیادہ پر سہتہ مہ مطابق سنہ ۱۵۹۱ عیسوی میں بنا تھا۔

اسکی فصیل کا آٹھ بہت چڑا تھا اسکے گرد پیادوں میں خندق بنائی تھی اور اس خندق میں تمام جنگوں کا پانی
گھیر کر ڈالا تھا کبارہ مینے اس میں پانی بٹھا تھا دیوار غربی اس قلعہ کی کچھ بچو باقی ہے اور اسی طرف کی خندق
بھی باقی ہے۔ خندق کی زمین سے فصیل کی چوٹی تک پیٹھ فٹ بلندی ہے۔ یہ قلعہ ایک مدت تک انخلا
مسلمان بادشاہوں کا بھی رہا ہے چنانچہ سلطان قطب الدین ایک اور سلطان شمس الدین التمش بھی اسی قلعہ
میں رہتے تھے اس قلعہ کی جانب غرب ایک بہت بڑا دروازہ تھا جسکو

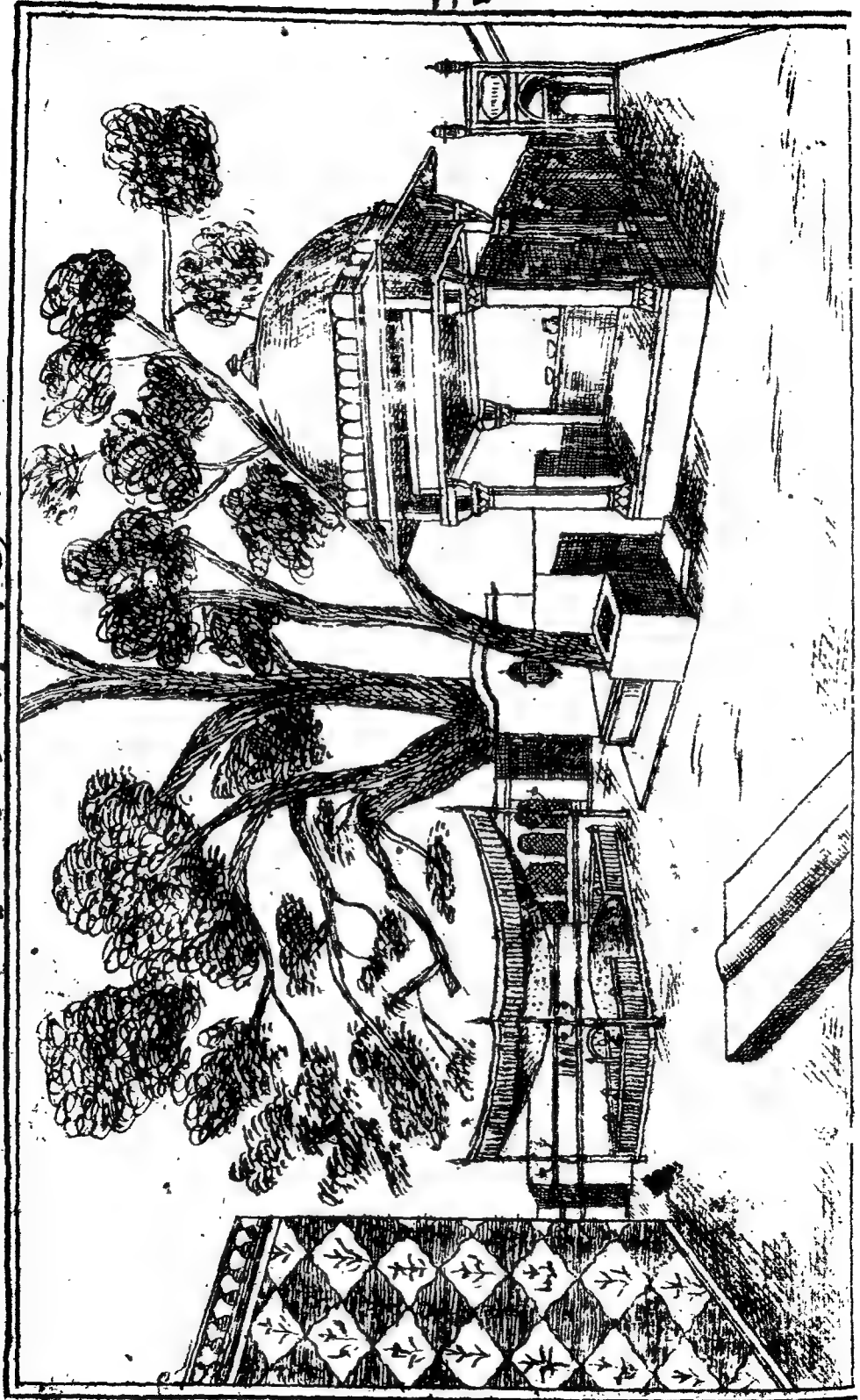
غزنی دروازہ

کہتے تھے۔ معلوم نہیں راجہ پتھورے کے وقت میں اسکا کیا نام تھا مگر مسلمانوں کے وقت میں اسکو غزنی دروازہ
تاریخ فیروز شاہی میں اہل یہ درجہ لکھی ہے کہ غزنی کی فوج اسی دروازہ سے اس قلعہ میں داخل ہوئی تھی جب سے
اسکو غزنی دروازہ کہنے لگے۔ ترک نیمہوی میں لکھا ہے کہ اس قلعہ کے غزنی دروازہ کے علاوہ نو دروازے
اور تھے۔ اس قلعہ کی خندق میں نیم کے درخت کے پٹے

حاجی روز بہ مزار

بے کال لاشہ گزے جس اس کو بننے والے تھے۔ اسے پتھورے کے وقت میں یہاں لئے اور اس خندق میں
جہاں آج کل راز سچے آن بیٹھے۔ اسے پتھورے کے وقت میں جو نیم تھے انہوں نے انکے آگے کو خال بنوایا
کر کے اسے پتھورے سے کہا کہ اس شخص کے آگے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غریب مسلمانوں کی عمارتیں ہونا چاہیے

نقشه درگاه حضرت خواجه قطب الدین بن محمد کاکلی روضه اعلیّه



حضرت خواجہ قطب الدین مختیار کا کی اوشی رحمہ اللہ علیہ

کا مزار ہے بھگان اندکبا بابرک مقام ہو۔ حاضر ہوتے ہی انوار و برکات نمایاں ہوتے ہیں۔ نسبت اس قدر
 دربر دست اور متعقد ہی کہ مجھنے ہی لطف آئے نگاہوں بلاتامل یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا شیخ کی خدمت میں
 حاضر ہیں آپ حضرت خواجہ معین الدین چشتی سبزی رحمہ اللہ علیہ کے بہت بڑے خلیفہ ہیں مدون صغیر ہی
 ہیں۔ آپ اکابر اولیاء اللہ سے ہوتے ہیں۔ آپ کے کرامات خوارق بے شمار ہیں۔ آپ کے مناقب میں اتنا
 ہی کافی ہے کہ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر جیسے کامل ولی آپ کے خلیفہ ہیں۔ ایک روز آپ کی خانقاہ میں
 مجلس سماع تھی جب قوال صلاح الدین و نصیر الدین نے یہ شعر پڑھا شعر گشتگان خیر تسلیم را ہزار
 روز غیب جانے دیگر بہت ہ آپ کو حالت طاری ہوئی کہ اُس جد میں دس دس آتھ اوپر اوجھل جاتے اور
 پھر زمین پر آتے مگر نماز کے وقت حالت محو ہوجاتی اور نماز باجماعت ادا فرماتے اور پھر وہی کیفیت ہوجاتی
 تین رات دن یہی کیفیت ہی بعد تیسرے دن کے ہر نو گھنٹے سے صد اسم اللہ کی شروع ہوئی اور ہر روز
 سے فوارہ خون کا جاری ہوا اور جو قطرہ زمین پر گرنا نقش اللہ نقش ہوتا ایک رات تک یہی کیفیت رہی
 پھر دو گھنٹوں سے صد اسم اللہ کی شروع ہوئی اور ہر قطرہ خون سے نقش سبحان اللہ الحمد للہ تحریر ہوجالی
 جب یہ مصرع پڑا جانا۔ گشتگان خیر تسلیم را ہ تو آپ پر سکتہ کا عالم ہوجاتا۔ جب یہ مصرع پڑھا جانا
 ہزار ہا روز غیب جانے دیگر بہت ہ تو اسوقت آپ زعمہ ہو جانے۔ پانچ رات دن تک اسی حالت کبر میں
 رہے آخر پانچویں روز شب و شبہ جو دھویں ریح الاول گشتہ بحری مطابق ۱۳۳۵ھ کو آپ کا وصال ہوا
 سلطان حسن الدین التمش نے آپ کو غسل دیا اور نماز جنازہ پڑھائی ایک پایہ جازہ کا سلطان نے پکڑا
 اور باقی تین پایوں کو دوسرے اولیاء اللہ پکڑ کر دفن مقدس میں لیگے اور دفن فرمایا آپ کا مزار بالکل
 گچا ہے گنبد وغیرہ کچھ نہیں ہے سبحان اللہ کیا خاکساری ہے۔ پہلے اس مقام پر کچھ عمارت تھی۔ پچھ
 ۱۳۴۵ھ بحری مطابق ۱۳۵۵ھ عیسوی کے شہر شاہ کے وقت میں خلیفہ اسد خان نے آپ چار دیواری بنوائی
 جبکہ اب نہ نہیں ۱۳۵۵ھ عیسوی میں اسلام شاہ کے وقت میں یوسف خان نے بھی
 ایک دروازہ اس درگاہ میں بنایا کہ او کی تاریخ بنا۔ درگاہ خواجہ قطاب ہے بڑا سکے ۱۳۵۵ھ بحری بن
 ۱۳۵۵ھ ع کی شاکر خان نے شاہ عالم ہادر کے وقت میں ایک دروازہ جانب غرب بنایا کہ اب تک موجود ہے
 ۱۳۵۵ھ بحری مطابق ۱۳۵۵ھ ع فرخ میر نے آپ کے مزار کے گرد سنگ مرمر کی بہت نفیس جالیان بنوائیں اور
 سنگ مرمر کے چھانے بہت لطیف بنوائے اور اون دروازوں پر کتے کندہ ہیں آپ کے برابر کے چھانے
 آرام کرتے ہیں آپ کے مزار نے شیخ عبدالعزیز بطامی کا مزار ہے آپ کی بائیں حضرت شیخ عبد الدین غفری رحمہ اللہ

باولی حضرت قطب الاقطاب حمہ المند علیہ

سہاس ابدی کو ندیم الدولہ خلیفہ الملک حافظ محمد داؤد خاں بہادر مستقیم جنگ نے چودہ ہزار روپے علاوہ قیمت پتھر کے سترہ ہجری مطابق سترہ عیسوی میں بتانی شروع کی اور سترہ ہجری مطابق سترہ عیسوی کے یہ باولی بنک تیار ہوئی جوئے اور سنگ خار سے بہت خوبصورت باولی بنی ہے مگر عرصہ سے اہل ہوتیں بند ہو گئی ہیں بالکل خشک پڑی رہتی ہے ہنس کسی صاحب کو اس طرف توجہ نہیں ہوتی کہ اس چشمہ کو درست کرادے۔

درگاہ سے صرف ایک دیوار پہنچ

موتی مسجد

یہ جامع فرش کے سنگ مرمر کی بنی ہے اور اس میں سنگ موسیٰ کی دھاریاں دی ہیں مسجد کے مندر اور گنبد میں شاہ عالم بہادر شاہ نے سترہ ہجری مطابق سترہ عیسوی میں بنوائی ہے۔ پھر شاہ عالم کو وقت اس مسجد کا بیج کا گنبد جو چال سے گر پڑا تھا گواہی دفت مرمت ہو گئی تھی اسکے سناروں پر دو برجیاں تھیں سترہ ہجری مطابق سترہ عیسوی میں ابو ظفر محمد سراج الدین بہادر شاہ نے پورانی ہو جانے کی وجہ سے اور وادیں اس مسجد کے پاس بلکہ مسجد ہی میں کوہر بستہ

محجہ شاہ عالم بہادر شاہ

کا ہے۔ یہ محجہ سترہ ہجری مطابق سترہ عیسوی میں شاہ عالم بہادر شاہ کی بیٹے نے سنگ مرمر سے بنوایا تھا چنانچہ یہ بادشاہ اس میں دفن ہیں۔ بعد اسکے جبکہ سلطان عالی گوہر شاہ عالم بادشاہ کا سترہ ہجری مطابق سترہ عیسوی کے انتقال ہوا تو وہ بھی اس محجہ میں رکھے گئے بعد اسکے جبکہ محمد اکبر بادشاہ ثانی کا سترہ ہجری مطابق سترہ عیسوی میں انتقال ہوا تو وہ بھی اسی محجہ میں دفن ہوئے۔ ایک سردار جو بادشاہ بادشاہ نے اپنے واسطے تجویز کیا عمارت خالی ہے۔

اب درگاہ شریف سے نکل کر پرانے چند مقامات کی اور سیر فرمائیے۔ اول

مولانا جامالی کی درگاہ

یہ آپ مولانا سید الدین علیہ الرحمۃ کے مرید ہیں اور مولانا جامالی علیہ الرحمۃ اور مولانا جلال الدین محمد دوانی سے ملے ہیں۔ شاعری میں کمال کہتے تھے۔ فتویٰ غریبیں۔ قصیدہ سب کچھ کہتے تھے مگر آپ کے قصائد بہت زبردست ہوتے تھے اول جلالی مخلص کرتے تھے پھر مرشد کے اشارہ سے جمالی مخلص کرنے لگے سلطان سکندر اور بابر اور ہمایوں کے زمانہ کے اولیائے کاملین میں سے تھے۔ اصلی نام چا

آپ کے خلیفہ آرام کرتے ہیں اس جگہ لکھتے ہیں:

حضرت قاضی حمید الدین ناگوری علیہ

کا نزار ہے۔ ایک نام محمد امجد الدہلوی کا نام عطا ہے۔ بزرگ آپ کے بھلا کے رہنے والے تھے آپ بہت بڑے عالم تھے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ میں آپ کو سماع کا بہت شوق تھا آپ کی تصانیف بہت ہیں۔ حضرت شیخ فرید الدین گنجی رحمہ اللہ علیہ سے بڑی دوستی تھی وصال آپ کا ۷۸۵ھ میں بعضے کہتے ہیں ۷۸۷ھ ہجری میں ہے۔ غرض کہ یہ مقام بھی بنایتِ ابرکت اور برتاؤ ہے۔ حضرت خواجہ قطب الاقطاب کے متصل باہر کجانب درگاہ میں جاتے ہوئے دائیں بازو آتے ہوئے بائیں ہاتھ

حضرت مولانا فخر الدین علیہ الرحمۃ

کا نزار ہے۔ آپ حضرت مولانا نظام الدین اورنگ آبادی رحمہ اللہ علیہ کے صاحبزادہ اور خلیفہ میں آپ کا سلسلہ نسب شیخ شہاب الدین سہروردی ج تک پہنچتا ہے آپ کی والدہ ماجدہ حضرت سیدہ محمد گیسو دہلوی کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ اورنگ آباد میں پیدا ہوئے اور پھر دہلی میں رہنے لگے تحصیل علوم کے بعد یادگیری میں قدم پڑھایا۔ سرگودہ کالین ہوئے۔ قید عالم خارجہ نو زخم پہاڑی۔ مولانا ضیاء الدین جیسو پوری مولانا غلام فرید۔ شاہ محمد عظیم۔ شاہ یلمان توشکی رحمہ اللہ علیہ جیسے لوگ آپ کے خلیفہ ہوئے تیس سال کی عمر میں ۷۹۹ھ ہجری میں وصال ہوا۔ خورشید دو بھائی سے سال وفات نکلتا کہ آپ کے نزار پر یہ اشعار کندہ ہیں۔ اشعار رگزدشت خورین چون جان مرے فانی و براستانہ جاو اد آن خطبہ ودانی و سال وصال آن مائتہ و عیب چون مجسم و تاریخ گفت ااتف خورشید جاو ادانی و من کلام سید الشہداء الفخر الدین مقبول الہی۔ اس احاطہ میں اور خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کی درگاہ کے احاطہ میں بہت سے اولیائے کالین اور رؤسائے عظام اور عقیدہ مندوں کی قبریں ہیں جو خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کے خادموں سے واقفیت ہو سکتی ہے۔

مولانا فخر الدین علیہ الرحمۃ کے نزار کے متصل

مسجد درگاہ

ہے۔ اس مسجد کے مین درجے ہیں۔ پہلا درجہ دو محراب کا چار منٹ ٹہنی کا ہے۔ بعد نہ کہ خود حضرت قطب الاقطاب نے مہر اپنے پاروں کے بنایا ہے ۷۸۵ھ ہجری مطابق ۱۳۸۴ء کے سلیم شاہ کو قوت میں اس کے درجے کے آگے ایک آؤ درجہ تھا پھر فرخ میر نے اس کے آگے ایک اور میراد درجہ بنایا ۷۹۹ھ مطابق ۱۳۹۷ء میں بنایا اور اس کی پیشانی پر تاریخ لکائی جکا مادہ تاریخ بیت بنی شہاب ہی اس کے

آنگہ از مبادی شعور بطاعت حق و طلب علم بقتہ نزدیک باوان بلوغت اکثر علوم و نیہ تحصیل کرد و
 در سن بست و دو سالگی از ہمدان فارغ شدہ و کلام مجید از برگزینہ بر سر شد و ہم در غفوان جوانی
 جاذبہ الہی در رسید یکبار دل از یار و یار بر کند متوجہ حرمین محترمین گشت مدت دید بان مقامات اقا
 و زیدہ با قطاب زمان و اولیائے کبار صحبت ہاد ہشتہ بود۔ بود و ارجہند و نصحت ارشاد و طابان
 اختصاص یافت و علاوہ آن تکمیل فن حدیث نمودہ بر کات فراوان بموطن مالوف مراجعت فرمود
 و مدت پنجاہ و دو سال بحجیت ظاہر و باطن مکن یافت تکمیل فرزند ان و طابان بجا آورده بیشتر
 علوم سیمای علم شریف حدیث پرداختہ نہی کہ در دیار عجم احصاے از علماء متقدمین و متاخرین دست
 نداده است ممتاز و مستثنیٰ گردید و در فنون علمیہ خاصہ فن حدیث کتب معتبرہ تصنیف کرد
 چنانکہ علماء زمان اختیار بدان و زیدہ دستور العمل خود دارند۔ و اہل درس در خواص و خواص بیان
 خریداری مینامند تصانیف این فیاض والا از صغیر و کبیر بقصد جلد و تحجب شمار آیات با قصد تہ
 رسیدہ است در محرم ششہ این نویاتم پر تو ظهور بہ عالم محضری دادہ۔ و در ششہ تمام آگہی و
 کثادہ پیشانی بہ عالم قدس خرامید تاریخ ولادت شیخ اولیا۔ و تاریخ وفات۔ فخر العالم۔ است
 حق تعالیٰ ہوا

حوض شمسی یا قطب صاحب کا تالاب

ہے۔ تاریخ فرستہ میں لکھا ہے کہ سلطان شمس الدین ایش نے قریب ششہ ہجری مطابق ششہ ۷۱۵
 کے یہ حوض بنایا تھا۔ ششہ جاتا ہے اور بعض تاریخ کی کتابوں میں دیکھا گیا ہے کہ یہ حوض سنگ مرخ کا بنا ہوا
 تھا مگر آب و دیواروں اور حوضوں کا پتہ تک نہیں۔ دو سو چہتر بیگہ پختہ میں یہ حوض بنا تھا۔ خیال کرنا چاہیے
 کہ کتنا بڑا ہوگا۔ تاریخ ملاتی میں لکھا ہے کہ ششہ ۷۱۵ ہجری مطابق ششہ ۷۱۵ ہجری کے سلطان علاؤ الدین
 نے جبکہ مٹی سے یہ اٹ گیا تھا صاف کر ایا اور اسکے بیچوں بیچ میں ایک لداؤ کا چوترہ بننے سے خالی
 بنا کر اوپر برجی نہایت خوبصورت بنائی جو اب تک موجود ہے۔ تاریخ فیروز شاہی میں لکھا ہے کہ سلطان
 فیروز شاہ نے اپنے زمانہ حکومت میں اس حوض کی مرمت کرائی اور پانی آنے کے لئے صفا کئے
 اب حال میں تقریباً چہ سال ہوئے ڈیڑھ گھنٹہ ڈبوس صاحب نے اس حوض کو کسی قدر مرمت کرایا
 کچھ پانی جمع ہونے لگا تھا مگر اب یہ تالاب پھر بہت اٹ گیا ہے کیا خوب ہو کہ اس حوض کی بھی شاہی عمارتوں
 کے ذیل میں گورنمنٹ مرمت کراوے اور پانی کے رستے صاف کراوے تاکہ کچھ بھی ایک معمول
 سیرگاہ ہو جائے اور اسکی وجہ سے پھر کتنے میں بھی وہی پھلا جیسا لطف آئے لگے۔ اس تالاب
 کے کنارے پر مشرق کی طرف ایک چوترہ ہے اسکو

شیخ فضل اللہ مدد جلال خان تھا۔ اخبار الاخبار میں لکھا ہے کہ اپنے جتنے ہی ۹۳۵ ہجری مطابق
۱۵۲۸ء عیسوی کے یہ کوٹھری بنائی اور زلوٹوں کی طرح آسین رہنے لگے جب ۹۴۲ ہجری مطابق ۱۵۳۵ء
کے انتقال ہوا تو اسی کوٹھری میں دفن ہوئے یہ حجرہ بہت خوبصورت چُونے کا بنا ہوا ہے اور تھوڑی تھوڑی
چینی کاری کی ہوئی ہے حجرے کے اندر چُونے کی نسبت کاری میں دو غزلیں انہی کی کبی ہوئی کھدی ہوئی
ہیں۔ اس درگاہ کے پاس

مسجد درگاہ مولانا جامیؒ

ہے۔ بہت بڑی شاندار چُونے اور پتھر سے بنی ہوئی ہے مولانا جامی علیہ الرحمۃ نے اپنے مائے ۹۳۵ ہجری
مطابق ۱۵۲۸ء عیسوی کے بنائی تھی۔ پہلے آبادی قطب صاحب کی اسی جگہ تھی چنانچہ اب بھی اس جگہ
پرانی بستی کے کھنڈ پڑے ہوئے ہیں اور بلکہ جب راجہ پتھورائے یہاں قلعہ بنایا تھا اُس زمانہ میں بھی
آبادی اسی مقام پر تھی اسکے قریب ہے

مقبرہ سلطان عیاش الدین ملین

ہے جبکہ اس بادشاہ نے ۱۵۲۸ ہجری مطابق ۱۵۲۸ء عیسوی کے انتقال کیا تو یہاں دفن کیا گیا۔ مقبرہ
بالکل ٹوٹ گیا ہے اور پتھر سارے اکھڑ گئے ہیں۔ چُونے کا ڈھیر معلوم ہوتا ہے۔ اسی مقبرہ کی شکل
میں ایک اور قبر خان شہید کے بیٹے کی ہے جو ۱۵۲۸ ہجری مطابق ۱۵۲۸ء عیسوی کے لاہور کی طرف
مارا گیا اور یہاں دفن کیا گیا۔

اب درگاہ شریف سے آگے اسی بچنے والے کوٹھری دود آگے دائیں طرف حوض شمس کے کنارے

مقبرہ حضرت مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ

کا ہے۔ آپ بہت بڑے محدث مغیرہ اکثر اور چھانگیر کے عہد میں گذرے ہیں ہندوستان میں حدیث شریف
اول آپ لائے آپ ہی کی وجہ سے کلام رسول کو ہندوستان میں شہرت ہوئی آپ کے والد ماجد کا نام
شیخ سیف الدین ہے۔ بخارا کے رہنے والے تھے۔ پھر ہندوستان میں آکر وہاں میں مقیم ہوئے۔ اور یہیں
۱۰۰۰ چارے چنانچہ اب تک آپ کی اولاد باقی ہے ۱۵۲۸ ہجری مطابق ۱۵۲۸ء عیسوی میں آپ کا انتقال
ہوا۔ اسکے بعد یہ مقبرہ بنا۔ اندر قبر کے سرانے ایک دیوار پر چُونے کے حوض سے آپ کا سلا حال لکھا
ہے۔ چنانچہ ذیل میں اسکو بعینہ نقل کر دیتے ہیں۔ یہ مقبرہ نہ چُونے پتھر کا بلکہ تالاب کے کنارے
واقع ہونے سے البتہ ایک پہر کی جگہ معقول ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم محلہ ازاہال کرامت متعلیٰ وقت صاحب المذاخر ابو الحمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

مشرق کی طرف محمد شاہ بادشاہ نے ایک بھلنا تمھارا ٹھکانہ فٹ تین انچ لیا اور سات فٹ سات انچ
چوڑا بنایا تھا اور سپر لوگ جڑھتے تھے اور پھر ٹھکانہ چھلکتے تھے جواب بالکل ٹوٹ چھوٹ گیا کچھ کچھ بچ
باقی ہیں۔ ساتوں بھادوں کے مہینے میں ہر سال بڑی دھوم دھام سے میلہ ہوتا ہے اور ٹھکانہ روز
لوگ حج دہتے ہیں بدھ سے جمعہ تک تین روز تک بہت ہجوم رہتا ہے اور عین میلہ کا دن جمعرات
ہوتا ہے لاکھ ڈیڑھ لاکھ آدمی سے کم اس میلہ میں نہیں ہوتے اور شوقین ہزاروں روپے اس میلہ
میں خرچ کر دیتے ہیں پھول والے اور دیگر اہل حرفہ شمالی دالان میں نکلیا بناتے ہیں اور حضرت
خواجہ قطب الدین قدس اللہ سرہ کی دگاہ میں لیجا کر چھلتے ہیں اسی سبب اس میلے کو پھول
والوں کی سیر کہتے ہیں میلے کے دنوں میں اس مقام پر طرح طرح کے تماشے ہوتے ہیں۔ آجوں کے
دعوتوں میں جو امرتیاں کہلاتی ہیں رستہ ڈاکر چھوٹتے ہیں اور بڑی بڑی بینکیں لیتے ہیں سرکار
کی طرف سے اس میلے کی واسطے پھول والوں وغیرہ کو دو سو روپے ملتے ہیں مگر تعجب یہ ہے کہ
اس میلے کی بابت عدالتوں میں تعطیل نہیں ہوتی۔

بس اب ہم اس کتاب کو ہمیں ختم کرتے ہیں۔ اور مختصر طور پر

در بارہ دہلی

کا حال کہتے ہیں۔ جبکہ واکٹ ۱۹۰۳ء کو حضور قیصر ہند کے تاج پوشی کی رسم ولایت میں آدا
ہو چکی اور جو رئیس اس تاج پوشی کے جلسہ میں شریک نہ ہو سکے ان کی خلوص اور وفاداری کے اظہار
کیلئے یکم جنوری ۱۹۰۳ء روز پنجشنبہ ۱۲ بجے دن کے بغرض اعلان تاج پوشی حضور قیصر ہند جناب
والیلے گورنر جنرل شہر ہند نے خاص دہلی میں دربار منعقد فرمایا اور دربار اسی مقام پر کیا کہ
جہاں ۱۸۵۷ء کو دربار شاہی ہوا تھا یعنی زیر باؤٹہ و پہاڑی میدان چھاؤنی میں ایک بیت وسیع
چوتھرہ جس میں سولہ ہزار آدمی جھتی طرح بیٹھ جائیں دہلی اور آگرہ کی نقل پر بنایا تھا اور سپر روٹنی
ستھری در و پہلی کام بنوایا گیا تھا۔ ۱۸۵۷ء میں جو درباری چوتھرہ بنا تھا اس سے یہاں اہل کل
صورت و وسعت و کطرز میں مختلف تھا۔ چھاؤنی کے چوتھرہ اور باؤٹہ کے نیچے تقریباً چار سو
مرج میل میں کیپ ڈیرہ شمشیر بنگ کے اپنی اپنی وضع کے علاوہ علیحدہ استادہ تھا اور دہلی
میں ہزاروں ٹائٹس ٹیوٹن کیناٹ و ڈچس صاحبہ جو اس غرض سے ولایت سے تشریف لائے تھے اور
حضور گورنر جنرل صاحبان مدرٹس عبیدی اور جناب کمانڈر انچیف افواج ہند اور حضور اقدس گورنر صاحبان
حضور ننگال صاحبہ آگرہ وادوہ و پنجاب صوبہ براس نے افسران ہمایوی و چیف کشر صاحبان

اولیا مسجد

کہتے ہیں۔ سنا جاتا ہے کہ اس مجاہد خواجہ قطب الدین علیہ الرحمۃ اور بزرگوں نے چلے کھینچے ہیں اور اپنے ہاتھ سے
 ڈگریاں ڈال کر مسجد بنائی تھی اسی وجہ سے اولیا مسجد مشہور ہے۔ اس کئی مسجد کو لوگوں نے کئی بنائے اور چوڑی
 کا فرش کرا دیا ہے۔ اس میں ایک بڑا کابست بڑا درخت ہے جس سے تمام مسجد برسیا رہتا ہے مغرب کی طرف
 شمس تالاب کا پانی مجب عالم دکھاتا ہے۔ نئے اختیار مل کو ٹھاتا ہے۔ ٹیکھے ٹیکھے اور ٹھنے کو دل نہیں جاتا
 اب حال میں مسجد کے جنوب میں شرق رو بادلان شمس محمد کرم اللہ خاں صاحب نے بنوادیا ہے جس سے
 لوگوں کو بہت آرام ملتا ہے۔ اس عوض کے کندے بہت سے مکانات اور باغات اور مزارات تھے بعض کا
 پتہ نہیں اور بعض کی قدر اپنے آثار دکھا رہے ہیں جیسے۔ - فوجی شہزادہ کا باغ۔ - زین الدین غازی کا مزار
 شیخ وجیہ الدین خلیفہ سلطان المملوک کا مزار۔ - شیخ و محمد دہلوی کا مزار۔ - شیخ احمد دہلوی کا مزار۔ - مولانا
 شعیب کا مزار۔ - سید نور الدین مبارک غزنوی کا مزار۔ - مولانا ساد الدین پیر مولانا جہانی کا مزار۔ - جانتی
 چوڑی تعمیر محمد شاہ جو ہوقت ٹوٹ گیا ہے۔ - اندھیرا باغ۔ - پہل والی کنوئیں۔ - سوہن برس۔ - دیوانی
 چوڑی۔ - چل تن چل من۔ - جہاز عجیب قسم کی عمارت ہے جسکو لاٹ محل کہتے ہیں۔

عوض شمس کے مقابلہ میں شرق کی طرف قطب صاحب کا

جھڑ

ہے۔ - ملاحظہ فرمائیے جو تمام جگہ مشہور ہے۔ پہلے کسی وقت میں عجیب برگاہ فوجی گراہمی گھر گزے وقت میں
 لطف کا مقام ہے۔ اس مقام پر مغرب کی طرف ایک دیوار ہے جو سلطان فیروز شاہ نے بطور بند کے بنائی
 تھی اور عوض شمس سے پانی نہر کر کے اس دیوار میں سے چادر چھوٹی تھی اور پانی نہر کھنڈے میں ہو کر خلق آباد
 اور عادل آباد کے پنجے بہ جاتا تھا۔ - سلاہ جری مطابق سلاہ پوری میں نواب غازی الدین خان فیروز
 جنگ لے لے اوس دیوکر گودالان اور عوض اور نہر بنائے اور دالان اور جھٹ میں خوارے بنوائے جو پانی کے زور
 میں چھوٹتے تھے اور عوض میں پانی بھر کر آگ کی ہیر میں ہو کر بہتا تھا بعد وہ گودالان کی جھٹ پر سے طرح طرح
 کی گودالی کو دے تھے اور کونے کے دف بڑا تاشا ہوتا تھا اب وہ چادر اور خوارے بند ہو گئے ہیں اب کبھی
 کبھی دیوار میں سے پانی بہنے لگتا ہے اور عوض میں صبح ہو جاتا ہے۔ - سکی ٹال میں محمد اکبر شاہ بادشاہ نے
 دہر دالان سنگین بہت خوشنما بنایا ہے جو اب بھی موجود ہے جسکو تقریباً نوے سال کا عرصہ ہوا اور جنوب
 شاہ جی کے بجائی لیجن کا نام سید محمد تھا شاہ عالم کے زمانہ میں دالان پچھوڑہ بنایا تھا جسکا اب نشان تک
 نہیں۔ - احمد شاہ میں بہادر شاہ بادشاہ نے سنگین بارہ درمی بنوائی جو اب بھی موجود ہے۔ - اس کے آگے

دہلی میں جمع ہو گئی تھی۔ ۲۹ دسمبر ۱۹۴۷ء کو شنبہ کو گیارہ بجے دن کے (ریلے ٹائم سے) حضور وائس رے
 گورنر جنرل دہلی کے اسٹیشن پر پہنچے۔ گاڑی میں سے اترنے کی وقت فوجی راجا بجا یا گیا اور اس وقت
 شاہی سلامی کی آیتیں آتیں تو رہیں تھیں کہ دہلی دروازہ پر سے چھوٹی گیس اور حضور وائس رے نے ان
 اسی سران کو گھورتے اور وایان ملک اور جلیل اللہ حاکم جو استقبال کے واسطے اسٹیشن پر حاضر تھے
 انکی مزاج پر سی فرما کر شاہزادہ ڈیوک آف کیناٹ و شاہزادی وچر صاحبہ کا استقبال کیا جو بالابا لابی
 سے اسٹیشن گاڑی میں کیتھڈ پہلے سے تشریف لائے ہوئے تھے اور بڑے بڑے وایان ملک عہدہ
 داران کو دونو صاحبوں کے سامنے پیش کیا۔ پھر وہ وایان ملک جو انھوں کے جلوس میں شریک تھے
 اسٹیشن پر سے باہر تشریف لاکر اپنے اپنے ماتھوں پر سوار ہوئے اور باقی عہدہ داران و وایان ملک جو انھوں
 کے جلوس میں شریک نہیں تھے وہ چاندنی چوک میں تشریف لیگئے اور اپنی نشست گاڑیوں پر قیام پذیر ہوئے
 جو خاص آنکھ واسطے ان کے عذبی حصہ میں سب مسنون کا انتظام جلوس دیکھنے کے واسطے کیا گیا تھا
 انگریزی فوج کا ایک گارڈ آف اونر مع میٹھ کے اس دروازہ میں کھڑا تھا جو اسٹیشن کے باہر ہی متع کیوں واسطے
 بنایا گیا تھا۔ حضور وائس رے و ڈیوک آف کیناٹ کے سواری کے ماتھی اسٹیشن کے باہر مشرقی جانب
 کھڑے تھے جب حضور وائس رے اور ڈیوک آف کیناٹ وچر صاحبہ نے اسٹیشن سے باہر قدم رکھا تو
 فوجی طریقہ سے سلام کیا گیا اور میٹھ بجا یا گیا۔ پھر حضور وائس رے ولیدی کرن صاحب ایک ماتھی پر
 اور ڈیوک آف کیناٹ اور حضور وچر صاحبہ دوسرے ماتھی پر سوار ہوئے۔ یہ دونوں ماتھی نہایت
 عالی شان قیمتی طلائی جھولوں سے آراستہ تھے۔ ان دونوں ماتھوں کے آگے وائس رے اور شاہزادہ
 صاحب کے ماتھی نشین مصاحب اور بعد کے ڈاکٹر اور وائس رے کا ڈاکٹر اور ان بعد ان دونوں
 صاحبوں کا خاص شہانہ اور سکریٹری فارن ڈپارٹمنٹ و برائٹ سکریٹری حضور وائس رے و سکریٹری
 حضور وائس رے و ایڈیکٹنگ حضور وائس رے۔ اور حضور ڈیوک آف کیناٹ کے ماتھوں کے بعد کیا و
 وایان ملک کے ماتھی دو دو ایک قطار میں کے بعد دیگرے تھے انھوں کے پیچھے ڈیوک آف ہسی وہاں
 وائس رے و گورنر و لٹننٹ گورنر و چیف کسٹرن صوبہ جات ہندوستان اور کمانڈر ان چیف
 مصاحبان و ممبران کونسل وائس رے و لٹننٹ جنرل بنگال و بلوچستان اور شمال مغربی سرحد ہندوستان کے
 رئیس بعض گاڑیوں پر بعض گھوڑوں پر سوار تھے۔ جلوس کے رستہ پر شروع سے آخر تک فوج دو طرف
 صف بندی سے آراستہ کھڑی کی گئی تھی یعنی ٹرک پر دروہ گوروں اور کالوں کا اسٹیشن سے
 لیکر چھاؤنی تک جاں حضور وائس رے کے رہنے کا مقام بتا تھا پیرا تھا کئی شخص ٹرک کو جو رہیں

صاحبان چدر آباد میسرور و کجنگ گورنر جنرل صاحبان راجپوتانہ و سنٹرل انڈیا بلوچستان صوبہ قندھار و سیٹ و پٹنہ
 اور تمام دایان ملک جنگو گورنمنٹ ہندو کوئل گورنمنٹوں نے مدعو کیا تھا اس پر ہر ایسوں کے ویزا فرائض کی
 (سی ویوٹرین) جنگو کہ حکام متذکرہ بالانے بلایا تھا ستر کیمپ ہوئے تھے۔ تمام انگریز صاحبان اپنا اپنے
 صوبوں کے گورنروں کے جہان تھے۔ اور انہیں ہنگوارڈوں یا صوبہ کے وسطی کیمپ میں قیام کی جگہ
 دی گئی تھی۔ رڈ سا کو مع پولیسکل افسروں کے علیحدہ علیحدہ کیمپ میں جگہ دی گئی تھی جو تفسیر ملکی کے
 ٹائڈ سے قائم کیے گئے تھے اور ہندوستانی سفیر شرفاؤ وقت اشخاص کو اکثر صوبہ وار کیمپوں میں بٹھرایا گیا
 تھا اور بعض بعض شہر و سول اسٹیشنوں میں بٹھراے تھے۔ اس دربار کے موقع پر تقریباً ایک لاکھ ہتھوڑا
 آدمی وہلی میں آئے اور شہرہ میں دربار قیصری کے وقت کل اسٹیم ہزار آدمی دہلی میں آئے تھے۔ ہزاروں
 نیچے جا بجا سے جمع کئے گئے تھے۔ کیمپوں کی زمین ہموار کی گئی تھی اور جالیں میل جدید سڑک بنائی گئی تھی
 ۲ فٹ پٹری کی لائٹ ریلوے سات میل تک جو کشمیر دروازہ سے سنٹرل کیمپ اور دربار کے چوتھے
 تک بنائی گئی تھی شروع ہونے کی تاریخ سے اقتنا تک ایک لاکھ دو ہزار اٹھاون ساواں میں بیٹھے۔
 اور آٹھ سو چار سینئر کٹ والے اسٹاکے علاوہ تھے۔ بڑی لین بھی بجاری سیلاب کیمپ میں
 پہنچانے کی غرض سے بھلا دی گئی تھی۔ ہر کیمپ وغیرہ میں بانی پہنچانے کے ذرائع بہت پیدا کر دیے
 تھے۔ بہتر عرض۔ پتیا لیشن کنوئیں جدید تعمیر کئے گئے تھے اور انٹرنیشنل کی جدید شاخیں زمین میں بچھائی
 گئی تھیں اور دو ہزار چار سو مجتہد آدمی محکمہ حفظان صحت میں اور کئی گئے تھے۔ دربار کے لئے سول خاص
 ڈاکخانہ اور پیشاں لٹررکس قائم کئے گئے تھے محکمہ دار میں بھی گیارہ تار گھر اور کھلے تھے بڑے بڑے کیمپوں
 میں بجلی فکھن لگائے گئے تھے۔ شہر کے بڑے بڑے بازاروں میں بجلی کی روشنی کی گئی تھی اور جا بجا کیمپوں
 میں آٹھ ہزار ہٹے برقی روشنی کے دکائے گئے تھے جسکی وجہ سے رات دن معلوم ہوتی تھی۔ انتظام یہ کیا گیا
 تھا کہ مہینہ بھر تک روشنی میں کسی کم کارج واقع نہ ہو۔ پودوں کے گلے اور چھوٹے چھوٹے جن ہر کیمپوں میں
 بنائے گئے تھے۔ رسد رسانی کا سامان کچھ تو بیج کے طور پر ہوا تھا اور کچھ سدر رسانی کے ذریعہ سے کیا گیا تھا
 دربار کے وقت اس انتظام قائم رکھنے کے لئے پنجاب کے قانونی کونسل نے ایک چھوٹا سا قانون موسوم بہ
 دہلی دربار پولیس ایکٹ شہرہ میں تیار کیا تھا۔ دایان ملک با اختیار ۱۰ کو بلاوے بھیجے گئے تھے جن میں سے
 ایک سو شریک دربار ہوئے اور چھوٹے چھوٹے رئیس حسب سبب بلائے نہیں گئے اور جو رئیس ہر بار یکے اندر رہے
 نہیں آئے انکی حاضری صاف فرادی گئی تھی کیونکہ اکثر نو سادہ سال کی وجہ سے بہت دربار ہو گئے
 اور سب کے بڑے بڑے دایان ریاست اور گورنمنٹ کے حیل القدر افسر اور تمام جہان اور شہنشاہ

بادشاہ نے فرمایا کہ اسے لائی جھنڈا المند کیا گیا پھر ساتھ خیر و خوبی کے اپنی اپنی قیامگا ہوں میں داخل ہوئے۔

۳۰ دسمبر ۱۹۰۷ء روز شنبہ کو حضور وائسرائے گورنر جنرل ہندوستانی چیزوں کی نمائش کا افتتاح فرمایا اور وہ چیزیں ایک عارضی نہایت خوبصورت مکان میں رکھی گئی تھیں جو قدسیہ باغ میں کشمیر بیگمانہ کے باہر بنایا گیا تھا۔ اس نمائش میں صرف ہندوستانی صنعت و حرفت کی چیزیں اور پیشہ کرتا جو اس پر بطور نمونہ کے فراہم کئے گئے تھے دکھائے گئے تھے اور سو اُن چیزوں کے جو عارضاً نمائش میں لائی گئی تھیں وہ تمام فروخت کی غرض سے رکھی گئی تھیں۔ افتتاح نمائش سے پہلے حضور وائسرائے گورنر جنرل ہند

فرمانی۔ ہمارے وزیروں سے بہت لوگ یقین کر سیکے کہ سوکھ و خوش کے تمام اشیاء جو ہم یہاں دیکھ رہے ہیں صرف گزشتہ آٹھ مہینوں میں تیار ہوئی ہیں۔ اپریل گزشتہ میں جب نمائش کا کی تیاری کا حکم دیں تو میں یہاں پہنچا ہوا تھا تو اشیاء موجودہ یعنی ہر عمارت وغیرہ کا یہاں نام و نشان بھی تھا اور اب ہر جگہ یہ امکانات وغیرہ بہت جلد یہاں سے محو ہو جائینگے مگر اس نمائش سے جو اثر پیدا ہوگا یقین ہے کہ وہ جلد فراموش نہیں ہوگا میں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اس نمائش کو فونڈیشن کے قائم کرنے کی کوشش ضرورت پیش آئی ہے اس ملک میں پہنچ کر شروع ہی سے اس ملک کی صنعت و حرفت پر غور کرنا شروع کیا اور جب بارہوی کا فیصلہ ہو چکا کہ جس میں شہنشاہ مظفر کی اچھوشی کی رسم عمل میں آنی والی تھی اور جس میں عام ہندوستان کے والیان رہا اور دوسرا عظیم اور مرد جگہ شرفا شامل ہوئے تھے۔ تو مجھے خیال ہوا کہ ان وقت کے ہندوستان کی حرفوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے یا ان کے زوال کے روکن کی تدبیر کی جائے۔ میں ڈاکٹر وائسرائے کو مد کیلئے طلب کیا اور آپ نے کہا کہ اس کا اندازہ کر لیں وہ سب ڈاکٹر وائسرائے اور ان کے نائب سربراہوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ جنہوں نے ہزار ہا میل ہندوستان کے ہر حصہ میں سفر کر کے یہ دستکاری کے نمونہ منتخب کئے یا اپنے نمونے کار یگروں کو دیکر ان کی نقلیں بنوائیں۔ اور جہاں جہاں وہ یہ کے ضرورت تھی خرچ کر کے بہترین نمونے دستکاری کے فراہم کئے۔ میں نے اس نمائش کے لئے تین شرائط قائم کر دی تھیں۔

اول یہ کہ صرف ان اشیاء کی نمائش ہوگی جن میں معمولی پیداوار کو دخل نہیں دیا جائیگا کیونکہ اس قسم کی ایک ٹری نمائش کلکتہ میں ہے جو (عجائب گاہ کلکتہ کی طرف اشارہ تھا)

دو سووی شرط یہ تھی کہ اس میں یورپین یا نیم یورپین طریقہ کی کوئی چیز نہ ہو جیسے کہ شیشہ اور ٹین اور چمکدار کا کے دکھانے وغیرہ ہندوستان کے اپنی آرائش بہت عمدہ ہیں۔

کر سکتا تھا۔ فوج کے عقب میں شہر کی اوہندوستان کے بڑے بڑے اور دوردور کے شہروں کے تماشاخانے
 کھڑے تھے۔ اس طریقہ پر جلوس کنوئیں روڈ ٹینس روڈ جامع مسجد و بازار چاندنی چوک و فورتوی احمد پانی
 کی سڑک سے ہوتا ہوا نکلا۔ جامع مسجد مشرقی رخ کی دالالوں میں سیرے کے (دلائیے) و دیگر گنگریز جہاں
 بٹھائے گئے تھے اور جامع مسجد کے تینوں دروازوں کی سیڑھیوں پر اور بیرونی گوشوں پر پاؤں باندھ کر
 منتظران کٹیٹی جامع مسجد نے مسجد کے فائدہ کی غرض سے تماشاخیوں کے بیٹھنے کا انتظام کیا تھا جس
 مسجد کو بعد منجانی خج بارہ ہزار روپے کا فائدہ ہوا اور اس رقم میں سے جنوبی گوشوں پر چوبی دو کباب
 بنائی گئیں جس سے ہمیشہ کو مسجد کی آمدنی میں ترقی ہو گئی۔ سینکڑوں اور ہزاروں آدمیوں نے اس
 جلوس کے نظارہ کیلئے سینکڑوں روپے خرچ کر کے بالاخانے کر ایہ پر لئے تھے۔ چاندنی چوک کی درمیانی
 سڑکی پر تماشاخیوں کو وسطے معقول نشستوں کا انتظام کیا گیا تھا جس سے ٹھیکہ دار کو معقول فائدہ ہوا
 تجارتی کاروبار خیر سے بند تھے اور تقریباً چار میل تک بازار و مسجد مندر و عارضی بلند مقامات جو
 اس غرض کیلئے بنائے گئے تھے دھچھیں برآمدے آدمیوں سے بٹے ہوئے تھے شہنشاہ شہنشاہ بیک کی تصویر
 اور دعائے فقرے جایا آویزاں تھے اور ہر طرف سے مبارکبادوں کی بھرمار تھی جیسے نور دیر کی سوار
 اس شان شوکت سے جامع مسجد کے سامنے قلعہ سے گزری فوراً دیر گھنٹہ اقلہ پر بلند کیا گیا اور قلعہ کے دروازے
 سے کہتیں فیر سلامی کی داہوئی اور جیسے نور دیر اے اور دیوک آف کیناٹ صاحبان کی ہاتھی موڑ
 سے آگے راجپور روڈ کے گوشہ پر پہنچی تو دونوں ہاتھی ٹھہرے گئے اور دونوں صاحبان نے والیان
 ملک کو جواں کے پیچھے ہاتھیوں پر سوار تھے و داعی سلام کر کے خست فرمایا تب والیان ملک نے
 بائیں طرف بل وارڈ روڈ سے ہو کر اپنی اپنی قیامگاہوں پر تشریف لے گئے پھر حضور دیر سے
 اپنے ہاتھی سے اتر کر گاڑی پر سوار ہوئے جو وہاں موجود تھے اور جلوس اپنی ترتیب سے چھاڑی
 نیچے باؤڈے تک چلا گیا وہاں سے فوج ہمراہی کا وہ حصہ جو حضور دیر سے آگے تھا ہتھنار
 باؤڈی گاڑو وغیرہ براہ رست علی بوبکی سڑک سے اپنے اپنے خیموں میں چلا گیا۔ پھر حضور دیر سے
 وڈیوک آف کیناٹ وڈچر صاحبہ کی گاڑیاں راجپور سڑک سے پھرتے وقت باؤڈے اور سٹریٹ کی
 کی طرف جائیسے پہلے رینگن اور باقی جلوس کا حصہ اور بقیہ فوج ہمراہی ان کے سامنے سے ہو کر علی بوب
 کی سڑک پر سے اپنی اپنی قیامگاہوں کی طرف منتشر ہو گئیں پھر حضور دیر سے ہزارائے سٹریٹ کی
 آف کیناٹ وڈچر صاحبہ اپنے باؤڈی گاڑو کیڈٹ کورڈ کے ہمراہ باؤڈے کی سڑک سے ہو کر جب گول کھر کے
 راجپور کے موقع پر پایا گیا تھا پہنچی تو کہتیں تینوں سے سلامی ادا کی گئی اور پہلے تو بے سہونے سے

میں لکھی وہاں سے بعض آدمیوں نے کھڑے ہو کر تماشہ دیکھا

حضور قیصر ہند اوس چوہترہ پر جو کھڑے کے نعل کی شکل کا بنا ہوا تھا متعقد فرمایا چوہترہ کے باہر کے ٹوخ
چھبیس بیٹے بلہ فٹ بلند از پنج میں دروازہ اور او سپر میں قطارین ہلاک کے ساتھ بنائی گئی تھیں
اور اٹھارہ فٹ چوڑی خالی جگہ چھوڑی چوہترے کے قطعات (لٹے و کپٹے) میں والیاں وقائم مقام
والیاں مالک غیر و افسران سرکار جو حضور و اہل سرائے کے ہمارے تھے و مہر صاحبان گورنمنٹ ہند و مہر صاحبان
سفارت خارجہ بٹھائے گئے تھے اور جو تھے مختلف صوبوں کے لئے تھے اون میں اول یمن میں لوکل
گورنمنٹ کے افسران اعلیٰ اور والیاں ملک ہند بٹھائے گئے تھے (صرف ان حضرات کیواسطے کرسیوں
کی نشستیں تھیں باقی سب کیونچ تھے) اور قطعات (ایچ ٹاویس) میں درباری لوگ مدعو کیے گئے تھے
تھے۔ اخبار کے قائم مقام لوگوں کے لئے ایک خاص کمرہ کی گئی تھی اور ہر ایک شخص اپنے داخلہ کے کارڈ
کے ذریعہ سے مطابق رنگین حرفوں کے جو کارڈ پر چھپے ہوئے تھے اپنی نشستگا ہوں پر بیٹھنے کے بہتہ سے
پرہیز کیا جاتا تھا۔

تقریباً چالیس ہزار فوج سرکاری جو دہلی میں اس وقت موجود تھی حسب حکم حضور کا ٹڈر نجیف صاحب فوج ہند
اس میدان میں جو درباری چوہترے کے داخل ہوئے دروازے کے مقابل تھا راستہ کی گئی تھی اور
واپس اسی کیمپ چوہترہ دربار تک شکر کے دو طرفہ فوج کھڑی تھی چوہترہ دربار میں شاہی جھنڈے
کی جگہ کو بینڈ والے احاطہ کے کھڑی تھی۔ افواج انگریزی کا ایک عوامی گارڈ احاطہ کے اندر چوہترے
کے سامنے صف بندی سے کھڑا کیا گیا تھا۔ تمام آدمی ساڑھے دس فٹ تک اور والیاں ملک و افسران
اعلیٰ لوکل گورنمنٹ گیارہ بجے تک اپریشن یافتہ یوروپین اور دیسی فوجوں میں موجود تھے اور لوکل
آف کینٹ و ڈیوڈ جیٹا سو گیارہ بجے تک اپنی اپنی نشستگا ہوں پر تشریف لے آئے تھے والیاں ملک
اور افسران اعلیٰ لوکل گورنمنٹ جب سواری سے اترتے تھے تو افسران فارن ڈپارٹمنٹ و فوجی افسران
متعینہ اونکا استقبال کرتے تھے اور اونکو اونکی جگہ تک بھجونا دیتے تھے اور و والیاں ملک و افسران
اعلیٰ سلامی کے مستحق تھے۔ پہرے دار جو اون کی نشستگا کے قطع کے دروازہ پر مقرر تھے اون کو
جو جی سلام کرتے تھے۔ ساڑھے دس بجے سے بارہ بجے تک بینڈ احاطہ کے اندر حاضرین کی تفریح
کے لئے منتخب ہنریں بجانا رانڈ کے سورماؤں کے چھوٹے سے بینڈ سے جو سماں بندھا تھا اونکی
کیفیت مفضلہ اخانات میں شائع ہو چکی ہے وہ منظر بھی عجیب و غریب قابل دید تھا جس طرف
نظر اٹھا کر دیکھو مختلف صورتیں نظر آتی تھیں۔ کہیں تو عدل کے ریاستوں کے شیخ و عرب مکلف
لباس پہنے ہوئے اور کسی طرف ہندوستانی سہ حد کے بلوچ و رئیس زمین لباس میں نظر آئے تھے

ہندوستانی وضع کی ایسی چیزیں ہوں جو ہر نگاہ سے مسکھتی ہیں یا شادیوں میں بنائی جاتی ہیں۔
 لکڑی۔ ماحی و انت۔ ریشم۔ قالین اور دھاتوں کی قسم کی ایسی حرفت کاری جو ہر ایک آپ یہاں دیکھیں گے
 یاد رکھئے کہ یہ نمائش ہے بازار نہیں ہے جہاں ہر قسم کی سستی چیزیں ملکیں۔ چونکہ آج کل ہندوستان میں ان
 خواب ہوا ہے جسے زمانہ گزشتہ کے بہترین نمونے جمع کئے ہیں جو متعار کا لکشن (مجموعہ) میں پائے جاسکتے
 یہ ہندوستان کے والیان ریاست کی قیامی سے ہمیں حاصل ہوئی ہیں۔ بعض مین میں سے ہندوستان
 کے عجائب خانوں سے اکٹھے ہوئے ہیں اور بعض کنگاٹن (انگلستان) کے ہندوستانی عجائب خانے سے اکٹھے
 کئے ہیں۔ ہندوستان کا آرٹ غیر مرگالہ کے خیالات متعارفینے سے ترقی نہیں کر سکا بلکہ یہاں کے کاریگروں
 کے اپنے اصلی خیالات سے۔

اس زمانہ میں سستی چیزیں عجیب سے بہتر سمجھتے ہیں اور خوبصورت کو مضبوط سے۔ اسی وجہ سے پُرانی حرفتیں اور
 دستکاریاں ہمیشہ کے لئے معدوم ہو رہی ہیں کوئی قومی آرٹ قائم نہیں رہ سکتا جتنک قومی ضرورت کو پورا
 کرے یقین ہے یہ نمائش ایک بھگت لیس (سبق اشاد) کا کام دیگی اسکے کھولنے سے مضبوطی دیکھنا پڑے
 کہ ہندوستان ابھی کچھ کر سکتا ہے۔ ابھی یہاں کی دستکاریاں کچھ عجائبات تیار کر سکتے ہیں۔ ہمیں ہلکتے یا
 بمبئی کی یوروپین دوکانوں کی طرف بھاگنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہندوستان کی بہت سی دوکانوں
 اور گھروں میں ایسی آرٹسٹک اور کاریگری کی چیزیں مل سکتی ہیں جو اپنا نام نہیں رکھتیں۔ میں نے ہی عرض
 سے یہ نمائش کھولی ہے اور امید ہے کہ یہ پٹر بلاک (محبت وطن) مضبوط کو پورا کریگی کہ جسکے لئے اس وقت قائم
 کیا ہے اور میں اس وقت اسے افشاح کر دینے کا اعلان کرتا ہوں۔

اسکے بعد حضور وائس رے اور والیان ریاست ہائے ہند اپنے رؤسا اور اہلکاروں کے نمائش کے اندر چلے گئے
 اور چیزوں کو دیکھتے اور تعریف کرتے ہیں ساڑھے بارہ بجے حضور وائس رے تشریف لینگے اور سوقت علاوہ
 اونکے ہزار ہا نمائش گاہی جن کے۔ پس ٹکٹ سائنہ فیمتہ تھانے اندر داخل ہو کر نمائش دیکھنے لگے اور پھر
 سلسلہ یوں ہی جاری رہا۔ عاک لوگوں نے بھی اول اول ایک روپہ پھر آٹھ آنہ پھر چار چار آنے دیکر نمائش کی
 خوب سیر کی اور دربار کے تمام رسومات ختم ہونے کے بعد دو چھپے تک نمائش قائم رہی کل اڑتالیس ہزار
 آدمیوں نے نمائش کو اندر سے دیکھا اور تین لاکھ باسٹھ ہزار تیس سو تیس روپے کی خیرین فروخت ہوئی
 ۳۱ دسمبر ۱۹۰۶ء کو چھپتہ کو پورا کیمبدل میں ۲ بجے سہ پہر کے بیٹا باجا بجا گیا یکم جنوری
 ۱۹۰۷ء کو چھپتہ کو بارہ بجے دن کے حضور وائس رے گورنر جنرل ہند نے دربار بغرض اعلان تاجپوشی

وجانفشانی مالاکام بچلانے میں خواہ انگریزی اور ہندوستانی افواج - جو اس قدر نمایاں مہاری کھاتے
 حضور عالی کی حدود مالک کی حفاظت و نگہبانی کرتی اور حضور مدوح کی طرف سے میدان جنگ کے
 جان فدا کرتے ہیں۔ خواہ ہندوستان کی تمام اقوام کے وفادار باشندوں کی ایک جماعت پیشتر
 جو باوجود ہزاروں قسم کے اختلافات حالات و خیالات و عادات کے بطریق طرسلطنت عظمیٰ کی
 اطاعت میں متحد و متعلق ہیں سب کے سب بیک جا مجتمع ہیں اپنی تاجپوشی کی تقریب کو اس طریق پر
 ہندوستان میں انجام دینے کی غرض خاص سے حضور ملک منظم نے مجھے بحیثیت نائب السلطنت بھیجے
 اس دربار عالی شان کے انعقاد کا حکم دیا ہے اور خاص کر کے اس جشن کی عظمت و وقعت کے اظہار کی غرض
 سے اعلیٰ حضرت نے اپنے بڑا و حقیقی شاہزادہ دالائتار عالیجناب ڈیوک آف کانٹ کو اس تقریب میں
 شریک ہونے کا ارشاد فرما کر ہم لوگوں کی عزت افزائی فرمائی ہے۔

اب سے پچیس برس پیشتر اسی جہنم کے اسی دن میں اسی قدیم شہر میں جو یادگار شاہان نام اور دکھان
 قابل الذکر ہے اور عین اسی مقام پر حضور علیہ السلام و کثر یہ اول قیصر ہند کے خطاب کے ساتھ مشترک
 کی گئی تھیں۔ یہ کام حضور مدوح کی انکی ہندوستانی رعایا کے ساتھ ملے انتہا ہمدردی کی دلیل میں
 اور ان کے ممالک متصرف ہند کے دولت برطانیہ کے زیر اطاعت و انقیاد متعلق ہونے کے ثبوت میں کی گئی تھی
 اس سے پہلے صدی (یعنی پچیس برس) بعد آج کے روز اس سلطنت وسیع کے اتحاد میں کچھ کمی نہیں بلکہ زیادتی
 ہو گئی ہے۔ وہ بادشاہ جسکی اطاعت کے اظہار کے واسطے ہم لوگ مجتمع ہوئے ہیں اپنی رعایا ہند کے
 درمیان کچھ کم ہر و لغز نہیں ہے کیونکہ انہوں نے اسکی شکل اپنی آنکھوں دیکھی اور اسکی آواز اپنی کانوں
 سے وہ اپنی نوبت پر ایک ایسے تخت کا مالک ہوا ہے جو دنیا میں نہ سب سے زیادہ نامی و گرامی ہے بلکہ
 سب سے زیادہ محکم و پائدار بھی ہے اور وہ کتنے چین جنہیں سہات کی تصدیق سے افکار ہو کہ سلطنت
 قبضہ اور حضور ملک منظم کی رعایا ہند کا وفادارہ تعلق اور خدمت اس تخت کے استحکام کے لئے
 ادنیٰ بنیادوں میں سے نہیں ہے غلط خبریں سنے ہوئے ہوں گے بلکہ میری دانست میں یہاں اسکی
 استحکام شروط لازمی میں سے ہیں بطرح ہندوستان اپنے ذاتی اور موروثی حق سے معذور ہے اسی طرح
 اس وفاداری و نمک طالی کی روشنی سے منور ہے جسکی از سر نو جانب غرب سے اعز ایش کی گئی ہے
 اولوالعزم طالبوں کی بڑی جماعت میں سے جو قرآن بعد قرن ہکی طلب تلاش میں آئے تھے اسکی
 صرف اُسی سے اپنی رضامندی ظاہر کی جسے اس کے نزدیک اپنا اعتبار بھی پیدا کیا
 کوتاہی کے کسی دوسرے حصہ میں مکن نہیں ہے کہ ایک ایسا منظر جکا ہم آج شاہد کر رہے ہیں دیکھتے ہیں آئے

اکیس نیپال سک و مسقط کے ولید یا قائم تھا۔ تھے تھے غرض کہ لکوں لکوں کے رئیس اپنی اپنی قطع
 وضع کے زرق برق خوشنما پوشاگوں میں دکھائی دیتے تھے۔ کیفیت دیکھ کر اللہ کی قدرت اور
 العزیز کی کرمت کی شان نظر آتی تھی۔ تماموں کی حیدر شہزادی تھان سے بھی من اگر واقع ہوئی
 اسی وجہ سے انکو دربار میں شرکت کا موقع دینے کی غرض سے دربار کا وقت دوپہر قرار پایا تھا۔
 وقت مقررہ پر یعنی ساڑھے گیارہ بجے حضور ویرے اپنے باڈی گارڈ اور شاہی کیدت کو کہے جلوس
 ساتھ اپنی فردو کار سے گاڑی میں سوار ہو کر درباری چوترے کی طرف روانہ ہوئے جسوقت آٹھ
 دربار کے اندر داخل ہوئے تمام حاضرین دربار کھڑے ہو گئے اور اسوقت تک کھڑے رہی جب تک حضور
 ویرے نے اپنی جگہ پر تشریف نہیں رکھی جب حضور موصوف چوترے کے پاس پہنچ گئے تو اسوقت
 چوترے کے سامنے جاؤ غازی گارڈ کھڑا تھا اودنے فوجی سلام کیا اور بیٹھنے سے سلامتی بادشاہ
 کی بجائی گئی اور اکتیس ضرب سلامتی ادا کی گئی اور ویرے اسی جھنڈا بلند کیا گیا پھر حضور موصوف
 نے سے چوترے پر جا کر اپنی کرسی پر بیٹھ گئے۔ حضور ویرے کے تشریف رکھنے کے بعد قیام
 مع اپنے غیر جویوں کے ٹھوڑے پر سوار آگے بڑھا اور یکم حضور ویرے با آواز بلند اعلان پڑھا
 جس میں حضور شہنشاہ ہند بالقاب کی تاج پوشی کا ذکر تھا۔ اعلان کے ختم ہونے پر فوجی راگ کے ساتھ
 شاہی جھنڈا کھولا اور اکیسوا یک ضرب شاہی سلامی کی چھوٹیں جسطرح بریکم جنوری اور شاہی لگہ
 میں قواعد کے وقت چھوڑی جاتی ہیں اسکے بعد حضور ویرے نے اس مجمع کے سامنے کھڑے ہو کر
 سب حاضرین کو مخاطب کے اپنی نے نظر وضاحت و بلاغت سے اسپیچ اور شاہ ہند کا ایک
 پیغام سنایا جو ذیل میں حرف بحرف درج ہے۔

اسپیچ

ابے جھہ مہینے بیشتر اعلیٰ حضرت ملک یاد و دہشتہ ملک معظم انگلستان و قیصر ہند کو شان انگلیز کا تاج
 و عصا عطا کیا گیا۔ سلطنت ہند کے صرف محدودے چند رئیسوں کو اس تقریب میں شریک
 ہونیکا فخر حاصل ہوا آج کے دن حضور ملک معظم نے اپنی عنایات حسروانہ سے اپنی تمام رعایا سے
 ہمد کو اسی قسم خوشیوں میں شریک ہونے کا موقع دیا ہے اور یہاں اور تمام تعاملات
 ہندوستان میں۔ اس مبارک جشن کے موقع پر خواہ راجگان و نوابان و رئیسان
 و سرداران ہند۔ جو حضور موصوف کے تخت کے ستون ہیں۔ خواہ پور و بین اور
 ہندوستانی حکام۔ جو حضور عالی کی سلطنت کا انتظام بحسن و خوبی تمام

سب سے بڑی دلیل فیروزی ہوگی بلکہ ہے۔

اس تاجپوشی کے مبارک انعقاد کے بھی اغراض و مقاصد ہیں۔ آپ میرا یہ فرض ہے کہ حضور ملک معظم کے اس شفقت آمیز فرمان کو جو حضور مدوح نے اپنی رعایا سے ہند تک پہنچائے جانے کی فرمائش کی ہے آپ لوگوں کے سامنے پڑھ کر سنائیں۔

حضور ملک معظم قیصر ہند کا پیغام مبارک فرجام

مجھے ہایت خوشی ہے کہ اس بڑے شرف و موقع پر جبکہ میری ہندوستانی رعایا میری تاجپوشی کی خوشیاں کر رہی ہیں انہیں خوشنودی و مبارکبادی کا پیغام بھیجتا ہوں۔ اس تقریب میں جو اُن دنوں میں تمام پائی صرف محدود سے چند دایان ریاست و وکلا سے ہند شریک ہو سکے اسلئے میں نے اپنا نائب السلطنہ گورنر جنرل بہادر کو ہایت کی کردہ دہلی میں ایک بڑا مبارک منعقد کریں تاکہ تمام دایان ریاست و باشندگان ہند اور سرکاری حکام اس مبارک موقع پر خوشیاں مناسکیں جب میں شہنشاہ میں ہندوستان کی بے شکریا گیا تھا تب سے اس ملک و اُس کے باشندوں کی محبت میری تہ نیشن ہو گئی ہے اور میرے خاندان اور تخت کی امن جو دلی اور داد ادا نہ ہو خواہی ہو اُس سے میں پوری طرح باخبر ہوں۔ گوشتہ چند برسوں میں انکی محبت و وفاداری کی بہت سی دلیلیں ظہور میں آچکی ہیں اور میری سلطنت و وسیع کے محاربات و فتوحات میں میری ہندوستانی افواج نے نمایاں خدمات کی ہیں۔

مجھے امید تھی ہے کہ میرے فرزند دلبند پرنس آف ویلز بہرہ راہی پرنس آف ویلز صاحبہ غفر ربان ملک ہندوستان سے شخصی طور پر مصافحت حاصل کر سکیں گے جسکی نسبت ہمیشہ سے میری یہ خواہش رہی ہے کہ وہ دیکھتے اور وہ خود بھی اسکی سیر کے اسی درجہ مشتاق ہیں اگر ممکن ہوتا تو میں اس مہتمم با نشان موقع پر خوشی خود بنفس نفیس ہندوستان آتا ہر کیف میں نے اپنے برادر عزیز و لوگ آف کیناٹ بہادر کو جو ہندوستان میں بہت کچھ شہرت حاصل کر چکے ہیں بھیجا ہے تاکہ اس جشن میں جو میری تاجپوشی کی خوشیاں منانے کے لئے انجام دیا جائے میرے خاندان سے کوئی شخص موجود رہے۔

جیسے میں اپنی والدہ مگر علیہ العذاب ملکہ معظمہ و کٹورا مرحومہ اقل قیصر ہند کے تخت کا مالک ہوا ہوں میری یہی خواہش رہی کہ حیا نہ و صفاتہ انتظام سلطنت کے وہ اصول جنہوں نے ایک تہذیب خیر طو کا رعایا سے ہند کے دلوں میں جناب مدوح کی عظمت و محبت پیدا کر دی تھی بے کم و کاست برقرار رہیں تمام باشندگان ہند کو خواہ میں مسلمان ہوں یا رعیت مطیع میں از سر نو نصیب داتا ہوں کہ میں اُن کی

میں اس بڑے اور بد وقت مجمع کا ذکر نہیں کرتا ہر چند کہ اسکے لائق ہونے کا مجھے یقین ہے میں اس حقیقت
 کی طرف جس کا یہ مجمع گویا مجاز ہے اور ان لوگوں کی طرف جسکی کیفیات قلبی کا یہ مجمع اظہار کرتا ہر چند کہ
 ہوں مختلف ریاستوں کے تھو سے زیادہ والی جنگی مجموعہ آبادی چھ کروڑ آدمیوں کی ہے اور جسکی ممالک
 ۵۵ درجہ طول تک پھیلے ہوئے ہیں اپنے شتر کی حکمران کی اطاعت کا اظہار کرنے کے لئے یہاں آئے
 ہیں ان کے ہر جوش و خداداری کی ہدایت قدر کرتے ہیں جو انہیں اس قدر فاصلوں سے دلی تک پہنچ
 لایا ہر چند کہ انکو بہت کچھ تکلیف اور اخراجات بھی برداشت کرنا پڑا ہے اور ابھی غوری درہم تک
 انکی خاص باتوں سے حضور ملک معظم کی طرف سے مبارکباد پھر پچانے کا پیغام سننے کی
 غرت حاصل ہوگی۔ وہ عہدہ دار اور سپاہی جو یہاں موجود ہیں ہندوستان کے قریب قریب
 ۲۳۰۰۰۰ جوانوں میں سے منتخب کر کے بلائے گئے ہیں اور انہیں خاص کر اس بات پر فخر ہے کہ وہ
 ملک معظم کی سپاہ میں سرآوردگان جماعت ہندو عہدہ دار اور غیر عہدہ دار جو یہاں موجود ہیں
 ۲۳ کروڑ سے زیادہ آدمیوں کی جماعت کی وکالت کر رہے ہیں اسلئے حقیقت میں اس بات کا ذکر
 کیا جا سکتا ہو کہ اس تماشگاہ میں مدعا کی طور پر بلکہ حکمرانوں اور نائبوں کے اعتبار سے جہاں کی طرح
 تمام انسانی آبادی کا قریب تریب ایک خمس یہاں موجود ہے سب کے سب میں ایک ہی جوش و خروش کی آہ
 چھوئی گئی ہے اور سب کے سب ایک ہی تخت کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہیں اگر کوئی سوال کرے کہ
 یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک ہی دلی جوش نے ان کثیر التعداد اور منتشر جماعتوں کو ایک جگہ بھیج دیا
 اور انہیں متحد کر دیا ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ بادشاہ کے ساتھ و خداداری اور اس کے عدل
 اور کربان حکومت پر اعتماد و دونوں مترادف لفظ ہیں یہ صرف ایک دلی جوش کا اظہار ہے بلکہ
 ایک تجربے کی گواہی اور ایک حقیقت کا اقرار ہے اسلئے کہ ان کروڑوں آدمیوں سے اکثر
 کو حضور ملک معظم کی گورنمنٹ نے باہر کے محلے اور اند کی بد عملی سے آزادی بخشی ہے بعضوں کو انکے
 حقوق و اختیارات کی حفاظت کی کفالت عطا کی ہے بعضوں کے لئے باعزت مشغلیوں کی جہیں
 فروغ و کشادہ کردی ہیں۔ عامۃً غلامین کے حال پر مصیبت کے وقت نظر رحم مند دل کرتی ہے
 اور سب کے ساتھ عادلانہ انصاف برتنے۔ انہیں ظلم و ستم سے نجات دینے اور تربیت و تعلیم اور
 امن و امان کے فوضات عطا کرنے کے لئے کوشش کرتی ہے ایک دوسرے ملک پر فتح حاصل کرنا
 ایک بڑی کامیابی ہے عادلانہ اور مضمانہ برتاؤ سے اس ملک پر قبضہ قائم رکھنا اس کا بڑا
 کامیابی ہے عادلانہ برتاؤ کی سب سے اچھے کے اجازت سے اس کے متشرعہ کو ایک مجموعہ مستحکم بنا کر بڑا رکھنا

مالی حالت کی ترقی کا زمانہ آتا تھا یا جسکی مانتھ آنے کی ہیں بہرہ جو ہا ہمد ہو تو میں ہمدوی گنتا ہوں کہ
 حضور ملک معظم کے عہد حکومت کے سالہا سے اولیں گزرنے نہ پائینگے کہ گورنمنٹ ہند کچھ مالی امداد کے لیے
 سے آئے ساتھ اپنی ہمدوی اور توجہ کا اظہار کر سیکگی اُن کا وہ ادارہ جس سالہا سے تکلیف و محنت میں
 اس قدر نمایاں ہوا ہو کہ میں نہایت ہی خوشی کے ساتھ اس امداد کو پیش نظر رکھتا ہوں اب میں عانت
 اور ہمدانی کی اُن دوسری کارروائیوں کا ذکر کرنا جن میں ہم نے موجودہ تقریب کے ساتھ وابستہ کیا
 ضروری نہیں سمجھتا اسلئے کہ وہ باتیں اور حکم مندرج میں لیکن مجھے عہدہ داران فوج کے حق میں اس
 امر کی اعلان کا اختیار موقوف ہوا ہو کہ آئندہ سے انڈین ہٹاف کور کا لقب منسوخ ہو جائیگا اور
 وہ حضور ملک معظم کی افواج متحدہ ہند کے ایک ہی طبقے میں شمار کئے جائینگے۔

حضرات و ایمان یاست باشندگان ہند! اگر ہم ایک نقطے کیلئے زمانہ مستقبل کی طرف نظر اٹھا کر
 دیکھیں تو بلاشبہ اس ملک کے واسطے ایک بہت بڑی ترقی کے آثار ظاہر ہونگے ہندوستان کے
 متعلق کوئی مسئلہ ایسا نہیں خواہ وہ آبادی - تعلیم - سبب سبب کار یا معیشت کے خصوص میں ہو سکا
 حل نہ ہو بلکہ کی طاقت سے باہر ہو۔ اُن میں سے بہت سے امور کا حل ان دنوں ہماری نگاہوں کے سامنے
 کیا جا رہا ہے اگر برطانیہ عظمیٰ اور ہندوستان دونوں کی مجموعہ فوٹ سے ہماری سرحدوں پر امن ایمان
 برقرار ہے اگر اُن کے درمیان رسیوں اور رعایا کے درمیان فرنگیوں اور ہندوستانیوں کے درمیان
 اور حاکم و محکوم کے درمیان رشتہ ٹھانگی و اتحاد مضبوط و محکم ہے اور اگر فضل و مہم بھی اپنی فیاضیوں
 میں کوتاہی نہ کریں تو ترقی کی تیز رفتاری کو کوئی چیز نہیں روک سکتی اگر خداوند تعالیٰ نے جا ہا ہو تو
 ہندوستان آئندہ زمانہ میں وہ ہندوستان ہو گا جسکی زرخیزی رو بہ تنزل ہو جس کی آئندہ امیدیں
 مفقود ہوں یا جس میں بجا شکایت یا ناراضی کی بویائی جائے بلکہ وہ ہندوستان ہو گا جس میں جو عہدہ
 کو وسعت ہوگی - قابلتیں عالم خواب سے بیماری کی حالت میں ہونگی یہودی و مرفہ الحالی رو بہ
 ہوگی اور اسایش و دولت زیادہ تر پھیل جائیگی مجھے اپنی ملک کی ایمان داری اور خلوص نیت پر اعتماد کی
 ہے اور اس ملک کی نامحدود قابلیتوں پر بھروسہ رکھتا ہوں لیکن اُن آئندہ صورتوں کے ظہور میں آنے کے
 واسطے ایک شرط لازم ہے یعنی کہ دولت عظمیٰ کے اختیاط و تسلط میں کسی کو اعتراض کا موقع نہ ملے
 اور یہ صورت حال سوائے دولت فخریہ برطانیہ کے اور کسی سرداری میں پایدا اور برقرار نہیں رہ سکتی
 اب میں ان بیانات کو ختم کرنا چاہتا ہوں میری دلی خواہش ہے کہ باشندگان ہند اس بڑے اجتماع کو
 مدعوں یا در کریں گے کہ اسی ذریعہ ایک نہایت پر شوکت موقع پر انہیں شاہنشاہ عالیجاہ کے خلیفہ کی

آزادوں کا خیال کہوں گا اُن کے دایچ اور چوق کا لحاظ رکھوں گا۔ اُنکی برقی حلقہ رکھوں گا اور اعلیٰ قلعہ
 و بہودی میں کوستان جو لگا اور میری حکومت کے ہی اعلیٰ اغراض و مقاصد ہیں اور یہی صدر شاہ
 نقالی میری ہندوستان کی سلطنت و صیغ کی رعنا خروں مردہ الحالی اور اُس کے باشندوں کی مزید
 شادمانی و کامرانی کا باعث ہوں گے۔

حضرات وایان ریاست و باشندگان ہند! میرا شہنشاہ عالیجاہ کے الفاظ میں جبکی تاجپوشی
 کی خوشیاں منانے کے لئے ہم لوگ جمع ہیں۔ یہ اُن ہندوؤں کے دلوں میں جو اُنکی خدمت بجا لاتے
 ہیں تحریک پیدا کرتے اور اُن کے لئے آواز غیب کا کام دیتے ہیں اور عامہ عایا کے روبرو اولیٰ
 اور شفقت خرواز کی مثال پیش کرتے ہیں ہم میں سے اُن لوگوں کے دلوں میں جو میری اور میرے
 ہم منصبوں کی طرح حضور ملک معظم کی سلطنت کے مار سیاست میں ایسی نیت پیدا کرتے ہیں
 جسکو ہماری حرکات و سکنات کا راہنما اور ہماری سیاست ملکی کا دستور العمل بننا چاہیے۔ ایسا
 زمانہ کبھی نہیں گزرے کہ ہیں اس بات کی زیادہ خواہش ہوئی جو کہ فیاضی اور نرم دلی کو اُس سیاست
 علی کے اوصاف ضروریہ میں سے بننا چاہیے جنہوں نے زیادہ تلبیض سہی ہیں وہی غایت و کرا
 کے بھی زیادہ سخت ہیں جنہوں نے پوری طرح سے خدمت گزاری کی ہے وہی انعام و صلہ کے
 بھی پوری طرح سے سزاوار ہیں۔ اس سلطنت و صیغ کی بھلی لڑائیوں میں وایان ریاستہائے
 نے اسی سپاہ اہل بنی تلواریں ہماری تائید و تقویت کے لئے پیش کی ہیں اور ہماری دوسری
 مشکاف میں بھی مثلاً جو خشک نمائی و قحط کے مقابلہ میں اٹھائی پڑی انہوں نے اپنی کارروائیوں
 میں اسی قسم کی شجاعت و عالی ہمتی کو ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ جو آرام و سہولتیں انہیں ہوتی حاصل
 ان میں اضافہ کرنا مشکل ہے۔ اور اُس سلامتی میں جسکے استحکام میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا زیادتی
 کرنی ایک غیر ممکن اور بے پایہ ہم اس بات کے بیان کرنے سے خوش ہیں کہ گزشتہ قحط کے متعلق
 گورنمنٹ ہند نے جو قرضے دیے ریاستوں کو دیئے ہیں یا اُنکی ذمہ داری کی ہو سرکار دولتہ امتین
 برس کی سیادت تک اُن کا سود دینے سے باز رہی اور ہم امید کرتے ہیں کہ وہ ریاستیں جن پر یہ غایت گجراتی
 اس سے بخوشی تمام تنخواہ و کٹنگ اس بڑے ملک میں اور بھی زیادہ کثیر القاد و جاعتین ہیں جسکو ہم
 اور ان کو دست پہنچے ہیں خوشی حاصل ہوگی اور ہمیں میری کہ غریب ہم اُنکی عافیت و بہبودی
 میں کچھ اضافے کا اعلان کر سکتے سال خالصی کے درمیان انہوں کا اظہار قرین معلومت اور حساب
 محفوظ کیا کرنا آسان نہیں ہوتا بہر کیف اگر موجودہ صورت حال قائم رہی اور اگر ہمیں ہندوستان کی

دیکھ سکتے تھے انہوں نے تماشا بنوں سے بہت روپیہ کمایا۔ آتش بازی کی خوبی بیان سے باہر ہو رہی
آتش بازی نہ کبھی آنکھوں نے دیکھی اور نہ کانوں نے سنی جسے دیکھا وہ ہی خوب جانتا ہے۔

معدن جوہری سترہ ہفتہ کورات کی وقت لال قلعہ کے دیوان عام میں جلسہ تقسیم خطابات ہوا۔ دیوان
عام سے ملی ہوئی ایک عالیشان عمارت چوبلی بنائی گئی تھی جو موجودہ عمارت سے پورے دو حصہ زائد تھی
اور اوپر روٹنی ایسا عمدہ کام کیا گیا تھا کہ اجنبی آدمی بجلی کی روشنی میں بھی رات کی وقت نہی اور رانی عمارت
میں تیز نہ کر سکتا تھا۔ علاوہ دیوان عام کی عمارت عارضی کے دو حصے مقرر کئے گئے تھے ایک حصہ کا نام
روبنگ روم اور دوسرے حصہ کا نام اسمبلنگ روم تھا جو صاحبان اس جلسہ میں دعوت کئے گئے تھے وہ
ساتھ بیٹھے تک اپنی نشستگاہوں پر بیٹھ گئے تھے ہر ایک شخص کو ایک کرسی اور کئی جگہ بتلادیتا تھا جو وقت
اس کام کیلئے موجود تھا جو اصحاب پہلے سے کوئی خطاب نہیں کھتے تھے اور سوقت خطاب پانیوالے
وہ پونے آٹھ بجے سے پہنچ گئے تھے علیحدہ مقام پر بٹھا دیئے گئے تھے اور خطاب پانے کے بعد
جس جگہ کے وہ سوختے تھے بٹھائے گئے تھے وہ جگہ اون کے لئے خالی رکھی گئی تھی۔

مایان ملک یا اعلیٰ درجہ ہٹاراف انڈیا کے خطاب یافتہ اصحاب پونے آٹھ بجے تک تشریف لے آئے تھے
فادرن ڈپارٹمنٹ کے پرنسپل ایچ اے ان حضرات کا استقبال کر کے روبنگ روم میں پہنچا دیتے تھے
ان اصحاب میں سے جو سلامی کے مستحق تھے ایک اعزازی کارڈ جو دیاں موجود تھا اون کو فوجی
سلام کرتا تھا اور حضرت ایچ این ایسٹر کے قسم کے خطاب یافتہ تھے اوکو وہ اسمبلنگ روم میں اونکی
نشنگاہ تک پہنچا دیتا تھا۔ سبے اخیر میں حضور دایر کے دہر والی ٹیس ڈیوٹ کاناٹ گاڑی
میں تشریف لائے جب گاڑی سے اترنے لگے اس وقت سکرٹری خطابات وانڈر سکرٹری ڈپارٹمنٹ
استقبال کر کے روبنگ روم میں لگے اور اعزازی کارڈ لے کر فوراً فوجی سلام کیا پھر حضور دایر کے (جی
سی۔ آئی۔ اسی) (جی۔ سی۔ ایس۔ آئی) خطاب یافتہ اصحاب و سکرٹری خطابات روبنگ روم میں
اسی موقع کا لباس پہنا اسمبلنگ روم میں تشریف لگئے وہاں ایک مجلس ترتیب کر خطابات کے گھر میں
پہنچ کر وقت پر خطابات یافتہ اپنی منبر کے آگے ہو گئے چنانچہ ترتیب جلوس اس طرح تھی سبے آگے وانڈر سکرٹری
فادرن ڈپارٹمنٹ آئے پھر سکرٹری خطابات اس وقت لباس نشان ستارہ ہند پہنے ہوئے تھے سکرٹری
خطابات کے پیچھے (سی آئی ای) کے خطاب کھنے والے آئے پھر (سی ایس آئی) کے خطاب کھنے والے آئے پھر
انکے پیچھے (کے سی ایس۔ آئی) کے خطاب لے آنکے پیچھے (کے سی۔ ایس۔ آئی) خطاب یافتہ
انکے پیچھے (جی سی۔ آئی۔ اسی) کے خطاب پانے والے آئے پھر (جی سی ایس آئی) کے

دریافت کرنے اور ان کے نیک خیالات کے سننے کی عزت حاصل ہوگی۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ اس کی بآد
خوشی اور مسرت کا باعث ہوگی اور ملکِ معظم ایدہ و ودہ ہم کو عہدِ حکومت جو ایسے سچے و مبارک طور پر شروع
ہوا ہے ہندوستان کے صفحات تاریخ اور اس کے باشندوں کے صفحاتِ دل پر نا ابد باقی اور
منقش رہیگا۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اس قادر مطلق مالکِ حق و سما کے فضل و کرم سے شاہنشاہِ ہند
کی سلطنت و حکومت سالہا سال قائم رہے آپ کی رعایا کو روز افزوں پیہودی اور ترقی خیالات ہو
آپ کے عہدہ داروں کے نظم و نسق ملکی پر عقلی اور نیکی کی جہت سے ہے اور آپ کی سلطنت کی
سلامتی اور برکتیں تا ابد قائم رہیں۔ حضور ملکِ معظم و قیصر ہند کا عمر دراز ہو۔ +

ایڈریس ختم ہونے پر حاضرین جلسہ و فوج اور تماشائیوں نے تین چیز یاد شاہ کی تاج پوشی کی مسرت
میں دیں بعدہ رؤسائے با اختیار و ایسے اور ڈیوک آف کیناٹ کے سامنے باری باری ہو پیش
ہوئے بعض کے ساتھ ان کے صاحبزادے یا درزا بھی تھے سپہوں نے نہایت خشوع اور خضوع کیا آتھ نشینی
کے مختصر الفاظ میں مبارکباد یاد شاہ کو دی۔ پیشی ختم ہونے پر دربارِ رعیت ہوا اور حضور و ایسے
اسی طور پر اور انھیں سواری کے ساتھ تشریف لیگئے جس طرح تشریف لائے تھے ان کے بعد حضور و ڈیوک
آف کیناٹ اور دیگر صاحبزادے ہی عزت کیا تھے جسے تشریف لائے تھے خست ہوئے ان کے بعد
والیان مالکِ غیر اور افسرانِ اعلیٰ لوکل گورنمنٹ و والیان ملکِ ہند و محمد صاحبان کونسل گورنر جنرل
طور پر جس طرح وہ آئے تھے اسی رستوں اور زینوں سے ہو کر تشریف لیگئے اسکے بعد تمام تماشائی
ہوئے اسی شب کو حضور و ایسے نے اپنے کیمپ میں بڑے بڑے سرکاری جہازوں کو دعوت دی اور
یاد شاہ اور شاہزادہ ڈیوک آف کیناٹ کی جامِ محبت کی تجویز پیش کی جو نہایت جوش کے ساتھ سب نے
قبول کی و ایسے نے اس موقع پر اس طرح دی اور ڈیوک آف کیناٹ نے اس کا جواب دیا۔
۲ جنوری ۱۸۵۷ء جمعہ کے دن بڑائی چھاؤنی کے ایک میدان میں فوجی کھیل تماشہ ہوا اور شہر کے تمام
شہر میں روشنی ہوئی رات کے دس بجے جامع مسجد کے شرعی دروازہ کے سامنے شاہ سرور اور حضرت
شیخ کلامِ جہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے خزانے کے درمیانی پرٹ کے میدان میں بیٹن بچپن ہزار روپے کا
ولایت کی بنی ہوئی آتش بازی چھوٹی اور آتش بازی کی تماشے کیوہ سب جامع مسجد کے شرعی دروازہ کے
سامنے والی ٹرک اور شفا خانہ کی چھت پر نشستوں کا سرکاری جہازوں کے واسطے انتظام کیا اور
جامع مسجد کا شرعی اور شمالی دروازہ اور پارٹیں اور دیگر مکانات کے کوٹھے ٹرکس آدمیوں سے پٹی
پڑی تھیں جن آدمیوں کے مکان اور برآمدے ایسے موقعوں پر تھے کہ آتش بازی کا تماشا اچھی طرح

نہایت بڑی خطابت کی نشانات دہی سی۔ ایس۔ آئی) لیکر ہر دانش کفرین کر دیا اور سیر کی سی۔ ایس۔ آئی) (شاہ ہند) لیکر تاج بنگ پر لگا دیا بعد اسکے ہر دو خطاب کی سی۔ ایس۔ آئی) نے ہر ایک کی سی۔ ایس۔ آئی) اپنا یا بل زبان سکڑی خطابات ہر دانش کو جو تہہ کے پاس لگے ہر دانش حضور علیہ السلام کی سی۔ ایس۔ آئی) اور وہ دونوں جو سیر کی سی۔ ایس۔ آئی) اپنی اپنی جگہ پر جا کر کھڑے ہو گئے پھر مذکور سکڑی خطابت کی سی۔ ایس۔ آئی) کا کار اہتمام کر نہایت ادب کے ساتھ حضور و اہلسرے کو دیا حضور و اہلسرے نے ہر دانش کو کار مذکور کو دیکر بدن سے بے تعجب فرمائی۔

تیسری خطابت میں قیصر ہند و سب لار شاہ حضور و اہلسرے کی آپ کو ہر وقت اشاروں آدیا (شاہ ہند) کا ہر وقت اشاروں آدیا ہوا کہ تاج بنگ لگاؤ۔ آپ کو حضور ایک عظیم قیصر ہند نے اندازہ کرم نہایا ہے۔

جب قیصر ہندی نے تو اس وقت ہر دانش حضور و اہلسرے کی عظیم بجا آئے اور بعد اسکے سکڑی خطابات آنگو بجا لگے۔ ہر دانش کی سی۔ ایس۔ آئی) نے ہر دانش آنگو کے سامنے کھڑے رہے اغوازی کا رد نے فوجی سلام ادا کیا اور سکڑی خطابات کی سی۔ ایس۔ آئی) کو نہایت۔ جب ہی ترکیب سے کل صحابہ نشان و خطاب (جی۔ سی۔ ایس۔ آئی) اور (کی۔ سی۔ ایس۔ آئی) اور (سی۔ ایس۔ آئی) اشاروں آدیا سے فرین ہو چکے تو سکڑی خطابات نے عرض کی

کہ شاہ ہند کے سلسلہ میں تقسیم خطابات کے متعلق اور کوئی بات نہیں ہو اور وقت تمام حاضرین جلسہ اپنی جگہ پر آئے اور حضور و اہلسرے سے افران بھاری مکرہ تقسیم خطابات سے لکھ کر بنگ دوم میں بہ ترتیب کو بجا لگا۔

پھر خطابت یافتہ تشریف لگے حضور و اہلسرے کے تشریف بجا لگے وقت اغوازی کا رد نے فوجی سلام کیا اور بیٹھ گئے۔

پھر خطابت یافتہ تشریف بہ ترتیب کو بجا لگے اور ترکیب کو بجا لگا جب (جی۔ سی۔ ایس۔ آئی) اور (کی۔ سی۔ ایس۔ آئی) کے

خطابت یافتہ تشریف لگے حضور و اہلسرے کے تقسیم ہو چکے تو سکڑی خطابات نے عرض کیا کہ انڈین اسپاٹ

خطابت کے متعلق اور کوئی کارروائی باقی نہیں رہی تب حضور و اہلسرے نے اپنی جگہ سے اٹھ کر فرمایا

حضور و اہلسرے کیساتھ تمام حاضرین جلسہ اپنی اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر کھڑے رہے بعد ازاں حضور و اہلسرے

خطابت یافتہ اصحاب بنگ دوم میں تشریف بجا کر لباس خطابات بدل کر حضور و اہلسرے کے سامنے

خطابت یافتہ وغیرہ وہاں سے اسی طور پر اور اسی سمت کے ساتھ جیسے آئے تھے اپنی اپنی قیامگاہ کو تشریف

لے گئے خطابات کی تقریریں سے پہلے ہندوستان میں کسی تاریخ میں کی گئی اور نہ سنی۔ اس

خطابات یافتہ حضرات۔ اگلے ہیچے ہزار و اعلیٰ مٹس ڈیوک آف کیناٹ کے جی۔ سی۔ کے بی۔ جی۔
 جی۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ جی۔ سی۔ ام۔ جی۔ جی۔ سی۔ ای۔ آئی۔ جی۔ سی۔ وی۔ لو۔ آپ۔ لباس نشان ستارہ ہندزیب بدن
 فرمائے ہوئے تھے۔ اگلے ہیچے پراٹھ سکریٹری۔ اگلے ہیچے حضور دبیر کے گورنر جنرل۔ آپ بھی اس وقت
 لباس نشان ستارہ ہند سے مزین تھے۔ جناب کے بعد آپ کے ایڈیٹنگ کے دیگرہ تھے۔
 جب اس ترتیب پر شان و شوکت کے ساتھ جلوس ایمپلنگ دم سے نکلا تو جی بیٹہ گریڈ ایچ بجائے
 اور جلسہ خطابات کے کمرہ کے دروازہ پر دونوں طرف جوا عوازی گارڈ کھڑے تھے اور انہوں نے حضور
 ڈیوک آف کیناٹ و دبیر کے کو فوجی سلام کیا جب جلوس جلسہ خطابات کے کمرہ میں داخل ہوا تو
 حاضرین جلسہ کھڑے ہو گئے اور اس وقت تک کھڑے رہے جب تک حضور دبیر نے اپنی کرسی نشا
 پر تشریف نہیں رکھی خطاب یافتہ اصحاب اپنی اپنی جگہوں پر پھونچ کر داخل ہوئے اور بائیں جانب صف دار کھڑے
 ہو گئے اور اس وقت حضور دبیر نے جن صاحب کے پاس سے گزرتے تھے وہ تعظیم بجا لاتے تھے جب حضور
 دبیر نے اپنی نشست گاہ پر رونق افروز ہوئے اور اس وقت گریڈ ایچ بجنا اس وقت ہوا اور بیٹھنے کے سلامتی
 بادشاہ بجائی۔ چوتراہ پر حضور دبیر کے کی داہنی طرف ڈیوک آف کیناٹ رونق افروز تھے۔ تمام
 خطابات یافتہ اصحاب جلسہ خطابات کے کمرہ میں دلہنے اور بائیں جانب صف دار موافق ترتیب
 ترجیح خطابات بٹھائے گئے اسٹارٹ آف انڈیا داؤدین امپائر کے اعلیٰ خطاب یافتہ اصحاب اول صف
 میں تشریف رکھتے تھے جو حضور دبیر کے چوتراہ کے بالکل قریب تھے اور اوکئی ہزاروں کو واسطے
 اپنی کرسی کے ہیچے جگہ دی گئی تھی بعد سکریٹری خطابات نے عرض کی اس جگہ میں حسب احکم حضور
 ملک معظم فیض بند اصحاب فلان فلان کو خطابات ستارہ ہند۔ جی۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ مرحمت ہو گا۔
 پھر سکریٹری خطابات مع انڈر سکریٹری فارن ڈپارٹمنٹ اور دو جوینر کی سی۔ ایس۔ آئی۔ جوان سے کم درجہ
 خطاب رکھنے والے تھے روئنگ روم میں جا کر ہر مٹس کو مع ہر ایمپلنگ کے جو پہلے سے ایک علیحدہ
 جگہ پر تشریف رکھتے تھے ایک جلوس قائم کر کے حضور دبیر کے پاس لائے اس وقت ہر مٹس اپنی
 جگہ سے تشریف لیجئے تو عوازی گارڈ کے سلام کیا اور تمام خطابات یافتہ اصحاب کھڑے ہو گئے اور
 جب ملک فرمان شاہی پڑھ نہ پایا گیا کھڑے رہے ہر مٹس مع دو۔ کی۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ خطاب یافتہ اصحاب
 وہاں تک تشریف لے گئے جہاں سے چوتراہ چند قدم پر تھا وہاں ایک میز پر انڈر سکریٹری نے نشان
 جی۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ رکھ دیا پھر حضور دبیر نے سکریٹری خطابات کو فرمان شاہی دیا سکریٹری
 مذکور نے اسکو ہر مٹس کو نشانکار اور مٹس کے پاس لیگے ڈنوں کی۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ کے خطاب یافتہ اصحاب

باب خواجہ محمد ناصر الدین صاحب فرائض الموی نیز حضرت خواجہ محمد زور در رحمة اللہ علیہ

مولانا سید محمد حسین، مروجہ صحیح اردو بروڈیفر عربی گونرمنٹ کالج لاہور۔ + +

ہوئی عالم میں نہیں شہرِ بیانِ دہلی ہے مٹے پر بھی سوا عرش سے شانِ دہلی

شہید احمد خان مرحوم نے شہر دہلی اور اہل دہلی کے حالات میں آثار الصنادید ایسی کتاب لکھی جسکو سندھوستان

کیا اگر قابل غور اس کی تعریف کے قابل بحث ہے کہ دنیا بھر میں اسے قدروں کی نظر سے دیکھا

اس کتاب کی خوبی اور پسندیدگی کا اندازہ، بلکہ اجماعی طرح ہوتا ہے مگر آج اس کی ترتیب کثیر میں ہو گئی ہے

ت میں دہلی اور اہل دہلی کا کیا پلٹ ہو گئی۔ گریٹ برٹن کی حکیمانہ اوشانہ طرز تمدن اور طرز معاشرت نے

لو ایسا لباس پہنا دیا جس سے وہ بی یورپ اور اہل دہلی یورپین بن گئے۔ قصوروان کے بچے اہل اور گز

اور پائین بلخ کی عوض پارک اور آفس تیار ہو گئے رختہ - منجھولی - پانکلی - ناکلی - ہموادار کی جا بروٹس سٹند

جینٹ۔ پائیکل۔ ٹریسکل۔ ٹریجوب۔ موٹر کار دوڑنے لگی۔ مردوں کے لباس میں انگوٹھ کے

بلہ قمیص - پانچامہ اور شلوار کے بدلہ تلوں پیٹے جانے لگے زناہ لباس بھی تنیہ خواہاں کھی کرنی

۱۰۰ اپنا عمل فعل شجر کا تھا وہاں سایہ اور گونے رنگ بلیا شاہدان رنگ کو بھول گیا

ہی کے رہنے والوں گلزاروں نے بھی کلف چھوڑ دیا آنکھوں میں سرمہ کا جل اور دانتوں میں سی

یہ کانوں میں صرف مبدعہ اہل باتوں میں ڈایا شدہ کتب چڑیاں رد گئیں۔ عربی علوم و فنون کی

نے اپنی روشنی ڈالی اسکول اور کالجوں سے حکمت و فلسفہ جدید کے دریا بہ کھلے۔ جیسا ایسی

دہلی کے حالات میں ہوئی تو ہوا سٹے ضرور تھا کہ کوئی لائق مودخ دہلی اور اہل دہلی کے

ترتیب کرے چنانچہ اس کام کو خلاصہ خالد ابن مصطفویٰ نقاد و دودمان مرتضویٰ فیضی

کتاب مقبول در گاہ اللہ الصمد مولوی سید محمد صاحب زید مجتہد نے انجام دیا اور تصانیف

یہ مرتبہ کی میں اپنے اس مختصر ریویو میں اس کتاب کی تعریف لکھنے سے قاصر ہوں

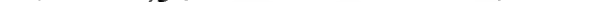
ہوں جس شخص کو یہ شوق ہو کہ وہ دہلی کی پٹائی اور کنبہ عاتون کی عجیب غریب حالت

کس کو یہ معلوم کرنا ہو کہ پہلے دہلی کو اندھ پت یا اندر پرست کیوں کہنے لگے پھر دہلی کیوں

ہجھان آباد کون نام رکھا گیا جسکو یہ معلوم کرنا ہو گیا اس شہر کی مقدس زمین پر مکان

بنامہ اندوہ علمائے قدسی بارگاہ آرام فرما ہے، میں جسکو یہ معلوم کرنا ہو کہ دہلی میں

مکتبے ناجا اور ہزار جہ گزے بہن جب کو یہ معلوم کرنا ہو کہ وہی بین اسلام کے کس قدر



Central Archaeological Library,
NEW DELHI. 24337

Call No. 915. 441 / Ahm

Author—Ahmad, Sayyid.

Title—Yadgan i - Delhi,
Delhi 1905

Borrower No.	Date of Issue	Date of Return
--------------	---------------	----------------

"A book that is shut is but a block"

CENTRAL ARCHAEOLOGICAL LIBRARY
GOVT. OF INDIA
Department of Archaeology
NEW DELHI.

Please help us to keep the book
clean and moving.

S. B., 148. N. DELHI.

✓
Ahmad ~~Sayyid~~
Sayyid

D1099